

عُودِ هندی

مجموعه

رقعات مرزا غالب مرحوم

بفراش

شیخ مبارک علی تاجر کتب

اندرون لوہارید وازہ ہو

مطبع کراچی میٹروپولیٹن پبلشرز

نوروزی قلمیہ پبلیشرز کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چودھری عبدالغفور سرور کے نام

(۱)

چودھری صاحب شفیق مکرم کی خدمت میں بعد ارسال سلام سنون عرض کرتا ہوں کہ آپ نے ذرہ پروری اور دلہنیش نوازی کی ورنہ میں سزاوار ستائش نہیں ہوں ایک سپاہی زادہ بیچدان اور پھر دل افسرہ و رواں فسرہ ہاں ایک طبع موزون افغان سی زبان سے لگاؤ رکھتا ہوں اور یہ بھی یاد رہے کہ فارسی کی ترکیب الفاظ اور فارسی اشعار کے معنی کے پروان میں میرا قول اکثر خلاف جمہور پائے گا اور حق بجانب میرے ہو گا پہلے میں حضرت سے پوچھتا ہوں کہ یہ صاحب جو شرحیں لکھتے ہیں کیا یہ سبایندی سرور ہیں۔ اور ان کا کلام وحی ہے اپنے قیاس سے معنی پیا کرتے ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ ہر جگہ ان کا قیاس غلط ہے مگر یہ بھی کوئی کہ نہیں سکتا کہ جو کچھ یہ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے۔ اسی جھاپے میں کہ جس کا آپ حوالہ دیتے ہیں منکہ ہاشم عقل کل الخ اس شعر کی شرح کو ملاحظہ کیجئے۔ عبارت وہ تعقید سے لبریز کہ مقصود شرح کا سمجھا بھی نہیں جاتا اور جب غور و تامل کے بعد سمجھ لیجئے تو وہ معنی ہرگز لائق اس کے نہیں ہیں کہ فکر سلیم اس کو قبول کرے پھر احسان تو بشکافۃ الخ اس مصرعہ کی توجیہ کتنی بے مزہ اور بے نفع ہے عربی کو کہاں سے لاؤں جو اس سے پوچھوں کہ بھائی تو نے اس شعر کے کیا معنی رکھے ہیں قصہ کوتاہ نظم دیوانگری محبت تو کامروز مسلم است مارا بیگانہ ز تاج کرد تارک + آوارہ ز کفش کرد پارا جیسا کہ دو کے شعر کے مفہوم کو شلج کہتا ہے کہ دیوانگی میں یہ حالت بعید نہیں ایسا ہی

اگر کوئی کہے کہ منصب دیوانی سے بہت بعید ہے تو پھر شراج کیا جواب دیگا۔ ہاں یہ کہہ سکتا کہ غلبہ محبت میں پاس وضع نہ رہا اور دیوان جی صاحب کچھری سے ننگے سر اور ننگے پاؤں مکمل بھاگے ہم نے مانا مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ دیوانگی کیوں نہ لکھیں کہ دو سرے شجر کے مٹی پر مختلف منطبق ہو جائیں اور تو جہیات درمیان نہ آئیں فقیر کے نزدیک دیوانگی محبت تو صحیح اور بے تکلف ہے اور دیوانگی و محبت تو غلط محض اور دیوانگری محبت تو تکلف محض دیوانگی اور محبت دو صفتیں کیوں جمع کریں۔ غور کیجئے عطف کا داویہ چاہتا ہے کہ یہ شخص پہلے سے دیوانہ تھا اور پھر اُسی حالت میں اُس کو محبت پیدا ہوئی دیوانگی میں تاج و کفش بیجا حتیٰ محبت پیدا ہونیکے بعد یہ حالت طاری ہوئی کیا بے مزہ توجیہ ہے ہاں دیوانگی محبت یعنی وہ جو جو فطرت محبت میں بہم پہنچا اُس نے اس احوال کو پہنچایا۔ فقیر دیوانگی محبت کیسکا اور دیوانگی محبت کہنے کو منع کرے گا۔ اور دیوانگری محبت کہنے کو نہ مانع آئے گا نہ تسلیم کرے گا زیادہ اس سے کیا عرض کروں۔ یاد آوری اور مہر گسٹری کا شکر بجالاتا ہوں۔ اور بس +

اب یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی طرف ہے اپنے مخدوم و مطلع حضرت صاحب کی خدمت میں بندگی عرض کرتا ہوں اور حیران ہوں کہ اور کیا کہوں یہ مدعا چودہری صاحب کی تحریر سے معلوم ہو گیا تھا اُسکا جواب لکھا گیا حضرت کے دستخط خاص کی لکھی ہوئی عبارت کے جو سمجھتا ہوں اُسکا جواب لکھتا ہوں اور جو مجھ سے نہیں پڑھا گیا وہ تعویذ باز کر لکھتا ہوں اگر بغیر محال کبھی ملاقات ہوگی تو آپ سے دریافت کر کے پاسخ گزار ہوں گا ہاں حضرت سچ ہی میرا بوجھل سیر دوست ہیں اور زرا عباس میرا بھانجہ فتنہ و فساد کے زمانے میں بلگرام میں رہا اور اب فرخ آباد میں بیٹھ چکے ہیں اچھی اور بھائی منشی زنی بخش صاحب کی ملاقات میرا دل بہت خوش ہو گیا اور ہے سخن فحی اس بزرگوار کا حق ہے اب اگر وہ میں میکار اور پیش کے امیدوار ہیں بظاہر چہ گفنی از تو مکر رشودنی کی رعایت سے کہ وہ بیابان مجبول ہے یعنی بیش اکثر صاحب گفنی کو بھی بیابان مجبول پڑھتے ہیں تاکہ میگفت کے معنی پیدا ہوں اس صورت میں خطیب بظرف غیر کے رجوع کرتے ہیں۔ اور گفنی

بیانے معروف سے صیغہ واحد حاضر ہے ازمنہ میں سے اشعار زمانہ ماضی رکھتا ہے اور شدان اور شوہر
 استقبال کے مقتضی ہیں اور معروف گفٹی ماضی ہے پس اگر گفٹی بیانے معروف کہئے تو اوپر مضمین
 بڑی کتنا ہوگا۔ بدوی کا مخفف خلاصہ یہ کہ اگر وہاں بڑی کہئے تو یہاں گفٹی بیانے معروف بے تکلف
 درست اور بیجا محمول غلط ہے۔ اور اگر وہاں شد کہئے تو یہاں گفٹی بیانے محمول کیے غیبی اور خطاب کا
 تفرقہ نہ دیکھے گفٹی بیانے محمول میں خطاب حاضر مقرر رہتا ہے اور تو کا لفظ جو قریب ہے وہ اس معنی کو ہاتھ سے
 لئے نہیں دیتا نظائر اسکے فارسی میں بہت ہیں رباعی کے باب کی پرشس ہرگز نہ ہے نہیں کہنا یہ وہ حد اور

(۲)

بندہ پر وہ مرہ بان نامہ آیا سر پر رکھا آنکھوں سے لٹکا یا فارسی کی تکمیل کیواسطے اصل الاصول میں
 طبیعت کی ہے پھر متبع کلام ابن زبان لیکن نہ اشعار قبیل و واقف و شعر آہند وستان کہ یہ اشعار سوا
 اسکے کہ انکو موزونی طبع کا نتیجہ کہئے اور کسی تعریف کے شایان نہیں ہیں نہ ترکیب فارسی معنی نازک
 ہیں الفاظ فرسودہ عامیہ نہ جو اطفال بستان جانتے ہیں اور جو مقصدی نثر میں درج کرتے ہیں الفاظ
 فہمی یہ لوگ نظم میں خرچ کرتے ہیں۔ جب رد و کی و غنصری و خاقانی و رشید و وطواط اور انکے امثال و
 نظائر کا کلام بالا استیعاب کیا جائے اور انکی ترکیبوں کی آشنائی ہم پہنچے اور ذہن احوال کی طرف نہ
 یجاٹ آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے منکہ باشم اسکی جو نثر چھاپہ میں لکھی ہے اسکو لحاظ
 کیجئے اور معنی میرے خاطر نشان کیجئے تو میں سلام کروں پہلے نظر یہاں لڑنی چاہئے کہ ازواج بیان
 انداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول اور منکہ کے کاف کو کہتہ
 ٹھہراؤ گے تو بے شبہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہریں گے ایک نازک انداز اب اور ایک مرغ اوصاف
 تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہے اب فقیر سے اسکے معنی کیے من انداختہ کا
 مفعول را مقدر منکہ کا کاف تو صیغی نازک انداز اب مقدر یعنی استاد مرغ تو صیغی تو
 فاعل مجھ کو کہ عقل کل کا استاد ہوں تیرے مرغ تو صیغی نے اصح بیان سے گرا دیا عقل کل
 منکہ کہ وہ علویوں میں اعلیٰ ہے اسکا نازک پرچہ سکتا تھا اگر مرغ اوصاف اس مقام پر ہے کہ جہاں

اس ناولک انداز کو ناولک پہنچانے کی گنجائش نہیں اور جہاں سے کرنا عاجز آجانا ہے اور قدرت وہ
 کہ عقل کل سے بھی زیادہ اور عجیب کہ اور جہاں سے کر گیا اچھا مبالغہ ہی مرغ اور صاف کی بلند سی کا
 اور کیا خوب مضمون ہی اظہار عجز باوجود دعویٰ قدرت مصرعہ ایتبار تو برداشت چشم و دہن آئے اسکے
 تو معنی وہی ہیں جو چھاپہ میں لکھے ہیں مصرعہ ثانی کی شجہ میں گمراہ ہو گیا مصرعہ احسان تو ہر قطرہ
 دریا بشکافت مہتمم بقید حساب نیامد پیمچان اس معنی کے معنی نہیں سمجھا یہ بھی بات ہی مگر خیال
 میں جب آئیگی کہ اساتذہ کے مسلمات معلوم ہوں کمال ایتبار و عطا میں مروارید دیا قوت و بحر و معد
 کی کم تحقیق آتی ہے نعل و در کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا نئی نئی طرح سے باندھا ہے
 چنانچہ میں نے کسی زمانہ میں اسی زمین میں ایک قصیدہ لکھ کر وزیر الدولہ والی ٹونک کو بھیجا تھا
 اس میں کے دو شعر آپ کو لکھتا ہوں نظم ناموس نگہداشتی از جود گیتی بہ جز پر و گیان حرم محال و ہم را
 وقت ست کہ ایں قوم بہر کوچہ و بازار پر سوز زم منشاد رسوائی ہم را پر و گیان محال و ہم را
 گوہر وہ جو کثرت ایتبار سے کوچہ بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں وہ باہم دیگر درو مندانیہ
 گفتگو کرتے ہیں کہ اس شخص نے سب کی حرمتیں رکھ لیں اور سب کی آبرو میں بچائیں ہکو اس قدر
 بے حرمت اور ذلیل کیوں کر رکھا ہے قطرہ دریا کا حساب کیا سطر چیرا بے حساب ہی مقولہ عرفی کا یہ
 ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ آئے وہ بخند بے اور بخشش کا ذوق باقی چونکہ قطرہ میں بالقوہ ہندو
 موتی ہو جانے کی ہے تو اس احتمال سے ہر قطرہ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ آوے تو وہ سائلوں
 کو دیئے جاویں پہلے مصرعہ میں حرص کا سیر کر دینا موافق مسلمات شعر منقطع اور اسکا مرفوع
 میں آنا اغراق دوسرے مصرعہ میں با احتمال استعداد بالقوہ نظر کو چیر ڈالنا اور پھر اس
 طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گذر کر تبلیغ و غلو ہے ۔

یہاں سے خطاب حضرت صاحب عالم کی طرف مخفی و مکرر و مطاع معظم قبلہ دیدہ و دل کہ
 جو میرے اور اپنے ملنے کو از قسم فرض محال نہیں مانتے ہیں خدا کرے ایسا ہی ہو جیسا وہ جانتے ہیں
 تقصیر جان ہو اگر دیا میں ظہور ہم مگر حسب مسامحت اسباب سے تو اس تنا کا حصول نامزد عادیہ شایعہ کوئی اور جہاں

نہیں پاتا آپ کے یہاں تشریف لایا کی اور کوئی صورت نہیں نظر آتی میرے وہاں آنے کی اگرچہ خیر امکان
 سے باہر نہیں مگر وقوع میں نال ہے اب جو بھائی منشی بنی بخش صاحب کو خط لکھو گا تو آپ کا سلام
 ضرور لکھ دوں گا آپ نے احباب ابغاض کی خیر و عافیت عموماً لکھی بالخصوص حضرت شاہ عالم صاحب
 سلام نہ لکھا گیا وہ وہاں نہیں ہیں اگر اور کہیں ہیں تو انکا حال مجھ کو لکھئے اور اگر وہاں ہیں تو میرا سلام
 انکو کیئے رباعی کے باب میں بیان مختصر یہ ہے کہ اسکا ایک وزن معین ہو عرب میں دستور نہ تھا سو
 عجم کے یہ بحر ہرج میں سے نکلا یہی مفعول مفاعیلن فعولن ہنرج مستحسن اخرب مقبوض مقصور اس
 وزن پر فعولن بڑھا دیا یہی مفعول مفاعیلن فعولن فعولن زحافات اس میں بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے
 نزدیک بیس ہیں اور وہ سب جائز اور روا ہیں اور اس بحر کا نام بحر رباعی ہو رباعی سچ ہے کہ سوا اس بحر کے
 اور بحر میں نہیں کہی جاتی اور یہ جو مطلع اور حسن مطلع کو رباعی کہتے ہیں اس راہ سے کہ مصرع چار ہیں کہ
 وزن رباعی نہیں ہے نظم ہے قیاد کو بیشتر اسکا التزام تھا کہ ہر مصرع میں قافیہ رکھتی تھی خاقانی برعایت صنعت
 ذوق فیتین کہتا ہے شعر حسن بودم وان نگار دھانی روی ہاں گندہ درال دوزلف چو گانی گونی ہاں خلق
 بد لیتا وہ خاقانی جوئی ہاں من و حرم وصال سبحانی گونی ہاں پانچ سات برس بہرا ہو گیا ہوں ایک رباعی
 چار قافیہ کی اس مضمون خاص کی میں نے لکھی ہے بے رعایت صنعت ذوق فیتین رباعی دایم دل شاد و دید
 بینائی ہاں وز کری گو شمع بنود پروائی ہاں خوبست کنش نوم نہر خود رانی ہاں گل بانگ انار بکم الاعلانی ہاں فقیر اس
 باب میں متعصب ہوں وزن کی دوبیت میں قافیہ والی کو رباعی نہ کیئے گا نثر عاری نہ قافیہ نہ وزن نثر
 مسجع قافیہ موجود وزن مفعول و کمر اس میں ترجیع کی رعایت ضروری یعنی فقرہ کے الفاظ مثال اور
 ملائم چکر ہوں اور اگر یہ بات نہ ہوگی اور صرف قافیہ ہو گا تو اسکو مقفی کہیں گے نہ مسجع نہ شمر جزوہ ہاں کہ
 وزن ہو اور قافیہ نہ ہو جب آپ لالہ قلیل کے گڑھے ہوئے فقرے دیکھیں گے تو مجھ کو فقرہ تراشی کی تکلیف
 کیوں دیتے ہیں زمانہ گزشتہ میں بھائی ضیاء الدین خان صاحب تیر تخلص ایک مختصر سادیلوان حضرت نظامی
 کا مجھ کو دکھانے لائے تھے اس میں شمر جزوہ تھی میں اس میں اب مصطفیٰ خاں حسرتی شیفہ کو خط لکھا
 چاہتا تھا اسی صنف پر خط لکھا اور وہ خط پہنچا ہنگام میں ہے مگر میں نے اس طرز میں بمقتضائے شوخی

طبع یہ بات کی ہو کہ ایک جگہ جو فقرے مقفی ہو گئے ہیں اور وہ لفظ مجھ کو پسند آئے ہیں تو میں نے اس کو یوں
 ہی پہنے دیا ہے اس کو دستور میں تصور نہ کیجے گا وہ رقعہ یہ ہر رقعہ ہاں خواجہ بے پرواہ من بندہ کہ
 غمناکم وز غصہ جگر چاکم خواہم سخن گفتن آن روز کہ میرفتن آن نامہ فرستادند کہ دیدن آن خوش دل
 تاجگر از اندہ گفتیم چہ کنم غالب چون کار در گوں شدی بایدیم ایک فت تا عذر سخن خواہم چوں کردی غباری
 بو رفتن تو انستم آن دلشام آمد لا بلکہ سیر ترش سرماندہ بالین بر چوں غمزدگان خفتم ہی چہ تو اندہ
 آن خستہ کہ غمخوارش بر زخم نمک ریزد و ز دیدہ بیدارش شورابہ روان باشد چوں از افق شرفی خود
 در خستہ ناگاہ سری بر زو آتش بھمان و ز دروغ سحری پر زور فتم جگر کاوی و آں راز نہانی را از دل
 بنیان دادم در صورت تنہائی بے پردہ چو ہر از آن فی آمد و ہدم شد چندان کہ دم اندرونی از ہر میم
 من چون من بنوا آمد و آن نالہ کہ برب بود از باطن نعر زد آدم کہ نفس بللی زینگو نہ کشاکش کردیک کاغذ
 نوشہ بود دست بدستم در چون نالہ نمودی داشت زان شعلہ کہ دودی داشت بر صفحہ نشا نامانہ گفتیم
 مگر این صفحہ غمناکہ رازستی فہرست نیازستی باید کہ فردیچم دانگہ در بر نشا نمندی زنی خواجہ روان سازم
 کوتاہ کہم گفتن آن نامہ کہ من گفتیم حجاب در و بالا بردند و روان کردند ہر چندہ در اندیشہ پیدا است کہ خوش
 باشد یا خواجگی استغنا باین ہمہ خوش نبود پوزش نہ پذیرفتن امروز سحر گاہاں روشن گہر آن نیز کس نہ
 در و ان نام بل خوشتر از ان نام دیوان نظامی را آور و بسوئے من زینگو نہ نواہا بود و پردہ گفتار
 کرد و قی بہنجارش این زمزمہ سرکردم والا گہر اکبر خاں خواند سلام از من *

(۱۳)

بندہ پروردگار تقدیر نامہ محررہ پندرہ نومبر آج پنجشنبہ کے دن اٹھارہ نومبر کو یہاں پہنچا
 ماہرہ کا خط دلی چھتے دن آیا ہر دلی کا خط ماہرہ دیر میں کیوں پہنچا ہی تو تمہاری خوشی اب کے
 یہ خط بیرنگ بھیجتا ہوں مگر مجھ کو اطلاع دیجئے گا کہ یہ کس دن پہنچا۔ اسی شنبہ کو یہاں فساد مریع ہو ایں
 نے اسی دن سے گھر کا دروازہ بند اور آنا جانا موقوف کر دیا ہے شغل زندگی بسر نہیں ہوتی اپنی سرگزشت
 لکھنی شروع کی جو سنا گیا وہ بھی ضمیمہ سرگزشت کرتا گیا مگر بطریق لزوم بالایلزم اسکا التزام کیا ہو کہ

بزبان فارسی قدیم چودسا تیر کی زبان ہی اُنہیں یہ نسخہ لکھا جائے اور سوائے اسمائے کے کہ وہ نہیں ملے
 جاتے کوئی لغت عربی اُنہیں نہ آئے چنانچہ ایک نسخہ آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ مگر یہ نذر ہے جناب
 قبلہ مکعبہ حضرت صاحب عالم صاحب کی اور چونکہ وہ آپ کے بزرگ ہیں جرأت نہ کر سکا کہ آپکی نذر کروں
 اور میر میں ان کو مشترک رکھوں نذر ان کی ہے اور فیض یابی آپ کے مطالعہ سے ہیات یہ کاتب
 اساتذہ کے کلام کو کیا بگاڑ دیتے ہیں گویا نسخہ کر دیتے ہیں اُن سے بعید نہیں لیکن تم سے اور حضرت
 صاحب سے بعید ہے کہ سو کاتب کا نہ سمجھ لیا ہے من اُن دریائے آشوب کہ از تاثیر خاصیت دو کافوں کا
 علی التواتر آتا دوسری بات ہے دریائے آشوب کیا ٹکسال باہر لفظ ہی استعارہ بالکنایہ صحیح مگر یہ محل
 نہیں ہے یہاں تو دریا چاہیئے بے شائبہ استعارہ و کنایہ عیاذاً بات عربی اگر ایک بلاقح جھنگ کا یا
 ایک بوتل شراب کی پئے ہوئے ہوتا تو بھی یوں نہ لکھتا اس غریب کا مصرعہ یوں ہر ع من اُن دریا پر
 آشوب کہ از تاثیر خاصیت دریا موصوف پر آشوب صفت دوسرے مصرعہ کا کاف صفت کی تعمیر
 اب بولے سخن حضرت صاحب عالم صاحب کی طرف امیدوار ہوں کہ میر تم عمر شد میر عمر
 مخدوم میری تقصیر معاف کریں اگرچہ تریسٹھ برس کی عمر میں بہرا ہو گیا ہوں پرینیالی میں تو نہیں جاسکتے
 اعانت چاہنی منظور نہیں باوجود حدت بصیرت برب نقص فہم کے دستخطی عبارت مجھ سے بڑی ہی نہیں جاتی آگے
 جو دوبارہ میں نے جواب لکھا ہے صرف قرائن ملحوظ رکھو ہیں ورنہ عبارت باستیفاء مجھ سے نہیں پڑی گئی
 آخر چودھری صاحب تو آپ کے معتمدوں میں بمنزلہ عزیزوں کے ہیں جو آپ فرمایا کریں وہ انہیں
 الفاظ کو لکھ دیا کریں اب سب عبارت کا جواب لکھ لگا کہ کتاب کی رسید اور اس مطلب کا اعادہ تحریر
 بدستخط چودھری صاحب میرے پاس آجائیکا زیادہ حاد اب

(۴)

جناب چودھری صاحب آپکا عنایت نامہ اُس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہی دن بدھ کا
 بیسٹھ الشانی کی چوبیسویں اور دسمبر کی پہلی کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالرحیم خاں کوئی
 نامی اور نام آور آدمی نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں۔ اب طبابت کرنے

لگے ہیں یہ بھی آشنا ہیں مگر صرف سلام علیک زیادہ ربط نہیں ہے سوائے حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں گے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ کچھ لکھیں بقلم چودہری صاحب لکھا جائے حضرت نے مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ بادئہ مجھے نادر کسی طرح کی ناچار آپکا خط پھر آپکو بھیجتا ہوں حضرت کے کچھ نہ فرمایا مگر اس عبارت کو اپنی ہاتھ نقل کر کے مجھ کو بھجوا دیا ضرور اور جلد شفیق مکرم جناب چودہری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام پہنچے۔

(۵)

جناب چودہری صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں اور شکر احسان بجالاتا ہوں۔ اور حاشا اور حاشا اللہ کے جواب کو حوالہ اُن سطور پر رکھتا ہوں کہ جواب جناب حضرت کے ارشاد کے جواب میں لکھو نکا آپکو اتنا لکھنا اور کافی ہے کہ اپنے عم والا قدر جناب چودہری غلام رسول صاحب کو فقیر کا سلام نیاز پہنچائیے اور جناب عطا حسین صاحب عطا کو بھی سلام کیئے۔

اب خطاب جناب حضرت صاحب عالم صاحب کی طرف ہے پیر و مرشد قلم کا کام زبان سے لینا یعنی تحریر کے مطالب کو پڑھنا اور پڑھنا دینا آسان ہے اور زبان کا کام قلم سے لینا دشوار ہے یعنی جو کچھ کہا چاہیے اُسکو کیونکر لکھا چاہئے وہ بات کہاں کہ کچھ میں نے عرض کیا کچھ آپ نے فرمایا دو چار باتوں میں جھکڑے نے انجام پایا خیر دولت ہمزبانی کہاں بدیر آپ کے حکم بجا لانے کو اپنا شرف جانتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ نظامی اب ایسا ہوا کہ جن تک فریاد کا کھتری دیوانی سنگھ ثم تخلص بقیتل جیکو حضرت مرحوم لکھا اُسکی تصدیق نہ کرے تب تک اُس کا کلام قابل استناد نہ ہو قیتل اساتذہ سلف کے کلام قطعاً آشنا ہی نہیں اُسکے علم فارسی کا ماخذ اُن لوگوں کی تقریر ہے کہ نواب سعادت علی خاں کے وقت میں ممالک مغربی کی طرف سے لکھنؤ میں آئے اور ہنگامہ راہوے بیشتر سادہ و کشمیری یا کابل و قندھار و مکرانی اچیانہ کوئی عامل اہل ایران میں ہے ہونا نہ اعظاے ایران میں سے بھی کوئی ہو گا۔ تقریر اور یہ تحریر اور یہ اگر تقریر یعنی تحریر میں آیا کرے تو خواجہ بقراط سے اور شرف الدین علی یزدی اور طاعین غطا کا شفی اور طاہر وحید یہ سب شریں کیوں نہ ہو مگر کھایا کرتے وہ سبط کی نثریں جو لالہ

دیوانی گفتہ قتل مستوفی نے بتقلید اہل ایران لکھی ہیں : رقم فرمایا کرتے یہ شخص مدعی ہے کہ کردہ کا لفظ سو کا
پانچ چار اسم کے اور اسم کے ساتھ ترکیب نہیں پاتا۔ پس آرزو کردہ اور دیو کردہ اور نشر کردہ اور امثال
اسکے جو ہزار جگہ اہل زبان کے کلام میں آیا ہے وہ نادرست ہے میں اور آپ بھیجیں اور اسکے خرافات
پر پڑھے جائیں اور جو میں عرض کروں اس پر حضرت غور فرمائیں تب معلوم ہو کہ یہ کتنا لغو اور فارسی الہی
سے کتنا بیگانہ ہے آدم بر سرہ۔ عاشر مرجز اس کو کہتے ہیں کہ وزن اور قافیہ نہ مقابل مقفی کے کہ
قافیہ ہو اور وزن نہ ہو اور یہاں یہ بھی سمجھا چاہیے کہ وزن میں قید منظور نہیں تھا حضرت نظامی علیہ الرحمۃ
کی نشر کا وزن یہ ہو مفعول مفاعیلین حضرت ظہوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : اقبیل سر و گشتن فتح
خجرتش با ہی دریا سے ظفر ہے نہ مرجز ہے کہ وزن اسکا فعلاتوز فعلاتین فعلین کا بیوں نے مقفی
کرنے کی واسطے صورت بدل دی ہے اور کچھ تصرف کیا ہے کہ نشر نہ مرجز ہی نہ مقفی اچانچہ اساتذہ فن
نن تنانوا لیرحی شفقوا اس آیت سراسر ہدایت کو نہ مرجز کہتے ہیں اور اس کا وزن یہ فاعلاتن
فاعلاتن فاعلن و برزق من حیث الی بحسب اسکا وزن فاعلن فاعلن فاعلن بنوہ کی تحقیقات
یہی ہے کہ نہ ترین قسم پر ہے مقفی قافیہ ہے اور وزن نہیں مرجز وزن ہے اور قافیہ نہیں عاری
وزن ہے نہ قافیہ بسیج ہی مقفی قافیہ ہے کہ دونوں فقروں میں الفاظ طام اور صاب ہمارے ہوں نظم
میں یہ صنعت آپڑے تو اسکو مرصع کہتے ہیں اور نشر اس صنعت پر مشتمل ہو تو اس کو مسجع کہتے ہیں اس قاعہ
کو نہ عبدالرزاق بدل سکتا ہے نہ صاحب قلم ہفتگانہ نہ یہ قطرہ ہی بے سرو پا جاشا و جاش سد کلام
اہل عرب میں اسی طرح ہے جس طرح آپ فرماتے ہیں مگر پارسیوں نے ازراہ تصرف کے بعضی زبنا
قرار دیا ہے یعنی تاکب اگر منفی پر آئے تو نفی کی تاکب اور مثبت پر آئے تو اثبات کی تاکب میں کسی کلمہ کا
استعمال نہیں کرتا جب تک اہل زبان کے کلام میں نہیں دیکھتا عیشی بیچارہ لایق اس کے نہیں کہ
مستند علیہ پڑے مگر یہ لفظ غلط نہیں لکھا اس غریب نے حضرت قبلہ فارسیوں کے تصرفات اگر دیکھے تو
حیران رہ جائے گا اس وقت کہاں یاد ہے اور کتاب کے نام تو کوئی ورق بھی لکھا ہوا میرا نہیں جانتا
کا کوئی شعر ہو کہ نفی لکھا یاد آجائے گا تو اسکو لکھا جائے گا شعر ہرزہ شباب و بی جاوہ شناساں بردار

اسے کہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت + یہ مثنوی جس میں یہ مصرعہ ہر حاشا شد کہ بد میگویم +
 کلکتہ میں بیٹے لکھی ہے پانچ ہزار آدمی فراہم تھے اور جو اعتراض مجھ پر کئے تھے ان میں سے ایک اعتراض تھا
 کہ ہم عالم غلط ہی یعنی ہمہ کالفاظ عالم کے لفظ کیساتھ ربط نہیں پاسکتا قتیل کا مکمل یوں ہی عرض کیا گیا کہ حافظ
 کتا ہی مصرعہ ہمہ عالم گواہ عصمت اوست سعدی کتا ہی عا شقم ہذا عالم از دست - عرض اس تحریر سے
 یہ کہ یہ مثنوی وہاں لکھی گئی اور ایک ایک نقل مولوی کرم حسین بلگرامی اور مولوی عبدالقادر رامپوری
 اور مولوی نعمت علی عظیم آبادی اور ان کے مثال اور نظائر کے پاس بھی گئی اگر یہ لوگ جگہ پاتے تو میری کمال
 اور بیڑ ڈالنے اب ایک نسخہ ہی بطلان ضرورت اگرچہ صاحب اسکا ہندی ہی بلکہ ہندی مگر قابل اچھا
 دیکھئے اساتذہ کیا تصرفات نمایا کر گئے ہیں مینے آج تک اردو میں انتظار ہی بمعنی انتظار نہ آپ لکھا
 ز اپنے شاگردوں کو لکھنے دیا اساتذہ مسلم الشوب کے ہاں فارسی میں موجود ہے حاشا ایسا نہیں ان
 میں فارسی والوں کو تامل ہو زیادہ حد ادب +

(۶)

جناب چودھری صاحب آپکو بعد ابلاغ سلام آپکے خط کے پہنچنے سے آگئی دیتا ہوں ابھی
 آپکو معلوم رہے کہ آپکے چچا صاحب کے خط کا جواب اس سے آگے بھیج چکا ہوں میں نہیں آسکا یہاں پیش کا مقصد یہ
 پیش ہے کہ صاحب کب شہر بہادر کے پاس بھی صاحب پٹی کشن بہادر کے پاس جانا ہوتا ہے خود نہ جاؤں تو یہ
 خیال رہتا ہو کہ خدا جانے کس وقت بلا بھیجیں یا کس وقت کوئی پیش آجائے بائیں مینے سب سے وہ رزق کے مقوم
 جسم اور فرج روح تھا مسدود ہے کیا کھائیں اور کیونکر چوں اللہ اللہ کہ گنگا نہ نہیں گودہ پنشن گورنمنٹ کے
 پرنسپل کے سرشت سے مقرر کی ہوئی سودہ علی کی جتنی کا دفتر فروز دل گیا کوئی کاغذ باقی نہیں رہا
 اب یہ شہر پنجاب عالم میں مل گیا پانچا کا لاپٹنٹ گورنر بہادر یہاں صدر ٹھہرائیں دفتر میں ہی رہا کا میری
 معاش کا میری عزت کا نام نشان نہیں ہے لکھی ہوئی پر نہیں کچھ نہیں کچھ باقی رہی ہیں یہ بھی کچھ جائیگے
 کار و آسان شود اباہ صبر

یہاں سے دئے منج صاحب عالم صاحب کی طرف یہ خطاب رفعت آپ مولائی و مرشدی تسلیم

قبول کریں اور اس تحریر سے جواب سے پاس بھی ہو چھکو شاد دل اور اپنے بخت اور قسمت پر نازاں تصور
 فرما دیں سب سمجھا اور سب مطالب کا جواب لکھتا ہوں پہلے اپنا ایک شعر مکمل گستاخی کو کافر نا کر
 لکھتا ہوں اور یہ نہیں لکھتا کہ یہ شعر میں نے کیوں لکھا ہے۔ شعر یہ ہے شعر ابغیر زبیک جنس رشما اور
 فغان کہ نیت ز پروانہ فرق تاگمش + بہر حال حضرت کئی معلوم ہے کہ میں اہل زبان کا پیر و اور ہندو
 میں امیر خسرو دہلوی کے سب کا منکر ہوں جب تک قدما یا متاخرین میں مثل صاحب و کلیم امیر
 و حزمین کے کلام میں کوئی لفظ یا ترکیب نہیں دیکھ لیتا اُس کو نظم اور نثر میں نہیں لکھتا جو لوگوں
 کے محقق ہونے پر اتفاق ہے جمہور کو انکا حال کیا گزارش کروں ایک اُن میں صاحب برہان قاطع
 ہے اب ان دلوں میں برہان قاطع دیکھ رہا ہوں اور اُس کے فہم کی غلطیاں نکال رہا ہوں اگر زیت
 باقی ہے تو ان نکات کو جمع کر کے اُس نسخہ کا نام قاطع برہان رکھوں گا۔ مصرعہ -

کجا بود منزل کجا تا ختم

شعر فردوسی میں انگبین و شہد اور شعرا و ستاد میں حرص و آرزو واقعی بادی النظر میں زائد معلوم ہوتا
 ہے شیر ناب بہتر ہے لیکن حرص و آرزو کیا کیجے گا میں عرض کرتا ہوں کہ وہاں بھی خشم و آرزو ہے
 ہرگز حرص و آرزو نہیں ہے حکما اور صوفیہ قوت غضبی اور قوت شہوی کی تقابل میں تختیں کرتے
 ہیں قوت غضبی کی اصلاح سے فضیلت شجاعت اور قوت شہوی کی اصلاح سے فضیلت عفت حاصل
 ہے اور یہ مسئلہ علم اخلاق میں مہر بن ہرودیدہ من حرص و آرزو بے معنی محض اُستاد کو بے نام کیا ایک
 اسم سے دوسرا ترانے واحد حقیقی کا تشبیہ اس سے علاوہ مرد عارف حکیم نے قوت شہوی کی
 اصلاح کا ذکر کیا اور قوت غضبی کا ذکر بھی کیا میں نے خود چشم و آرزو دیکھا ہے اور یہی بجائے شہد کی جگہ
 شیر اور حرص کی جگہ خشم درست میری رائے آپ کی رائے کے مطابق مگر گوگرد مرخ اور پیل سفید
 میں ساکت ہوں۔ یہ تقریر گوگرد مرخ کیا اب اور پیل سفید۔ نایاب ہے میرے دل نشین نہ ہوئی
 کبریت احمر اور کیمیا و عنقاں سچا ایک حکم ہے نظر اس قاعدہ پر عمل سپید بہتر ہے اور کبریت
 احمر اور پیل سپید بے جوش ہے جیسے امیر خسرو کی انجلیاں ایک قاعدہ اور عرض کرتا ہوں کہ کمال

اہل فارسی کی منطق میں کہیں ناخادہ یعنی سلب کی بھی کرتا ہے جیسے کم آزار یعنی نیاز زارندہ نہ یہ کہ کم
آزار لہذا کم ہوتا یعنی بے ہمتا بلکہ اندک کا لفظ بھی اس طرح آتا ہے جیسا کہ میرا خاوند نے نظم نطانی
رحمۃ اللہ فرماتا ہے۔ شعر

پس و پیش چوں آفتابم کیے رست فروغم فراواں قریب اند کی رست

یعنی قریب بالکل نہیں نہ یہ کہ کچھ ہے پس کیا باب اور نایاب ایک چیز ہے نظامی نے لعل سپید
کیا ہے کسی صاحب طبع نے اسکو غلط سمجھ کر پیل سپید بنا دیا ہے۔ انگین و شہد ناشایدش غم و اندوہ
مست و فرحت ہو یا ہوشیار ناب ہی ہو بلکہ شیر ناب بہتر ہے لیکن حرص و آرزو کسی طرح درست نہیں
عارف کا دعویٰ ناقص اور لغو رہا جاتا ہے اگر یہ قباح لازم نہ آتی تو بھی ہم حرص آرزو کو مسلمہ رکھتے
کسو اسطے کہ غلام کا شبہ کج حال و ضوح غم و اندوہ و عدل و داد کا نظیر نہیں ہو سکتا ہاں انگین
و شہد کے جو ازمیں ہم مضائقہ نہ کریں گے مگر شیر ناب کو اس سے اچھا سمجھیں گے شہد میدہ کی حداد
کیواسطے اور شیر افزائش لطافت کیواسطے حاشا و حاشا نہ کا جواب آغاز تخریر میں لکھ چکا
آپکی اس نظیر لکھنے سے اس کے جواز پر میرا یقین نہ بڑھا لو کشف الغطاء از دوت یقیناً نثر مرجز
کے باب میں پرومشت کو اتنا تامل کیوں ہے یہ جو نثر میں آپنے لکھی ہیں سوائے اس نثر کے
کہ جس کو آگے لکھوں نگاہ تو سب صحیح ہیں یعنی پہلے فقرہ کا ہر لفظ وزن میں موافق ہو وہ سرے
فقرے کے لفظ سے نظم میں یہ صنعت آپڑے تو نظم کو موضع کہیں گے اور نثر میں واقع ہو تو نثر کو
صحیح کہیں گے جو حضرت کہ اس نثر کو مرجز کہتے ہیں وہ نثر صحیح کی مثال ہم کو دین زہار زہار یہ
نثر مرجز نہیں صحیح ہے۔ ہاں یہ نثر مرجز ہے صاحباً شفقاً شفیق دلی زید الرطاف کم الی اللہ بعد
تبلیغ بندگی و نیاز برضیہ منیر روشن باد اگر وہ نثر جس کو میں نے صحیح کہا ہے مرجز ہے تو اس
کج نثر کا کیا نام ہے نہیں وہ صحیح ہے اور یہ مرجز ہے میں تو بہت مختصر مفید لکھ چکا ہوں
آپ ناہیں تو کیا کر وزن نہ ہو قافیہ ہو وہ مقفی وزن ہو قافیہ نہ ہو وہ مرجز و الفاظ فقرہ تین وزن
میں برابر ہوں وہ صحیح اس صنعت کو بیشتر نثر مقفی میں صرف کرتے اور چاہو قافیہ کا

ہے جو ہے اس کا سلب جو نہیں اس کا ثبوت کیونکہ مانوں گیا آپ کی یہ مرضی ہے کہ الفاظ کے
ہموزن ہونے کو وزن تقطیع شعر کو سجع مان لوں میں تو نہ مانوں گا آپ کو اختیار ہے۔ یہ کلام
معصوم کا نہیں کہ اس کے مسلم نہ رکھنے سے آدمی کافر ہو جائے زبان فارسی حرفے کا مال ہے
عرب کے ہاتھ بطریق لغیا آیا ہے جس طرح چاہیں صرف کریں خواجہ نصیر الدین طوسی آٹھ حرف کا زبان
فارسی میں نہ آتا لکھتے ہیں اور ذال نقطہ وار کا ذکر نہیں کرتے الا کوئی لغت فارسی ایسا بتائیے
کہ جس میں ذال آئی ہو گزاشت و گزشتن و پزیرفتن مجھے سے ہے کا غزال مہملہ ہے ہی اس کا
ذال سے لکھنا اور گو غزال کو اس کی جمع قرار دینا تعریض بہ تحقیق اور اسم آتش بدال بحد ہے
نہ بدال شخڑ کوئی لفظ متحرک الخرج فارسی میں نہیں بلکہ قریب الخرج بھی نہیں تے ہے طوی
نہیں سین ہے ٹے نہیں اور صا نہیں ہائے ہوڑ ہے حائے حلی نہیں بیاتنگ کہ قاف
نہیں اس راہ سے کہ غین متحرک الخرج بلکہ قریب الخرج ہے نے کے جوتے ذال کیونکہ وہ میا
صاحب ہانسی کے رہنے والے بہت چوڑے چکے جناب عبدالواسع فرماتے ہیں کہ بے مراد صحیح
اور نامراد غلط اسے تیرا ستیاناس جائے بے مراد اور نامراد ہیں وہ فرق ہے جو زمین و آسمان
میں ہے نامراد وہ ہے کہ جس کی کوئی مراد کوئی خواہش کوئی آرزو نہ ہو بے مراد وہ کہ جس کا صفہ
ضمیر نقوش مدعا سے سادہ ہوا زقم بے مراد بے غرض و بے مطلب حبہ اللہ ان دونوں
امروں میں کتنا فرق ہے نا پر و اور نا کام اور نادرست اور ناچار کہ یہ مخفف ناچارہ اور ناچار
کہ یہ مخفف نہ ہا ہے اور نامراد اور نا انصاف یہ سب درست ہیں ہاں کہاں گئے ہانسی والے
معلم قافیہ شاہگان کہ جس کو عرب الیٹا کہتا ہے وہ دو طرح پر ہے خفی و جلی اہل خروئے خاک
اٹھائی ہے اور بات بنائی ہے خفی اور جلی کی تفسیر یہ وہ کچھ لکھنا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اس
کو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ مانے اصل یہ ہے کہ الیٹا وہ قافیہ ہے کہ جو دو حرف ایک صورت کے
ہوں جیسے الف فامل گو یاد بینا و شوا شرا سیر بہت

لے وائے تسمیع خیالت ول وانا مہر حلقہ مستان رخت وید ہ بینا

اور نون وال مضارع کا جیسا اُستاد کے اس مطلع میں ہے شعر
 دل شیشہ و چشمان تو ہر گوشہ بندش مست رست مباد کہ بنا کہ شکنہ ش
 اور ایسا ہی ہے الف نون جمع کا مثل چراغان و جوانان اور ایسا ہی ہے الف نون حالیہ
 مانند گریان و خنیاں پس اگر یہ مطلع میں آپڑے تو ایطائے جلی ہے اگر عزل یا قصیدہ
 میں بطریق تکرار قافیہ آپڑے تو ایطائے خفی ہے ائمہ فن نے وہ کچھ لکھا ہے کہ سمجھ میں نہیں
 آتا اگر قابل تحقیق ہو تو میرے بیان پر غور کرو اور جو عبد الواسع اور غیاث الدین اور عبد الرزاق
 ان ناموں کی شوکت نظر میں ہے تو تم جانو ایک شخص بھیک مانگتا ہے اپنے اس کا نام
 میر بادشاہ رکھ دیا ہے اصل فارسی کو اس کھتری بچہ قتیل علیہ ما علیہ نے تباہ کیا ہوا
 غیاث الدین رامپوری نے کھو دیا ان کی قسمت کہاں سے لاؤں جو صاحب عالم کی نظر
 میں اعتبار پاؤں خالصاً غور کرو کہ وہ خزان نامشخص کیا کہتے ہیں اور میں خستہ و درو
 کیا بکتا ہوں واللہ نہ قتیل فارسی شعر کہتا ہے اور نہ غیاث الدین فارسی جانتا ہے میرا
 یہ خط پڑھو یہ نہیں کہتا کہ خواہی خواہی پڑھو قوت ممیزہ سے کام لو ان غلوں پر لعنت کرو
 سبھی راہ پر آ جاؤ مگر نہیں آتے تو تم جانو تمہاری بزرگی پر اور میرزا قفہ کی نسبت پر
 نظر کر کے لکھا ہے نہیں کہتا کہ خواہی خواہی میری غزیر کو مانو مگر اس کھتری بچہ سے اور
 اس معلم سے مجھ کو کمتر نہ جانو عربی کا حرف اور ہے اور فارسی کا قاعدہ اور ہے سمجھو یا
 نہ سمجھو تم کو اختیار ہے عقل کو کام فرماؤ غور کرو مجھو عبد الواسع پیغمبر نہ تھا۔ قتیل برہمانہ
 تھا۔ اتف غوث اعظم نہ تھا۔ میں یزید نہیں ہوں شمر نہیں ہوں مانتے ہو مانو نہ مانو تم جانو نہ

(۸)

جناب عالی آج آپ کا تفقہ نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ بقیہ روز
 دوشنبہ پہنچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب کے مطابق میں میں الجھا پھر خط کے جلا پہنچے
 سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر پڑھا ادھر جواب لکھا خدا

کرے یہ میرا خط جلد پہنچے اور یہ آپ کو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب لکھا۔
 حقیقت میری محملایہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی مقام سے بدستور جاری ہوگئی
 ہے نواب لفظٹ گورنر بہادر عزب و شمال کو نسخہ دستبیل و ڈاک بھیجا تھا۔ ان کا
 خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت پر بسیل ڈاک آگیا پھر
 قصبہ بہار یہ تنیت مدحت میں بھیجا گیا اس کی بھی رسید آگئی وہ یہ ہے خان صاحب
 بسیار مہربان و دوستان القاب اور کاغذ افشانی ازان بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منگرمی
 صاحب لفظٹ گورنر بہادر و قلم و پنجاب کی طرح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اس نے
 جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر کل مجھ کو آگیا پنشن ابھی تک مجھ کو نہیں ملی جب
 یلیگی حضرت کو اطلاع دی جائیگی۔ پیرو مرشد عالم ہیں اور میں جاہل ہوں ان کے تسلیم نہ کرنے
 کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا۔ اے حضرت جناب مخدوم مکرم چودہری علامہ
 رسول صاحب کی خدمت میں انہیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی
 نہ طبع آزمائی کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائیگا۔ آپ کا بھی تو مایہ کا
 خط مجھ کو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے جناب شیخ صاحب کیوں مجھ کو مجبور کرتے ہیں اس باب میں
 اس سے عرض نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجے بجائے لطف اٹھاؤنگا
 اور جو کچھ میرے خیال میں آئیگا بے تکلف عرض کر دوں گا۔ میرا سلام کیجئے اور مثنوی قصیدہ
 ان سے لیکر جلد بھیج دیجئے اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اور کہئے کہ حضرت
 خلاصہ مکتوب سابق یہ ہے الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمراؤف ہو تو ہو شیادی بصد ہزار مرست
 آپ کو مبارک ہو اور انہی اولاد دیکھنی اور اسی طرح ان کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علی خان
 صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مداح رہوں گا خط
 کا لافانہ اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں یہ آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا کا تب
 وہی ہے جو لافانہ ملفوف کا مکتوب الیہ ہے ۔

(۹)

جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گسٹری کا شکریہ بجالاتا ہوں آپ کا خط مع قصبہ و دشمنی ہنپنیا مثنوی جہاں گانہ بطریق ہم فطرت پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جہاں گانہ اب سال کرتا ہوں لفاظ اس کا بھی آپ کے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجر اور صبح کو ادھر کا قصہ اور پھر اپنی چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستان پر اس عزم کا مثنوی رکھنا معلوم ہوا آپ کے چچا صاحب کے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر ہنہا شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرور رکھتا ہے اگر نہ خبر ہو تو نہ ہو اور اگر خبر ہو تو البتہ قباح ہے نہ نہا کی بھی یہ گمان نہ کیجئے گا کہ ملی کی عملداری میرے خط اور اگر وہ بلاد شرقیہ کے مثل ہے یا پنجاب احاطہ میں شامل ہے کہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جورائے میں آوے وہ ایسا ہی کرے بہر حال مصرعہ

اے وائے زحروئی دیدار دگر بیچ

انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت امن امان کی ہو جائیگی مگر میری آرزو باستیفا اس صورت میں بھی نہ برائیکی میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایات کریں اگر زمانہ میری خواہش کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں حضرت پیر مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمہارا دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا رہنے دیکھا صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا گھاؤ پڑے ہونگے تب یہ تراوش خنابہ ظہور میں آئی ہوگی مزہ یہ ہے کہ عنوان بیان کے حق بجانب انہیں کے معلوم ہوتا ہے چونکہ اصل کار میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجبور ہے اس واسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا سکتا اصل کو آپ بظن صلاح ملاحظہ فرمادیں میں نے بحسب ستور اپنے ہر جگہ منشاء اصلاح کہا ہے میرا شیخ صاحب سے سلام کہئے گا کہ کیا کوں دور ہوں معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کچھ نہیں ہنپنا سکتا خدا تمہارا نگہبان رہے والسلام

(۱۰)

جناب چودھری صاحب آپ کے تملطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے کی حیرت باعث اس کی ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور بالآں کہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھو بنا رہے ہیں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھ کر کار پر دازاں ڈاک کے پاس وہ رسید بھیجی ائی انہوں نے کتاب دیکھ کر میرے آدمی سے کہہ دیا کہ سکندر راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب اس پارسل کی جواب دہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سن کر میں نے یوں مناسرب جانا کہ وہ رسید آپ کے پاس بھیجیوں آپ سکندر راؤ کے ڈاکخانہ میں بھیجا کر ان سے پارسل منگوالیں اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت میں ضرور نہیں والسلام *

(۱۱)

مخدوم زادہ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دعا ویشانہ قبول فرماویں آپ کا مع الخیر وہاں پہنچا اور بزرگوں کے قدیموس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو مصر صرہ
یوسف از مصر بکنتال آمد

تفرقہ اوقات و سفر اپور و شدت تموز مقفی اسکی ہوئی کہ ہنوز تمہا سے مسودات نہیں دیکھے گئے تا نزول باران رحمت الہی اور بھی چپکے بیٹھے رہوا اپنے ماموں صاحب کو نیاز مستعداً اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہنے گا اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت چٹکے اور شتیاق برے پہنچا یگا اور عرض کیجے گا کہ آرزوئے ویدار حد سے گذر گئی یا رب جب تک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ میں اور الزار الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور ان سے ہم کلام نہ ہوں میری روح کے قبض کا حکم نہ ہو لیکن اللہ میں تو جینے باقی ہیں اب کی محرم سے اس ذالحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے مستحق مگر جی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام شوق کیئے گا اور یہ پیام پہنچا یگا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے ویدار بقید مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ چودھری کا بھی ویدار مطلوب ہے مع
خواہش وصل مقدم ہے چونکہ کور نہیں

اُن کے اس خط کا جواب جو پرسوں مجھ کو پہنچا ہے موم جام میں لپیٹ کر پہنچے گا انشاء اللہ العزیز

چودھری عبدالغفور مراد کے نام

شاہ عالم کے نام

ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے جناب میر وزیر علی خاں صاحب لکھنؤ
 یہاں تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پر تاج کے فاصلہ پر چاندنی چوک قلعہ قطب الدین
 سوڈاگر کی جیل میں اترے ہیں مرنی صاحب کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی
 مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں لیکن ہنوز قائم مقام
 ہیں وہ صاحب جس کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سپاٹو گیا ہے ایک دن فقیر بھی اُن کے
 مکان پر چلا گیا تھا حسن صورت اور حسن سیرت دونوں میں جمع ہیں آنکھیں اُن کے حسین
 صورت سے روشن ہو گئیں اور دل اُن کے حسن سیرت سے خوش ہو گیا وہ خاک پاک کلام
 میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا ۵

(۱۲)

شفیق کرم مظہر لطف و کرم جناب چوہدری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض
 کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا بیخ و تشویش مٹایا میری خدمت مقبول ہوئی خوشی
 حصول ہوتی میرا داد علی شاہ کو میری دعا کننا ان کا باپ میرا بڑا یا ر تھا میری طرف سے
 خاطر جمع کرو دیجئے گا کہ سیل اچھی نکل آئی ہے چوہدری صاحب کے ذریعہ جو کچھ بھیجا ہو گا بھجواؤں گا
 جناب چوہدری صاحب آج کا میرا خط کا سہ گدا لئی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ
 مولوی محمد باقر دہلوی کے مطبع سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلا کرتا تھا۔ سنی بدہلی
 اردو اخبار بعض اشخاص سین ما ضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں۔ اگر احیاناً آپ کے یہاں
 یا کسی آپ کے دوست کے یہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے
 کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق
 کے دو سکے اُس کے نام کے حکمران ذکر کرنے کا ذکر مندرج ہوئے تکلف وہ اخبار چھاپہ
 کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیئے آپ کو معلوم ہے کہ اکتوبر کی ساتویں تاریخ ۱۸۳۷ء
 میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اُسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہہ کر گزارے
 ہیں احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لئے جائیں یہاں تک کہ میری طرف سے
 ابرام ہے کہ اگر یہ مثل کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو اور آپ کو اُس پر علم ہو

چوہدری صاحب اللہ نورتم و در کے نام

تو وہاں سے منگو کر بھیجے والسلام مع الاکرام

(۱۱۳)

شفیق میرے عنایت فرما میرے تمہاری مہربانی کا شکر بجالاتا ہوں نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی طرف سے ظہور میں آئی میں نے کلکتہ میں متمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے آپ بھی اب فکر نہ کیجئے اگر کہیں سے آپ کے پاس آجائے تو مجھ کو بھیج دیجئے میرے پاس آئیگا تو میں تم کو اطلاع دید ونگا عنایت الہی کا کون شخص مشتاق نہ ہو گا۔ اسکی پرسش زائد میں غایت نگزاری کو حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیج دیں میرا سلام اور یہ پیام کہد کیجئے گا۔ صاحب تم نے ہمارے پیرو مشد کو ہم پر خفا کر دیا بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں کبھی تم کو فرما دیں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا بہر حال میرا سلام نیاز عرض کیجئے اور ان کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھئے اور یہ بھی لکھئے کہ اگر خدا نخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہیں۔ تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام نیاز پہنچائیگا۔ اور مولانا عطا کو سلام شوق کیئے۔

(۱۱۴)

میرے شفیق دلی چہ دہری عبد الغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے دیکھو میرے حواس کا اب یہ عالم ہو گیا ہے کہ تمہارے نام کی جگہ تمہارے چچا صاحب کا نام لکھتا تھا اسی طریق سابق کے خط میں سرنامہ پر لکھ گیا ہونگا ہریت

ہمارا پیشہ جو انے کے غالبش نامند کنون بین کہ چرخن میچکہ زلفش
جو خطوط کے آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں ان کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دلنشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی استاد کہتا ہے ہریت
تبدستان قسمت را چو سود از ہر کمال کہ خضر از آب حیوان تشہعی آرد سکن در
وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئیگا میں اپنے خدا سے امید دار ہوں کہ میرا کام بغیر اسکے
کل جائیگا نہ چہرہ میرا کلام کیا نظم کیا نشر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس
فرام نہیں ہوا دو چار دستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کر لیا

کرتے تھے سوان کے لاکھوں روپیہ کے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپے کے کونٹ خانہ بھی گئے اس میں وہ مجموعہ عمارت پریشان بھی غارت ہوئے میں خود اس مثنوی کے واسطے خون و جگر ہوں ہائے کیا چیز تھی پارسل میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے خدانے بچایا چونکہ اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا ازراہ احتیاط پارسل میں سے نکال لئے ۔

۱۵۔ شاہ عالم کے نام

مخدوم زادہ عالی شان مقدس دو دمان حضرت شاہ عالم اسن و امان عروشان و علم و عمر سے برغور دار ہیں ہمارے حضرت ہم بھول گئے ہاں سچ ہے ان کا لطف چودہری عبدالغفور صاحب کے جوہر و محنت کا عرض تھا جب جوہر نہ رہا تو عرض کہاں بہر حال جناب حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطر میں انہی نظر سے گذر جائیں چودہری عبدالغفور صاحب کو سلام کیئے گا اور یہ پوچھے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ بھیجنا میرا گناہ ہے یا اس کے سوا اور کوئی قصور ہے اگر وہی جرم ہو تو معاف کیجئے اور اگر کوئی اور جرم بھی ہے تو مجھے اطلاع دیجئے ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر بڑے سخی آپ کی طرف ہے آپ کا خط میرے نام کا اور اس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھولا ہوا آدمی خط لیکر گیا تھا دو بار جواب مانگنے کو گیا پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت نے لے میں نے اس کے جواب سے قطع نظر کی اپنی خدمتگداری کی آپ کو اطلاع دی کہ یائے تمہانی لکھ چکا تھا کہ ایک چہرہ اسی آیا اور اس نے خط تمہارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع ان کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۶ صفر اور ۲۵ رگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں باقی ان کے حالات ان کے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچائے گا۔ والسلام ۔

(۱۶)

جناب عالی چاچا ترجمہ ہندی ایک بار چہا کفایت کرتا ہے انواع انواع ہماری آپ کو

بول چال میں ہے لیکن تحریر میں درست نہیں جن پر فصاحت پر فرائض سے کیوں لکھا
 خطاب واحد غائب فقط شین ہے نہ اس میں اگر آخر لفظ یعنی ہائے انتہائی حرکت پر ہنشل غمزہ
 و چشمہ و خانہ و دانہ تو اس کو یوں لکھتے ہیں چشمہ اش غمزہ اش خانہ اش دانہ اش اور باقی اور
 سب الفاظ کا حرف آخر شین سے مل جاتا ہے خطاب واحد حاضر خطاب واحد غائب خطاب تکم
 ت ش م ہے الف کو یہاں کیا دخل اور وہ جو دیکھنی پوسہ یعنی جامع پر ہاں قاطع ات شام
 لکھتا ہے غلط کرتا ہے جہاں تم نے بھرا اپنے نام کے یہ اشعار لکھے ہیں

پریشان تر ز خویشم داستانی است
 وہاں ربط کلام جاتا رہا تھا۔ ایک جملہ فاضل کر دیا ہے یعنی بدیں اشعار زمزمہ سراسر تہ
 خبر اس کا تو صیغی کی ہے اور آگے تو نشر ہے اس کا فاعل وہی مصنف ہے۔ حضرت
 پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی خدمت عالی میں میرا سلام مسنون عرض کیجئے گا اور
 یہ عرض کیجئے گا کہ آپ کے منشور عطا کا جواب بالفراود آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔

۱۔ صاحب عالم کے نام

پیر و مرشد اس مطلع و حسن کو کیا سمجھوں اور اس کا شکر کیونکر بجالاؤں خدا کی بندہ نوازیوں
 ہیں کہ مجھ تنگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا کہو اتا ہے ظاہر میرے مقدر میں
 یہ سعادت عظمیٰ اتنی کہ میں اس دہائے عام میں جیتنا ہی رہا اللہ اللہ ایسے کشتی و سوغتی کو
 یوں بچایا اور پھر اس رتبہ کو پہنچایا کبھی عرض کو اپنا نشین قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو
 اپنا پائیں باغ قصہ کرتا ہوں واسطے خدا کے اور اشعار فرمائیے گا۔ ورنہ بندہ دعویٰ
 خدائی کرنے میں مجاہدانہ کرے گا۔ کتاب افادت آپ پنج آہنگ نسخہ لطیف تالیف شریف
 اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ امیر صاحب
 اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم میں تردد ہوں
 کہ آیا میرا قیاس مطابق واقع ہے یا نہیں ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب
 ان دونوں میں تردد باقی نہیں مہذبہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے اگر پنج آہنگ مطلوب ہے
 تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک نسخہ بھائی ہے تو اب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ وہ

میری نظم و نشر کو فراہم کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ مجمع نشرین اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانہ میں تھے وہ کتاب خانہ کہ ڈر کر عرض کرتا ہوں بیس ہزار کی مالیت کا ہو گا لٹ گیا ایک ورق نہیں رہا ہاں چھاپے کی پنچ آئینکین اب بھی بکتی ہیں اور معیوب باد و عیب ہیں ایک تو یہ کہ جو بعد از طباع از قسم نشر تحریر ہوا ہے وہ اس میں نہیں دوسرے یہ کہ کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نشر کو دی ہے کہ میراجی جانتا ہے اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغواق ہے بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ غلط سے خالی نہیں بہر حال اگر فرمایئے تو لیکر بھیج دوں مخدوم ہائے والا تبار میں پسلانام سمجھ میں نہیں آیا لنگر پہلے ان کی خدمت میں اور پھر حضرت سید مقبول عالم کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں :-

(۱۸)

مسیح مہرشفیق کو سلام پہنچے دونوں محسن بعد اصلاح پہنچتے ہیں منشاء اصلاح سمجھ لیجئے سید عالی نسب سرور والا حبیبیہ افتخار کام اور ابن اسے خطاب کے درخور نہ تھا مصرعہ ثالث اس کی جگہ رکھ دیا گیا دوسرے بند کی وہ طرح پر تجھیں ہے دونوں بے عیب ہیں اور مزید لطف کسی میں نہیں جن مصرعوں کو چاہو رہنے دو گزشت از افلاک و از افلاک گزشت ایک فارسی رہا اور ایک ہندی حضرت نے دونوں فارسی میں لکھے تھے ندامت فعل پر مترتب ہوا کرتی ہے ترجمہ اس کا پیشانی حضرت پر سفا کو ندامت کیوں ہو مگر خجالت اس کا ترجمہ شرمندگی آپ غور کیجئے کہ ندامت اور خجالت میں کتنا فرق ہے جہاں آپ نے غرق ریڑ نہ لکھا وہ محل خجالت کا تھا۔ آپ نے ندامت کیوں لکھا بہر حال وہ مصرعہ تو بدل گیا۔ لیکن اطلاع ضرور غلطی سے بفتح اول سکون ثانی یعنی قریب ہے اور تصویر کے خاکے کو بھی کتو ہیں اور بعضی آرائش دنیا بھی مجاز ہے مارد و طرز رویش بھی طرح ہے بفتح تین اس کا تفرق منظور رہا کہ نسیم تخلص اچھا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ نسیم مونث ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جرات اور وحشت اور ایسے بہت تخلص ہیں کہ وہ مونث ہیں بایں ہمہ اگر بدلا چاہیے تو اس کا ہوزن سلام و سلیم اور خیال بھی ہے اس میں سے جو پسند آئے آپ کے

عم عالی مقدار اور آپ کے بزرگ آموزگار کو میرا سلام پہنچے +

یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم کی طرف ہے پیر و مرشد کی خدمت میں سلام اور مرشد زادوں کی جناب میں دعائے طول عمر و دوام دولت پہنچا کر یہ عرض کرتا ہوں کہ واقعی حضرت شاہ عالم کا عنایت نامہ آیا تھا اور میں اس کا جواب بھیج چکا ہوں عجب ہے کہ حضرت کی تحریر میں جہاں ان کے خط کا ذکر تھا۔ وہاں میرے خط کا ذکر نہ تھا ان سطور کی تحریر کے بعد اپنے خط کا پہنچنا گمان نہیں کر سکتا میں اس میں ان کو یہاں کا حال لکھ چکا ہوں پنج آہنگ آپنی لی دیوان فارسی آپ کے پاس ہے مگر یوں سمجھئے کہ یہ دونوں ناتمام ہیں اور اب کہیں سے اس کا اتمام ممکن نہیں خیر جو کچھ ہے غنیمت ہے دستبند میں نے نذر کی ہے مہر نیم وز معلوم نہیں آپ کے پاس ہے یا نہیں خلاصہ یہ کہ شعر کو مجھ سے اور مجھ کو شعر سے ہرگز نسبت باقی نہیں رہی اس فتنہ و فساد کے بعد ایک قصیدہ یہ جو دستبند میں ہے اور ایک قصیدہ نواب لفظٹ گورنر بہادر و غریب و شمال کی طرح میں اور ایک قصیدہ نواب لفظٹ گورنر بہادر پنجاب کی طرح میں اور دو بیت کا ایک قطعہ اور ایک رباعی اس نظم کے سوا اگر کچھ لکھا ہو تو مجھ سے قسم لیجئے۔ قطعہ

بآدم زن بشیطان طوق لغت سپر دنداز رہ تکریم و تذلیل

ولیکن در اسیری طوق آدم گراں تر آما از طوق عزازیل

رباعی۔ دُنیا بیچ است و شادمانی غم بیچ است ہنگامہ شور و بزم ماتم بیچ است

دو دِل بیکے وہ کہ دو عالم بیچ است این نیز فرو گذار کین ہم بیچ است

اس داندگی کے دنوں میں چھاپہ کی برہان قاطع میرے پاس تھی اس کو میں دیکھا کرتا تھا ہزار لغت غلط ہر لفظ بیان لغو عبارت پوچھ اشارات پاور ہو میں نے سو دو سو لغت غلط لکھ کر ایک مجموعہ بنایا ہے اور قاطع برہاں اس کا نام رکھا ہے چھپوانے کا مقدور نہ تھا مسودہ کاتب سے صاف کر دیا ہے اگر کہو تو بہ سبیل مستعار بھیج دوں۔ تم اور چودھری صاحب اور جو اور سخن شناس اور منصف ہوں وہ اس کو دیکھیں اور پھر میری کتاب میرے پاس پہنچ جائے +

(۱۹)

میرے کرمفرما میرے شفیق سے
 شرط اسلام بود و رزش ایمان بالیقین اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان ہست
 آپ کے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر اس التماس پر ہے کہ میری طرف سے
 تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی۔ لیکن اغلب اور اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچا
 از روئے اضطرار واپس بھیجتا ہوں۔ واسطے خدا کے میرے پیرو مرشد کے ارشادات
 کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کر کر جلد بھیجے تاکہ مجھ بد نصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے
 کیا لکھا ہے جناب چودہری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام نیاز اُستاد شیخ
 عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام *

(۲۰)

میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے کل التنا کا پارسل پہنچا اور آج خط انشا کا نام
 بہارستان اور اب آپ کا تخلص سرور بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ بہارستان
 سرور اچھا نام ہے قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا کس واسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائیگا تو لطف
 زیادہ دیگا۔ اور اگر نہ پہنچے گا تو محل شکایت نہ ہوگا۔ رفع فتنہ و فساد اور بلا دین مسلم
 یہاں کوئی طرح اسائش کی نہیں ہے۔ اہل دہلی عموماً بڑے ہٹھ گئے یہ داغ ان کی جبین
 حال سے مٹ نہیں سکتا میں اموات میں مروہ شعر کیا کہوں گا۔ غزل کا ڈھنگ بھول گیا
 معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آوے رہا قصیدہ ممدوح کون ہے
 ہائے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے

اے دریا فنا نیست ممدوحی سزاوار مہیج اے دریا فنا نیست معشوقے سزاوار غزل
 گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر کرتا ہے اثر فیاں
 نہیں اور خلعت ریاست و دودمانی کا سات پارچہ اور تین رقم جغیہ سزیج والا ڈمروا دید
 مجھ کو ملا کرتا ہے اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں۔ دربار میں بلائے جانے کی
 توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صناعت شعرا و معناء و جوارح کا کام نہیں غزل

چاہئے و مانع چاہئے ذوق چاہئے امنگ چاہئے یہ سامان کہاں سے لاؤں جو شکر کھنڈ
 کیوں کہوں چونسٹھ برس کی عمر ولولہ شباب کہاں رعایت فن اس کے اسباب کہاں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ
 رَاجِعُوْنَ پیر و مرث کو سلام نیاز پہنچے کف انخضیب صحر جونی میں سے ایک صورت ہے
 اس کے طلوع کا حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں اختر شناسان ہند کو اس کا کچھ حال معلوم
 نہیں اور ان کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہو گا قبول و عاقبت طلوع منجملہ
 معضنین شری ہے۔ جیسے کتاں کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرہ سے افعی کا اندھا ہو جانا
 آصف دولہ نے افعی تلاش کر کر منگوایا اور قطعات زمرہ اس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر ظاہر
 نہ ہوا ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے رنگائے چاندنی میں پھیلانے مسکا بھی نہیں
 منجول آفتاب بجل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۲ پارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۱ کبھی ۲۲
 بھی آپڑتی ہے اس سے تجاوز نہیں رہا جامع وقت تاویل درست کرنا بے کتب فن مبلغ علم
 ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں بہت

ندام کہ گیتی چساں میرود چہ نیک و چہ بد در جہاں میرود
 میں تو اب روز و شب اس فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گذری اب دیکھئے موت کیسی ہو
 عمر پھر دیکھا کئے مرنے کی راہ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا
 میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے سکہ کا دار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا
 یا کوئی گراب کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں یہ دونوں سکے ایک ہی وقت میں کسے گئے
 ہیں۔ یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کھار گزاریں بادشاہ نے
 پسند کئے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معقدین میں تھے۔ انہوں نے دلی اردو اخبار
 میں یہ دونوں سکے چھاپے اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اس
 زمانہ مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے سنے ہیں اور ان کو یاد ہیں اب یہ دونوں سکے مکار
 کے نزدیک میرے کسے ہوئے اور گزارنے ہوئے ثابت ہوئے ہیں ہر حید قلم و
 ہنرمیں دلی اردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ دھبہ مجھ پر رہا پنشن بھی گئی
 اور وہ ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا۔ خیر جو کچھ ہو اچونکہ موافق رضا

آئی کے ہے اُس کا گلہ کیا ہے

چون جنبش سپہرِ فرمان داورست بیداد بنودا نچہ بجا آسان وید
یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بہ سبیل شکایت گویند رازِ ایا الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کہ ام حال خواہد بود کسی را کہ خدا از روئے فرض طلبد
و پیوستہ و زن نان خواہد و ملک الموت جان قصہ مختصر اب زیست بائیں مرگ ہے۔
قانع بہمان چودہری صاحب کی نشر کے اجزاء کے ساتھ بھیجا جائیگا بمقابلہ برہان قانع
منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل ازراہ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں
کو سلام سنوں اور دعائے افزونی عمر و دولت پہنچے

(۲۱)

میرے شفیق آپ کا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمہاری بخش کا دوسو سو میرے
دل سے مٹایا ایک قاعدہ آپ کو بتانا ہوں اگر اُس کو منظور کیجئے گا تو خطوط کے نہ پہنچے
کا احتمال اٹھ جائیگا اور رجسٹری کا دروسر جاتا رہیگا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی خط بیرنگ
بھیجا کیجئے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں اسٹامپ پیڑ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں اس
قاعدہ کا جیسا کہ میں واضح ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا پیش جاری
ہو گئی تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا بعد ادا کے قرض معیہ پہنچے اب ماہ ماہ
روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین مہینے ستمبر اکتوبر نومبر دسمبر کے دسمبر سے تین ماہ شامی
ہو جائے گی اُس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سیگڑا سالانہ عموماً وضع ہوا
کر لیا۔ اس حساب سے میرے حصہ میں اڑھائی روپیہ آیا ہے جس کے ساتھ رہیں گے کچھ
رام پور سے ماہ ماہ آتا ہے یہ دونوں آمدنی بلکہ خوش ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں
شہر ڈھرا ہے بڑے بڑے بازار نامی خاص بازار اور اود بازار اور خانم کا بازار
کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتہ بھی نہیں صاحب اکٹہ اور وکابین نہیں
بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا۔ اور وکان کہاں تھی برسات بھر میں نہیں سا آہستہ کھنہ
کی طرفیانی سے مکانات گر گئے غلہ گراں بے موت اڑاں ہے میوہ کے مولی نام

چودہری محمد الغفور لکھنؤ

بکتا ہے ماش کی وال آٹھ سیر باجرا۔ ۱۲ سیر گیوں ۱۳ سیر چنا ۱۶ سیر گھی ڈیڑھ سیر ترکاری
 منگی ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینہ جسے جاڑے کا دوار کہتے
 ہیں پانی گرم دھوپ تیز روزوں چلتی ہے جیٹھ اسارٹھ کی سی گرمی پڑتی ہے حضرت
 رفعت ورجت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ ہنگامی بالکما
 تمام عرض کرتا ہوں حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے میں نے مرشد زادہ
 کے خط میں کب اپنا عزم لکھایا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر
 سے اطلاع چاہتے ہیں آپ کی قدموسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ
 ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤنگا تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں
 اس کے وصول کی صورت ان سطروں سے جو آغاز مکتوب میں چودہری عبدالغفور صاحب
 کی خدمت میں لکھی گئی ہیں مدد وادشہ معلوم کر لیجئے گا لاگو بند پر شاہ صاحب ہنوز
 میرے پاس نہیں آئے۔ میں دنیا دار نہیں فقیر خاکسار ہوں تو اضع میری خواہ ہے انجلا
 مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہوا شاء اللہ العزیز وہ فقیر ہے
 راضی و خوشنود رہیں گے۔ جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد
 سلام نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے اب کی بار کے
 کبھی نہیں پہنچا اب ان سطور کو اپنا ذریعہ افتتاح سمجھا اور نوید مقدم مبارک سے بہت
 خوش ہوا یہ جو خانہ کوچی اور گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان اور اس کا
 بچ ہے یہ کسی نے خلافت واقع آپ سے کہا ہے میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر
 میں قلم خون کا شاد رہا ہوں دروازہ سے باہر قدم نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ نکالا گیا
 نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کائنات کی اور کیا نفس مطمئنہ بخشا
 جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا تنخواہ جس کو حضرت نے یومیہ لقب دیا ہے۔
 اس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہو گا۔ فقیر کو اپنا دورت و معتقد اور مشتاق تصور
 فرماتے رہئے گا۔ مرشد زادہ مرتضوی و دوستانہ سلام کو سلام و دعا ڈیٹی صاحب
 سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے ان کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں مجھ کو

افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام
کہیں گا۔ آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجئے گا۔
بنہ شاہ شہنازیم و نشا خان شہنا

(۲۲)

میرے مشفق چودہری عب العفو صاحب اپنے خط اور قصبہ بھیجنے کا مجھے کو
شکر گزار اور قصبہ سالیق کی بات تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرماویں اور
ان دونوں قصبوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں۔

نید و صلیم میرا ہستارہ شناس لکڑ ڈرفنگا ہے مگر در اختر من
تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض نصاب جامع مدایج جمع بزم وحدت کے
فرزندہ شمع مستغرق مشاہدہ شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب قاری صفات
کی طرف ہے اور یہ شعر افتتاح کلام ہے پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج بحث
معلوم ہونگی لکھی جاتی ہیں میں پانچ برس کا تھا کہ میرا پورا نو برس کا تھا کہ چچا مرا
اُس کی جاگیر کے عوض میرے اور میرے مٹرا کا حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب
احمد بخش خاں دہلی ہزار روپے سال مقرر ہوئے انہوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار
روپے سال اُس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپے سال میں نے
سرکار انگریزی میں غبن ظاہر کیا کہ لبرک صاحب بہادر رزیدنٹ دہلی اور اشتر لنگ
بہادر سکرتھو رزیدنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر رزیدنٹ معزول ہو گئے
سکرتھو برگ ناگاہ مر گئے بعد ایک زمانہ کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپے مہینہ مقرر
کیا۔ اُن کے دلی عہد نے چار سو روپے سال ولیعہد اس تقرر کے دو برس کے بعد مر گئے
واجد علی شاہ بادشاہ اودہ کی سرکار سے بصلہ حج گسٹری پانچ سو روپے سال مقرر ہوئے
وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جئے یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی
اور تباہی سلطنت دوہی برس میں ہوئی دہلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی۔ سات
برس بجھ کر روٹی دیکر بکڑی ایسے مربی کُش اور محن سوز کہاں پایا ہوتے ہیں اب جو

چودہری عب العفو کے نام

میں والی دکن کی طرف رجوع کروں یا اور ہے کہ متوسط یا مر جائے گا یا معزول ہو جائیگا اور اگرچہ دونوں امواقع نہ ہوتے تو کوشش اس کی ضائع ہو جائیگی اور والی شہر مجھ کو کچھ نہ ویگا اور اچانک اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائے گی اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائیں گے اسے خداوند بندہ پروریہ سب باتیں و فروعی اور واقعی ہیں اگر ان سے قطع نظر کر کے قصیدہ کا قصہ کروں قصہ تو کر سکتا ہوں تمام کون کرے گا سوائے ایک ملک کے وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے کوئی قوت باقی نہیں رہی کبھی جو سابق کی نظم و نشر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ شریک نہ کر لکھی تھی۔ تھو کیونکر یہ شعر کہے تھے۔ عبدالقادر بیدل کا یہ مصرعہ گویا میری زبان سے ہے مصرع

عالم ہمہ افسانہ مادار دو ماہر بیچ

پایان عمر ہے دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سو روپے رام پور کے ساٹھ روپے پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں گرائی اور ارزانی امور عامہ سے ہے دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں قافلہ کے قافلہ آدہ ریل ہیں دیکھو منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ماہ گذشتہ میں گذر گئے۔ مجھ میں قصیدہ لکھنے کی قدرت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو نہ بھیجیں۔ متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیشی پر کیا پیش آئے ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیوں جیوں گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون لا الہ الا اللہ ولا معبود الا اللہ ولا موجود الا اللہ کان اللہ ولم یکن مع شیعۃ و اللہ آمان لکما کان ۛ

(۲۳۳)

بہرحمد خداوند و نعمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے قبلہ روح و روان جناب صاحب عالم صاحب کوہنگی اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے اضمحلال قوی کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اٹھ بیٹھا ہوں ورنہ پڑا رہتا

چودھری عبد الغفور کے نام

ہوں جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ آج دوپہر کو میرے عزیز صاحب آئے میں بے گاہہ دہریں پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ اُن کو دیکھ کر اٹھا مصافحہ کیا انہوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ یہ سوں جاؤ نگار عرض کیا گیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لادیں خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لیجائیں وہ تشریف لے گئے میں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہے سچی میں کہا آؤ بیکار کیوں رہو خط کا جواب آج لکھ رکھو اُسٹھے کون بکس کھولے کون لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی۔ ادب مقتضی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو حضرت نسخہ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالہ ہوئے اٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں پر سوں تک آجائیں گے بعد اس کے اُس کے انطباع کی فکر ہوگی۔ جب وہ عزیمت امضا پذیر ہو جائیگی۔ حضرت کی نظر سے بھی شرف پائیگی۔ حضرت سید عالم کو نیاز خورشید عالم کو سلام چودہری صاحب کو نہ نیاز نہ سلام یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو مفرج روح سمجھتے تھے باتوں کا مزہ ملتا تھا خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی۔ وہ وظیفہ روحانی منقطع کیوں ہوا۔ صاحب یہ روش اچھی نہیں گاہ گاہ ارسال رسائل کا طور بنا ہے *

(۲۲)

حضرت چودہری صاحب عنایت نامہ سابق بیت
تھا تو خط پر نہ تھا جواب طلب کوئی اُس کا جواب کیا لکھتا
آج دوپہر کو یہ خط پہنچا آج ہی آخر روز جواب لکھ چھوڑتا ہوں کل صبح کو بشر حیات
ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ قاطع برہان کے مجلدات جو بموجب توفیق خریداری میری ملک ہیں
وہ اول جولائی میں میرے پاس اور اُن میں سے دو مجلد آخر جولائی میں آپ کے پاس
پہنچیں گی۔ ایک آپ رہنے دیں گے اور ایک پیرو مرشد کی نذر کریں انشاء اللہ العلی العظیم
شعر حجاز فیض تعلق معجہ کلکش نگر گر وود صمد سالارہ پیش نظر بادشاہاں
یہ شعر مولانا نواز الدین ٹھوڑی رحمۃ اللہ علیہ کا ممدوح کی خوشنویسی کی تعریف میں ہے۔

چودہری عبد الغفور کے نام

مبالغہ سرحد تبلیغ اور غلو کو پہنچ گیا ہے خلاصہ یہ کہ اس کا لکھا ہوا قطعہ یا کوئی عبارت سو برس کی راہ پر سے آدمی کو نظر آتا ہے و جب اس کی یہ کہ حرف بہت روشن اور صاف و جلی ہیں۔ اور چونکہ یہ امر بحسب عادت و عقل متنع ہے اس رو سے اس کو مجروح قلم کہا اور چونکہ مجروح عادت اور خرق عادت ایک امر ہے مسلمات جمہور میں سے پس منکر کو گنجائش انکار نہ رہی یہاں یہ خیال آئے گا کہ فیض تعلق بیکار رہتا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الہام ہے یعنی نگاہ کو از انجا کہ باصرہ مشتاق حسن ہے اس خط سے وہ تعلق بہم پہنچا ہے کہ اگر وہ خط سو برس کی راہ پر ہو تو بھی نگاہ اس سے متعلق رہتی ہے جیسے طائر کو اپنا آشیانہ اور مسافر کو اپنا وطن اور عاشق کو معشوق کا خروغال مسافت بعید۔ ہ سے پیش نظر رہتا ہے۔ چاہو ایک معلول کی وودعت سمجھو فیض تعلق مذکور اور حسن خط مقدر چاہو فیض تعلق کا اودعا کہو اور حسن خط جو تقدیر میں ہے اس کو سبب سمجھو تعلق کا اور موکہ جانو اودعا کا سند و دعویٰ کے واسطے دلیل موضوع ہے اودعا کو دلیل ضرور نہیں ہے ہاں اودعا پر تا کیہ طریقہ بلاغت ہے یہ لطافت معنوی خاص اس بزرگ کے حصہ میں آئی ہیں میں جانتا ہوں مشتری اور عطارد نے بلکہ ایک صورت پکڑی تھی اس کا اسم نور الدین تخلص ظہوری تھا۔ اللہ اعلم فرماتا ہے۔ شعر

مروت کردشہا بر تو سیر بام و در لازم نمی باشد چراغی خانائے بینوایاں را

ظہوری کا ممدوح اور معشوق ایک ہے یعنی سلطان جلیل القدر ابراہیم عادل شاہ بادشاہوں کے منظر بلند ہوتے ہیں اور کیا بعید ہے کہ رعایا ملازمین میں سے کچھ لوگ زیر قصر رہتے ہوں اس واسطے بادشاہ دن کو اس منظر بلند پر نہیں چڑھتا کہ مبادا رحیت یا ملازموں کی جو رو بیٹیاں نظر آئیں۔ رات کو ان کے گھرتا ایک ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بلند مکان پر چڑھا تو کچھ نظر نہ آئے گا یہ مح ہوئی عفت کی اور عفت ایک فضیلت ہے فضائل اربعہ میں سے اب ابہام کو سوچئے ممدوح نے راتوں کو کوٹھے پر چڑھنا اپنے اوپر لازم کیا ہے اس واسطے کہ ان کے گھروں میں چراغ نہیں اگر کسی کو کسی کپڑے میں پیوند لگانا یا کوئی چمچے کی چیز گانٹھنی یا کسی مریض کا تفحص حال منظور ہو تو وہ گھر اس ممدوح کے

پر تو جمال سے روشن ہو جائے چرخ کی حاجت باقی نہ رہے جو کام جو شخص چاہے وہ کرے
مروت کے لفظ کا مرہ و جہانی ہے سوائے اس لفظ کے کوئی لفظ یہاں کام نہیں آتا
اگر حفظ ناموس رعایا ہے تو مروت ہے اور اگر ان مفلسوں کی کار بر آری ہے تو مروت
ہے قالب معنی کی جان ہے ظہوری ناطقہ کی سرفرازی کا نشان ہے ظہوری زیادہ کیا لکھوں

(۲۵)

جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے اپنے اپنے منزل کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا
اگر پرومٹ بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا اور اگر اطلاع پاتا تو حصول صحت کی دعا کیونکر
مانگتا کل سے وقت خاص میں میں دعا مانگ رہا ہوں یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو
جاؤ گے ازاں بعد یہ خط پاؤ گے اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ کے بھیجنے کا
حکم بھیجتے ہیں اور ان میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہر نیمروز کی عبارت کو نہیں سمجھتے تو
ماہ نیم ماہ کو لیکر کیا کریں گے صاحب مہر نیمروز کے دیباچہ میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب
کا نام پر توستان ہے اور اس کی دو جلد ہیں پہلی جلد میں ابتدا خلقت عالم سے ہمایوں
کی سلطنت تک کا ذکر دوسرے حصہ میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان
پہلے حصہ کا نام مہر نیمروز دوسرے حصہ کا اسم ماہ نیم ماہ بارے پہلا حصہ تمام ہوا
چھاپا گیا جا بجا پہنچا قصہ تھا۔ جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تھر تک کا نام و
نشان مٹ گیا آئی فتر الکاؤ خور دو گاؤ راقصاں برد و قصاب در راہ مرد کتاب میں نے
لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجوں کہاں سے پیرو مرشد کو میری بندگی اور صاحبزادوں کو دعا
خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں اُن دنوں میں کہ دل
بھی تھا اور طاقت بھی تھی شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں
چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں اب وہ
دل کہاں سے لاؤں طاقت کہاں سے پاؤں نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنے
آموں کی گنجائش نہار نہ آم نہ کھاتا تھا کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا رات کو کچھ کھاتا ہی
نہیں جو کہوں بین الطعائیں آخر روز بعد ہضم مدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف و عجز ہر نا

چودھری محمد الغفور کے نام

ہوں اتنے آم کھاتا تھا۔ پیٹ اچھرجاتا تھا اور دم پریٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت
 ہوں مگر دس بارہ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات میریت
 دریغاً کہ عہد جوانی گزشت جوانی مگوزندگانی ہو و
 اس کے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا دیکھنا اس کے واسطے متحمل رنج سفر
 ہوں تو جاڑے میں نہ برسات میں مصرع
 اے وائے زحومی دیدار دگر بیچ

(۲۶)

بندہ پروردہت دن کے بعد پرسیوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اور کے اور نام
 آپ کا پایا دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا۔ خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن
 بخارنہ تپ لرزہ رنجور ہیں اللہ ضعف کی شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں خدا
 وہ دن دکھائے کہ تمہارا خط تمہارے دستخطی آئے سرنامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو خط
 پڑھ کر دینی مسرت ہو جب تک ایسا خط نہ آئے گا دل سودا زہ آرام نہ پائے گا قاصد ڈاک
 کی راہ دیکھتا رہو نگا جناب ایزدی میں سرگرم و عار ہوں گا۔ آپ کے عمر عالی مقدار اور
 بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوف اشتیاق و الواف احترام جناب چودہری صاحب
 اؤہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں ان کے کف پا مبارک
 سے ملیں میں سلام کرونگا تم معروف ہونا کہ غالب یہی ہے اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا
 طالب یہی ہے میں نے غم قدمبوسی کیا پیرو مرشد نے مجھے گلے لگا لیا فرماتے ہیں
 کہ غالب تو اچھا ہے عرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے ارشاد
 ہوا کہ لولوی سید برکات حسن تیری تعریف بہت کرتے رہتے ہیں جناب یہ ان کی خوبیاں
 ہیں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ کہتے ہیں کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے ضعف
 قوی و انحلال کہتے تاکہ میں ان کے کلام کی تصدیق کرتا ان کی غنجواری اور درو منہ
 نوازی کا دم بھرتا۔ شعر
 اگر کشش ضعفم نگلسد رواں از تن ایک من نمی میرم ہر زمانا تو اینہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا یارنگ نکالا بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمین پر سے اٹھاؤں حضرت سچ تو یوں ہے کہ غمہائے روزگار نے مجھے کو گھیر لیا ہے سانس نہیں لے سکتا اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سوطح سے خیال میں آئی پر دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی اب دو یا تین سو چاہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں یوں ہی رویا کرونگا۔ دوسری یہ کہ آخر ایک نہ ایک دن مروں گا یہ صغریٰ اور کبریٰ دلنشین ہے نتیجہ اس کا تسکین ہے بہیات شعر

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید نانا امید ہی اس کی دیکھا چاہیئے
اجی حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام لیجئے کاغذ باقی نہیں رہا اپنے سب بھائیوں
کو مع وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجئے

(۲۷)

جناب چودہری صاحب سیاہی پھیلکی کاغذ پتلا پیرو مرشد کی عبارت یک طرف
آپ کی تحریر بھی مغشوش ہو گئی بہرا ہو گیا ہوں مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے تمہاری عبارت
کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوا
سعادت تو ام عالم شاہ کے اگر پڑھا گیا ہو تو نویدے پھوٹیں ایمان نصیب نہ ہو وہ
خط بدستور آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں اردلی سفیر کاغذ پر حرف بحرف اس کی
نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیئے تاکہ اس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں
لیکن بہت جلد آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہیں۔ الحمد للہ
جناب ممتاز علی خاں صاحب کہاں اوسار ہر وہ کہاں بہر حال میرا سلام

(۲۸)

چودہری صاحب مشفق مکر م میرا سلام آپ کا خط کہ سوائے چند سطر کے جو تم
نے لکھی تھی سراسر حضرت صاحب کا دستخطی تھا۔ پنجا بھان اٹھ حضرت کو کس قدر
محبت ہے تمہارے ساتھ تمہاری ناسازی مزاج کا کیسا ملال اور تمہارے نہ دیکھنے

چودہری صاحب الغفور کے نام

چودہری صاحب الغفور کے نام

کا کیا سچ ہے سچ یوں ہے کہ تم خواہاں روز گاریں سے ہو تو قیام قبول اہل نظر کا حاصل ہونا
آسان نہیں ہے سلامت رہو خوش رہو مختصر

کارتہ بھجان جملہ چنان باد کہ خواہی

اب روئے سخن حضرت صاحب عالم کی طرف ہے خدمت خدام مخدوم خادم نواز
میں تسلیم معروض ہے تفقہ نامہ نامی میں صورت عورت و شرف نظر آئی اللہ تم نے
میری نظر میں میری آبر و بڑھائی حضرت کی قدردانی کی کیا بات ہے آپ کا ملقات
موجب مباحات ہے یہ بات بطریق طے لسان زبان پر آئی ہے ورنہ قدردانی کیسی یہ
قدردانی ہے نظیری علیہ الرحمۃ کا ایک شعر کاغذ پر لکھ کر میرے گئے میں ڈال دیجئے
اور زمرہ شعرائں سے مجھ کو نکال دیجئے شعر یہ ہے شعر

جو ہر نیش من درتہ زنگار بمسند آنکہ آئینہ من ساخت نہروخت دین

دعویٰ اور چیز ہے اور کمال اور ہے علم عربی اور شے ہے اور فارسی کی حقیقت حال اور
ہے جلالائے طباطبائی رحمۃ اللہ علیہ نے شیدائے ہندی کو ایک رقعہ لکھا عبارت
اس وقت یاد نہیں آتی مگر یہ مضمون اس کا ہے کہ دن مولانا نے عرفی علیہ الرحمۃ اور
ابوالفضل میں مباحثہ ہوا شیخ نے عرفی سے کہا کہ ہم نے تحقیق کو بسرحاد افراد پہنچا دیا اور
فارسی میں خوب کمال پایا کیا عرفی نے کہا کہ اس کو کیا کر گئے کہ ہم نے جب سے ہوش
سنبھالا ہے گھر کے بڑھوں سے اور بڑھویوں سے جو بات سنی فارسی میں سنی شیخ گفت
ما فارسی از انوری و خاقانی مرا گرفتہ ایم و شما از پیرزلاں آموختہ آید عرفی فرمود انوری
و خاقانی نیز از پیرزنان آموختہ باشد ختم غالب کتاب ہے کہ ہندوستان کے سخنوروں
میں حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمۃ کے سوا کوئی استاد مسلم الثبوت نہیں ہوا خسرو کچھ خسرو
دقلم و سخن طرازی ہے یا ہم چشم نظامی گنجوی و ہم طرح سعدی شیرازی سے خیر فیضی بھی
نظر کوئی نہیں شہور ہے کلام اس کا پسندیدہ جمہور ہے دیکھو عبد القادر کیا لکھتا ہے
شے سپاہی فالیر آرزو تغیر اور رشید اور بہار وغیرہم انہیں میں آگئے ناصر علی اور بیدل
اور غنیمت ان کی فامی کیا ہر ایک کا کلام بنظر انصاف دیکھئے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا منت

اور مکیں اور واقف اور قتیل یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا نام لیجئے ان حضرات میں
عالم علوم عربیہ کے شخص میں خیر ہوں فاصل کہلائیں کلام میں ان کے مزاکمہ ایرانیوں
کی سی اداکماں فارسی کی قاعدہ دانی میں اگر کلام ہے اس میں پیر دی قیاس ایک بلائے
عام ہے وارستہ سیالکوٹی نے خان آرزو کی تحقیق پر سو جگہ اعتراض کیا ہے اور ہر اعتراض
بجائے بایں ہمہ وہ بھی جہاں اپنے قیاس پر جاتا ہے منہ کی کھاتا ہے مولوی احسان اللہ
ممتاز کو صنائع لفظی میں دستگاہ اچھی اس شیوہ و روش کو خوب برت گئے۔ فارسی
وہ کیا جانیں قاضی محمد صادق اختر عالم ہوں گے شاعری سے ان کو کیا علاقہ ایک
بات حضرت کو اور معلوم رہے کہ ہندی فارسی والوں نے کمال کو ہم میں منحصر رکھا ہے
کاپی کے خواب زادوں میں سے ایک صاحب قتیل کے شاگرد تھے میں نے ایک رقعہ قتیل
کاٹن کے نام دیکھا ہے کہ قتیل ان کو لکھتا ہے کہ جامہ گزاشتن بمعنی مروں مسلم لیکن بہت
احتیاط کیا کرو موقعہ دیکھ لیا کرو۔ جب لکھا کرو میں کہتا ہوں کہ احتیاط کیا اور موقع کیا
فلان مرد بہاں جامہ گزاشت پھر وہ کہتا ہے کہ کہہ کے سوائے پانچ سات لفظ کے
اور لفظ کو ترکیب نہ دو پھر فرماتا ہے کہ ہمہ کے لفظ کو جمع کے ساتھ لاؤ مفرد سے نہ ملاؤ
نقل میں نے دستبنو میں لکھا ہے کہ ہمہ کس داند ایک شخص نے کہ وہ بھی مولوی کہلاتا
ہے میری غیبت میں کہا کہ ہمہ کس داند کیا ترکیبے ایک لڑکا میرا شاگرد وہاں موجود
تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ ترکیب یعنی صائب کی ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے شعر
ہمہ کس طالب آں سرورواں ست اینجا آب حیواں ز نفس سوختگاں ست اینجا
اُس نے کہا کہ تمہارا استاد حاش اللہ کو ماقبل منفی لایا ہے اور یہ جائز نہیں
حاش اللہ کہ بدنی گویم

مصرع

میرے شاگرد نے کہا کہ یہ ترکیب انوری کی ہے

حاش اللہ نہ مرا بلکہ ملک را نبود باسگ کوئی تو ایں ہرزہ دیا را و مجال

مولوی ہدایت علی تمکین کا آج میں نے نام نہیں سنا تھا۔ چھپے ہوئے رستم ہیں
صائب اگرچہ اصفہانی نرزد تھا مگر وار و شاہجہان آباد تھا۔ انتقام کشیدن و انتقام

گرفتند دونوں بول گیا مولوی صاحب رچ فارسی بولتے ہیں لاجول ولاقوة الا بالشد کلیم بر وزن فعیل صیغہ اسم فاعل ہے مثل کریم ورجیم دبشیر وسمیع و بصیر و کلیم اسمائے الہی ہیں کلیم اگر لکھیں ہم کلام لیجئے تو اسم الہی اس کو کیونکر قرار دیجئے حضرت کا مصرعہ مصرع

ہست کلامی ز کلام کلیم مخدوش

البتہ ہے یعنی یا کلمہ از کلام کلیم یا کلامی از کلمات کلیم چاہئے کلامی از کلام مفرد میں سے مفرد کو نکالا چاہئے گو جائز نہ ہو گو باش و باش ہرگز محل تردد نہیں اوہام و وسوس اس قواعد میں پیش نہیں جاتے۔ مصرع

اے کریمے کہ از خزانہ مغیب

ہرگز یائے معروف نہیں ہے یائے مجہول ہے۔ یائے یہاں نامقبول ہے مصرع
خدائے کہ بالادست آفرید

ایسا خدا ایسا کریم اس تحتانی کو یائے وحدت کہو یائے توصیف کہو یائے تعظیم کہو جس طرح کہو مجہول آئے گی ۔

(۲۹)

بندہ پر درپرسوں تمہارا خط آیا آج لکھ رہا ہوں کل ڈاک میں بھیجاؤنگا میرا حال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہ ہی میرا رنگ ہے ثبور و اورام مرض خاص اور رنج عام یہ ایک اجمال دوسرا اجمال سنو کہ میدہ بھر سے صاحب فراش ہوں صبح سے شام تک شام سے صبح تک پلنگ پر پڑا رہتا ہوں مجلس رائے اگر دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امرکان چو جا سکوں صبح کو نہ بجے کھانا یہیں آجاتا ہے پلنگ پر سے کھسٹ پڑا ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا پھر ہاتھ دھوئے کٹی کی پلنگ پر جا پڑا پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے اٹھا اور حاجتی میں پیشاب کیا اور پڑا رہا مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے اس صاحب فراموش ہونے کو دیکھو اور دم بدم تقاضائے بول کو دیکھو پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک بار جاتا ہوں مگر صعوبت کو تصور کرو ایک پھوٹا وائیں پنچے میں جس کو ساعد کہتے ہیں دو پھوٹے بایں پنچے میں یہ سہل میں بایں پاؤں

میں کف و پاؤ پست پا سے لیکر آدھی پنٹلی تک ورم اور ورم بھی سخت فالات و رادعات
 کچھ نہ ہوا۔ اب تجویز ہے کہ زیب کا بھڑتا باندھے جب پکے پھوٹے تب مرہم لگائیے کہو
 جب کف پا میں جراحت کا عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں
 مجل اور جہ ہے میرا قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پیرو مرشد صاحب عالم مجھ سے آزر وہ ہے
 اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس رقعہ میں ایک میزان
 عرض کرتا ہوں حضرت صاحب ان صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتل و
 واقف سے لیکر بیدل نا صر علی تک اس میزان میں تولیں میزان یہ ہے رود کی فردوسی
 سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری و غیرہ ہم تک ایک گروہ ان حضرات کا کلام مختصر ہے
 تفاوت سے ایک وضع پر ہے پھر حضرت سعدی طرز خاص کے موجد ہوئے سعدی و
 جامی و ہللی یہ اشخاص متعین و نہیں فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیا المائے
 نازک و معانی بلند اس شیوہ کی تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوحی نے سبحان امت
 قالب سخن میں جان پڑ گئی اس روش کو بعد اس کے صاحبان طبع نے سلامت کا چرچا دیا
 صاحب و کلیم و سلیم و قاسمی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں رودکی و اسدی و فردوسی یہ
 شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے سبب مہمل منتع ہونے کے
 رواج نہ پایا فغانی کا انداز پھیلا اور اس میں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے تو اب
 طرز میں تین ٹھہری ہیں خاقانی اس کے اقران ظہوری اس کے امثال صائب اس کے
 نظائر خالصات ممتاز و اختر و غیرہ ہم کا کلام ان تین طرزوں میں سے کس طرز پر ہے
 بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے پس تو ہم نے جانا کہ یہ طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب
 طرز ہے اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے ہندی ہے دار الضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے
 نمکسال باہر ہے داد داد انصاف انصاف نظم

اگرچہ شاعران لغز گفتار	ز ایک جام اندور بزم سخن مست
و لے بابادہ بعضے حریفان	نمسا چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار این قوم	ورائے شاعری چیزے ذکر ہست

وہ چیز اگر حقے میں پارسیوں کے آئی ہے ہاں اُردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے مرتضیٰ علیہ الرحمۃ بیت

بدنام ہو گئے جانے بھی دو امتحان کو رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا
اب تجھ سے طلب ہو سے کی گیند ماکوں ہے تو نادان مگر اتنا بھی بد آموز نہیں
تم مرے پاس ہو تے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
ناخ کے ہاں کمتر آتش کے ہاں بیشتر نشتر ہیں مگر مجھے آپ کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا
یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہوں دم بدم پاؤں کے دم کی ٹیس اڑاے دیتی ہے اٹلشد
وَاَنَا الیہ راجعون بد

(۱۰۳)

ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفاظہ جناب چودہری عبدالغفور صاحب کے نام کا ہو گا
پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیرو مشد کی نظر سے گزرائیں پھر مرشد زاوہ شاہ عالم صاحب
کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں ثبور اور ام میں لپڑنا
ہوں برس دن میں او جلع سے سستے سستے روح تحلیل ہو گئی نشست و برخاست کی طاقت
نہ رہی اور پھوٹے تو خیر مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوٹے ہیں
کھڑا ہو اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرائے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں بائیں پاؤں پر دم
کھپ پائے جہاں وہ پھوٹا ہے پنڈلی تک دم ہے رات دن پڑا ہوتا ہوں پلنگے
پاس حاجتی لگی رہتی ہے کھل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا اسی صورت سے روٹی
کھاتا ہوں اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں دو خط
چودہری صاحب کے آئے اور ایک شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے
جواب نہ لکھ سکا آج اپنے کو طعنہ دیکر مرو بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی چودہری صاحب کو سلام
شاہ عالم صاحب کو حضرت صاحب کو بندگی +

چودہری عبدالغفور کے نام

(۳۱)

آپا جناب نشی ممتاز علی خان صاحب مارہرہ پنچے صاحب یہ تو سیلح گیتی نور دہانی مخدوم
 جہانیاں جہاں گرد ہیں بہر حال آپ نے دیباچہ بہت اچھا لکھا ہے کتاب کو اس سے رونق ہو جائیگی
 نظم میں وہ پایہ بلند کہ شعری ان کے شعر پر لائی انجم شمار کرے خود بلا گردان ہو بولی سما ہر صرغہ
 پر دل بھان و ارے صدقہ قربان ہو وار کرے (معنی حملہ کرے کے ہے) اور وہ جو آپ کا مقصود
 ہے ان معنوں میں دارنا اور واسے آیا ہے نہ وار کرنا اور وار کرے آپ کو یاد ہو گا۔ کہ چند
 سطریں میں نے ہزار دشواری لکھ کر تمہیں بھیجی تھیں۔ خواہش یہ تھی کہ یہی سطر میں میرے
 مخدوم اور مخدوم زادہ کی نظر سے گزر جائیں۔ آج ایک خط میں نے پیرو مرشد کا اور
 پایا۔ وہ بھی نہیں پڑھا مگر شاہ عالم صاحب اس خط کی پشت پر لکھتے ہیں کہ تو نے
 میرے خط کا جواب نہیں لکھا حالانکہ میں ان سطروں میں یہ لکھ چکا ہوں کہ نہ مجھے
 تحریر کی طاقت نہ اصلاح کی ہوش ایک بات کو دس دس بار کیا لکھوں اب میرا
 انجام کار دو طرح پر متصور ہے یا صحت یا مرگ پہلی صیرت میں خود اطلاع دوں گا۔
 دوسری صورت میں سب احباب خارج سے سن لیں گے یہ سطر میں لیٹے لیٹے لکھی ہیں

دوسری فصل

(۳۲)

نواب نورالدولہ سعد الدین خاں بہادر شفق کے نام
 قبلہ حاجات تصدیہ دوبارہ پنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اس کو
 ایک اور دو ورقے پر لکھوایا اور حضور میں گزارنا اور اپنی تمنائے دیرینہ حاصل کی
 یعنی دستخط خاص شہل اطہار خوشنودی طبع اقدس پر ہو گئے احترام اللہ بہادر میرے
 ہمزبان اور آپ کے شاخاں رہے گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں۔ ہم
 بطریق کسرہ اصفانی اور بسبیل کسرہ توحیدی پر دروگہا اس بزرگوار کو سلامت رکھے
 قدر دان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات ایک نام موقر اور معزز

جیسے الفرب خواہ مخواہ مرد آدمی آپ جلنٹے بھی ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم فرومایہ رامپور
 کارہنے والا فارسی سے نا آشنا محض اور صرف دخنیں ناتمام انشا خلیفہ و منشآت
 مادصورام کا پڑھانے والا چنانچہ دیا چہ میں اپنا ماغذ بھی اُس نے خلیفہ شاہ محمد و
 مادصورام و غنیمت قتیل کے کلام کو لکھا ہے یہ لوگ راہ سخن کے غول ہیں آدمی کے
 گمراہ کرنے والے یہ فارسی کو کیا جانیں ہا طبع موزون رکھتے تھے شعر کہتے تھے۔ شعر
 ہرزہ مشتاب دیئے جاوہ شناساں بردار لے کے در سخن چوں تو ہزار آمد و رفت
 میرا دل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزو مند ہوں میرا ایک بھائی ماموں کا
 بیٹا کہ وہ نواب ذو الفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور سن نشین حال کا چچا
 تھا۔ اور وہ میرا ہمیشہ بھی تھا یعنی میں نے اپنی مومانی کا اور اُس نے اپنی پھوپھی کا دودھ
 پیا تھا۔ وہ باعث ہوا تھا۔ میرے باندہ بونیل کھنڈ آنے کا۔ میں نے سب سامان سفر
 کر لیا ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدار یا قصہ یہ تھا کہ فتحپور تک ڈاک میں جاؤنگا وہاں سے
 نواب علی بہادر کے یہاں کی سواری میں باندے جا کر ہفتہ بھر کر کاپلی ہوتا ہوا آپ
 کے قدم دیکھتا ہوا ببیل ڈاک دلی چلا آؤں گا۔ ناگاہ حضور والد بیمار ہو گئے اور
 مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا اور رنگ خاں میرا
 بھائی مر گیا مصرع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

واشد وہ سفر اگر چہ بھائی کی استرا عا سے تھا۔ مگر میں نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار
 کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجئے گا۔ میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کرنے
 کو چاہا اس واسطے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا ہ

(۳۳)

پیر و مرشد اگر میں نے امید گاہ از راہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید
 بیت درخسنگی پوزش از من مجوئے بوہندہ خستہ گسٹخ گوئے
 اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب میں قصیدے کی تحسین نہیں سکا۔

نواب اللہ اللہ اللہ

بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محذور ہوں کہ سولے احترام الہ و لہ کے کوئی سخندان نہیں میں جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ گویا آپ اپنے پراسان کرتا ہوں
 مصراع وائے برجان سخن گر بہ سخنداں نہ رسد

افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس مجھ جیسے اور اس ٹوٹے دل اور مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں لو اب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ زور سخن گستری کا ایک لکڑ باقی ہے بے تال اور بے فکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں۔ ورنہ فکر صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بقول مرزا عبد القادر
 شعر حمد ہاد خور تو انا نیست ضعف یکسر فراغ میخواید

مگر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجئے کہ کیا کھو و ا جائے گا مہدی حسین خان مہدی حسین خان بہادر لکھ رہا ہوں صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا یاد پڑتا ہے۔ کہ ننگینہ وہاں سے بھیجئے کو آپ نے لکھا سو اب میں مکرر بخوالا ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ننگینہ بھیجئے گا یا یہاں خریدا جائیگا اور نقش ننگین کیا ہو گا تاکہ شمار و ف کا مجھ کو یاد رہے۔ اب جب آپ مجھ کو لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا بھیجنا تقریباً معلوم ہوا یعنی ان کی طرف سے آپ نے مجھ کو سلام لکھا ہے سو میں بھی ان کی خدمت میں بندگی اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں
 زیادہ حد ادب

(۲۴)

پیر و مرشد حضور کا توفیق خاص اور آپ کا لوازشا مہدیہ دونوں حرز باز و ایک دن اور ایک وقت پہنچے توفیق کا جواب دوچار دن میں لکھوں گا ناسازی مزاج مبارک موجب تشویش و طال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف لیکن تسکین خاطر منحصر اس میں ہے۔ کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرماتے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں مجھے روپیہ کی ہنڈی پہنچی اس کا بھی حال سابق ہنڈی کا سا ہے یعنی سا ہو کار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے سا ہو کار کی اجازت نہیں آئی جو

ذات انوار الہیہ کے نام

ہم روپیہ دیں اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساتھ کار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجیں تو
 مناسب ہے صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میری ملک میں سے میرے پاس تھی وہ میں اپنی
 طرف سے بہ سبیل ارمغان آپ کو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو اب میں حضرت سے باتیں کر چکا خط
 کو سرنامہ لکھ کر کمار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل لکھ
 بی رنگ روانہ کرونگا پیش گاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے عرضداشت بعد اس کے
 پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میرا محبہ علی صاحب کو سلام نیا از جناب منشی
 نادر حسین خان صاحب کو سلام +

(۳۵)

پیر و مرشد آداب مزاج مقدس میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پر شش کا شکر بجا لاتا
 ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے ایک فصیح بانیس
 منصف چار سہل کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے با سے آفتاب عقرب میں آگیا پانی برف
 ہو گیا ہے کابل و کشمیر کامیوہ کہنے لگا ہے یہ ضعف ضعیف تھوٹ تو نہیں کہ ایسے ایسے
 امورش کو زائل نہ کر سکیں غزلوں کو برسوں پر پڑ رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں شاید میرا شہوہ نہیں ہے
 جو ان غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے۔ وہ مجھ سے سن لیجئے احماد میرے داد دینے
 کی داد دیجئے مولانا قلق نے تقدیر میں یعنی امیر خسرو و سعدی و جانی کی روش کو سرحد
 کمال کو پہنچایا ہے۔ اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا لاشی اور مولانا عسکری تافہین
 یعنی صاحب سب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف اور مقلق سے گھبرا
 ہوں تو مجھ کو ایمان انصیب نہ ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کے واسطے مجھ
 سے فرماتے ہیں۔ یہ آپ میری آبر و بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بیجا ہو یا کوئی لفظ ناروا
 ہو تو میں بجا لاؤں زیادہ حد ادب +

(۳۶)

قبلہ و کعبہ کیا لکھوں امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے
 ہے کیونکر ہو سکے کہ ایک وقت میں ایک امر خاص موجب الشرح کا بھی ہو اور باعث

نواب انوار الدولہ کے نام

نواب انوار الدولہ کے نام

انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور
 غمگین بھی ہوا سبحان اللہ اکثر امور میں تم کو اپنا ہم طالع پاتا ہوں عزیزوں کی ستم کشی اور
 رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہم قوم تو سراسر قلم و ہنر میں نہیں سمرقند میں دو چار یادداشت
 خفیہ قاتی میں سود و سود ہوں گے مگر مال اقربا سے پانچ برس کی عمر سے ان کے دام میں
 اسیر ہوں اکسٹھ برس ستم اٹھائے ہیں شہر

گرد ہم شرح ستمائے عزیزان غالب رسم امیر ہمانا و جہساں بر خیزد
 نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد دے سکتا ہوں ادا اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں
 ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے بہت

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا
 یہ بھی تو پوچھو کہ آپ کے خط کا جواب اتنی جلد کیوں لکھا یعنی کم و بیش مہینہ بھر کے بعد کیا
 کروں شاہ اسرار الحق کو آپ کا اور حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھیجا دیا ہفتہ کے
 بعد جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے جواب
 آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیج دوں گا اس واقعہ کو قریب دو ہفتہ کے
 عرصہ ہوا ناچار ان کے جواب سے قطع نظر کہ آپ کو یہ چند سطریں کہیں شہر
 از خون دل نوشتن نزدیک موت نامہ اتنی زاری و صراحتی صبر کائنات

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کیلئے گا اور یہ خط ان کو پڑھوا دیجئے گا جناب منشی ناچرین
 خاں صاحب کو میرا سلام پہنچے اگرچہ آپ مبتلائے پنج و الم ہیں مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ
 انوار الدولہ کے ہمدرد ہو مورد ستمائے روزگار ہونا شرافت والے ہونے کی دلیل ہے
 ساطع اور برہان ہے قاطع حضرت بہت دن سے جناب میرا نجد علی صاحب کا کچھ حال
 معلوم نہیں ہوا ان کے شخص نے مجھ کو حیران کر رکھا ہے یعنی قلع میں مبتلا ہوں آپ ان کا
 حال دیکھئے خواجہ اسماعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح ہیں سنئے قبلہ من میں تو آپ سے
 شاہ نور الحق کے خط کا طالب نہیں ہوں کہ آپ ان کے خط حاصل ہونے کے انتظار میں مجھ کو
 خط نہ لکھ سکیں مگر سہ ہوں تاکہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں ۴

(۳۷)

ناوک بیدار کا ہدف پیر خرف یعنی غالب آداب بجا لاتا ہے تو از شنامہ کو دیکھ کر جانا کہ
میں نے کمرے چن کے شعر پر خط بطلان کھینچ دیا یہ تو کوئی گمان نہ کر سکا کہ میں لکھ کر مرنے نہیں
جانتا مہذا اوہاں پہلے مصرعہ میں اگر بعضی لکھ کر بند فرض کیجئے تو بھی تو شعر کاٹ ڈالنے کے قابل
نہیں قصہ کر کے بیٹھا تھا کہ اس شعر پر ہمداد کروں گا خراجا جانے قلم سے خط کیوں کھینچ گیا اب اس
بجا نہیں حافظ رہا نہیں اکثر الفاظ بے قصہ لکھ جاتا ہوں ستر برس کی عمر ہوئی کہاں تک
حرافت نہ آئے اس شعر کا گنگار اور حضرت شمسار ہوں معاف کیجئے زیادہ حد آداب

(۳۸)

کیوں کر کہوں میں دیوانہ نہیں ہوں ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا
ہوں واہ کیا ہوشمندی ہے کہ قبلہ آداب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی
نہ تسلیم سن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحبت نہ بن آئی ایا خود بخود بشناس مانا کہ
تو نے کئی برس کے بعد رات کو دونوں بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر
رہا ہوں۔ مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج
کی خبر لوچھ پھر عنایت نامہ کے آنے کا شکر ادا کر اور یہ کہہ کر کہ جو میں تصور کر رہا تھا وہ ہوا
یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا اسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت
ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے شعر
گرمی از آب بروں رفت و حرارت نہوا محل مہر جساں تاب بمیزان آمد

اگر صرف تبرید تبدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ
کر اپنے مجھ کو بھی آج دسواں صبح ہے پانچ سات دن کے بعد مہل ہو گا۔ شب کو
ناگاہ ایک زمین نئی خیال میں آئی طبیعت نے راہ دی غزل تمام کی اسی وقت سے یہ
خیال میں تھا کہ کب صبح ہو اور کب یہ غزل از آب صاحب کو بھیجوں خدا کرے آپ پسند
کریں اور میرے قبلہ جناب میرا مجد علی صاحب کو سنا دیں اور میرے شفیق منشی نادر حسین
خال صاحب اور ان کے بھائی صاحب اس کو پڑھیں۔ پروردگار اس مجمع کو

غالب آداب اللہ کے نام

غالب آداب اللہ کے نام

سلامت رکھے غزل

اے فوق نوا سنجی بازم بخروش آور
 گر خود بھی از سر از دیدہ فرو بارش
 غوغائے شبیخانی بر بنگہ ہوش آور
 دل خون گون آگن خون را درینہ بخش آور
 ہاں ہمد فسر زانہ دانی رہ ویرانہ
 شورائے این وادی تلخ است گرداوی
 دامن کہ زری داری ہر جاگری زاری
 گرمی بکریز ویر کف نہ ورا ہی شو
 ریحان و دمازینا رامش چکر از قفل
 گاہی بسبک سستی زان باوہ زیشتم بر
 غالب کہ بقائیش باو ہم پائے اگر ناید
 باری غزلی فرمے زان مونسہ پوش آور

(۳۹)

مثنیٰ الشکر کہ پیرو مرثیہ کا مزاج اقدس و عافیت ہے پہلے نواز شنامہ کا جواب
 ہاں کہ وہ مشکل ایک سوال پر تھا ہنوز نہیں لکھنے پایا کہ کل ایک اور مکرمت نامہ آیا
 بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں چنانچہ کل میرا مسہل ہو گا اس سبب سے اس نتیجہ
 کا پانچ نسخہ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے ارنی کی بے کی
 حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے اگر تقطیع
 شعر مساعدت کر جائے اور ارنی بروزن چینی گنجائش پائے تو نعم الاتفاق ورنہ قاعدہ
 تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبد القادر بیدل شعر

چوری بطور ہمت ارنی لگو و بگریز کہ نیز زوایں تمنا بجواب لن ترانی
 شعر رفت آن کہ ماز حسن مدارا طلب کنیم سرشتہ و رکف ارنی گونے طور بود
 زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں
 کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان کیا میں سخن نا شناس اور نا انصاف ہوں
 کہ ایسے کلام کی حک و اصلاح پر جرات کروں

ذات الوار الدولہ کے نام

چہ حاجتست بمشا طرے زیبا را

ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سو کر گئے ہیں مصرع

اے مطرب جادو فن بازم رہ ہوشم زن

دویم آپڑے ہیں ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں ع

اے مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن

اب دیکھئے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں اتنی عنایت فرمائیے گا کہ ہر صاحب کے تخلص کے ساتھ ان کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجئے گا زیادہ حد ادب ❖

(۳۸)

پیر و مرشد یہ خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا۔ خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدر الدین علی خاں کا نظیر نہیں پس مگر اور کون کھود سکے گا۔ ناچار میں نے آپ کا نواز شناسہ جو میرے نام تھا۔ وہ ان کے پاس بھیج دیا انہوں نے رفقہ میرے نام کا آج بھیجا سو وہ رفقہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں میں نہیں سمجھتا کہ قسم دوم پکھراج کی کیا ہے آپ اس کو سمجھ لیں اور رنگین باعقیا طر سال فرما دیں روپیہ کے بھیجنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجئے گا تعجب ہے کہ جناب میرا مجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپہ کے ٹھیکہ ان کو سنائے جاویں اور میری بندگی کسی جاوئے۔ جناب شہی نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام بصدق ہزار اشتیاق پہنچے ❖

(۳۹)

قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر بچپن ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا حال مفصل لکھئے چونکہ آپ نے کچھ لکھا تو اور زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفیقت نامہ جلد بھیجئے جناب شہی نادر حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں حضرت میرا مجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔

منتوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت
 لکھیں۔ کہوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا۔ بجنہہ ارسال کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم
 ہو گا۔ کہ میرن صاحب نے انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے
 نام ان کا سیحین اور خطاب سید العلماء نقشبندین میر حسین ابن علی میں نے ان کی
 رحلت کی ایک تاریخ پائی اُس پانچ برہستے تھے یعنی ۷، ۸، ۱۱ ہوتے تھے تخرجہ نئی
 روش کا میرے خیال میں آیا میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے
 ہیں۔ یا نہیں۔ قطعہ

حسین ابن علی آبروئے علم و عمل کہ سید العلماء نقشبند خاتمش بودی
 نماند و ماندی اگر زندہ پنج سال گر غم حسین علی سال ماتمش بودی

زیادہ حد ادب +

(۴۴)

پیر و مرشد معاف کیجئے گا۔ میں نے جتنا کچھ لکھا حال۔ یہاں کبھی کسی نے
 دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استعجاب اور استعجاب پایا جائے پریش
 کے بعد بھی کوئی نئی بات نہیں سنی تھیں تو تھیں موسم کیا ہے گرمی جاڑا برسات فصلیں
 اکٹھی تگر ہاری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب
 کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ دلی میں تغیر ہو۔ اور پورب میں ہو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ
 یہاں جتنا با افراد بہ رہی ہے اور وہاں کہیں کوئی اور ندی کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں۔
 مجمع البحار ہے حضرت نے خوب وکالت کی مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نہ
 کروائی کہ دو گے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانو گناہ دن
 مجھ پر برے گندتے ہیں۔ میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے جیسا زبان سے پانی پینے
 والے جانوروں کا خصوصاً اس تموز میں غم و ہم کا ہجوم ہے۔ شعر
 آتش و درخ میں یہ گرمی کہاں سوز غمنائے نہانی اور ہے

نواب الورد و لکھنؤ کے نام

(۴۳)

حضرت پیر و مرث۔ اگر آج میرے سب دوست اور عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم
اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تنہیت بجا لاؤ خدا نے پھر وہ دن دکھایا۔
کہ ڈاک کا ہر کارہ انوار الدولہ کا خط لایا۔ مصرع

اینکہ می بینم بہ بیار لیست یارب بخواب

منہ پیٹتا ہوں اور سر پیٹتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الٰہی
حیات جاودانی نہیں مانگتا۔ پہلے انوار الدولہ سے بلکہ سرگزشت بیان کروں۔ پھر
اس کے بعد مروں روپیہ کا نقصان اگر چہ جانکاہ اور جانگزا ہے پر یہو جب
تلف المال خلف العمر فراہم ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُس کو عمر کی قیمت جانیے
اور ثبات ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانیے۔ انشاء تعالیٰ حضرت
وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عرو نشان کو برقرار
تاقیامت رکھے میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۷ء
کی روداد و نشر میں بعبارت فارسی نا آمیختہ بعرہ لکھی ہے۔ اور وہ اسطر کے سطر
سے چار جزو کی کتاب آگرہ کے مطبع مفید الاخلاق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستبنو
اس کا نام رکھا ہے اور اس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان
سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گذرانوں گا۔ اور
اُس کو ہم سختی اور ہم زبانی جانوں گا۔ جناب میرا مجد علی صاحب کا جو آپ کے خط
میں ذکر نہیں آیا ہے۔ تو اس فیروز خواہ احباب کا دل گھبرا یا ہے۔ اب کے خط لکھے
تو اُن کی فیروز عافیت بہر منت لکھئے۔ ان کو ہندگی اور جناب منشی نادر حسین
خاں صاحب کو سلام لکھئے۔

(۴۴)

پیر و مرشد ایک نوادرش نامہ آیا اور دستبنو کے پہنچنے کا مشرودہ پایا اُس کا جواب
بھی کہ کار پر وازان ڈاک کا احسان مانو اور اپنی محنت کا رالٹکان نہ جانا یقین جانوں

نواب انوار الدولہ کے نام

چند روز کے بعد ایک غنایت نامہ اور پُنیپا گویا سا غزالتفات کا دو سرا اور پُنیپا اب ضرور پڑا
 کہ کچھ حال اس ستارہ دم دار کا لکھوں۔ چنانچہ جس وقت سے وہ خط پڑا ہے سوچ رہا ہوں کہ
 کیا لکھوں چونکہ بسبب نقدان اسباب یعنی عدم رصہ و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا
 صاحب کا مصرعہ زبان پر آ جاتا ہے مصرع

ازیں ستارہ ڈنبالہ داری ترسم

یہ مطلع ہے۔ اور پہلا یہ مصرعہ ہے ع

زخاں گوشہ ابروی یار می ترسم

کیا آپ مجھ کو بے ہنری اور چھیزی میں صاحب کمال نہیں جانتے اور اس عبارت فارسی
 کو میرا مصداق حال نہیں مانتے پیش ملاطیب و پیش طیب ملا پیش ہر دو و پیش ہر
 بیچ آرایش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سولے موزوں
 طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے بہر حال علم نجوم کے قاعدے کے موافق جب زمانہ کے
 مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ تب سب غلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔
 جس برج میں یہ نظر آئے اس کا وجہ و حقیقہ دیکھتے ہیں۔ پھر و زمانہ کا مراطریقہ
 دیکھتے ہیں۔ ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں۔ تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہان آباد میں
 بعد غروب آفتاب اُفقِ عربی شہر پر نظر آتا تھا۔ اور چونکہ اُن دونوں میں آفتاب اولِ میزان
 میں تھا۔ تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت محقر میں ہے۔ وجہ اور حقیقہ کی حقیقت نامعلوم
 رہی بہت دن شہر میں ستارہ کی دھوم رہی اب دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا یہاں
 شاید اب نظر آیا ہے۔ جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے۔ پس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ
 صورتیں قمر آہی کی میں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی قرآنِ نبی میں پھر کسوف پھر خسوف
 پھر یہ صورت پر کہ ورت عیاذاً باللہ پناہ بخدا یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن
 حسبِ الحکم حکام کو چہ بازار میں روشنی ہوئی اور سب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ چانا اور
 قلم و منہ کا پادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ گینگ بہادر کو ملکہ
 مظفر علی خاں نے فرزند ارجمند خطاب دیا۔ اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا

حاکم کیا۔ میں تو قصیدہ اس تہنیت میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں چنانچہ بشمول دستبنو نظر
الور سے گذرا ہو گا۔ قصہ

تا نہال دوستی کے برودہ حالیا رفیتیم و تنخے کا شتم
اِنَّ اِنَّ اِنَّ۔

(۴۵)

پیر مرشد ادب تتمہ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن اور آپ کی خیر عافیت
میلوی مافطوہ مین الدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے۔ کہ کل آپ کا نوادش نامہ پنچا
قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع معتقدان برہان قاطع برہچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے
اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں۔ ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط
ہے۔ یعنی یہ ترکیب خلاف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہو سکتی تو حسب
برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط برہان قاطع کی فاعل ہو سکتی ہے اور قطع کا فعل آپ
نہیں قبول کرتی۔ قاطع برہان میں جو برہان کا لفظ ہے۔ یہ مخفف برہان قاطع ہے برہان
قاطع کی رو کو قطع سمجھ کر قاطع برہان نام رکھا تو کیا گناہ ہو اور میرا یہادیہ ہے کہ مصرع
بانگلستان شیر پچھا

انگلستان کا لون تلفظ میں نہیں آتا میں پچھتا ہوں کہ خدا کے واسطے انگلش اور انگریز
کا لون باعلان کہاں ہے۔ اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں
سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں۔ اور اگر انگلش کے لون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہو اور
درق چھاپے کا جو آپ کے پاس بھیجا ہے اس کو غلط نامہ شاملہ کے بعد لگا کر جلد
بند ہوا لیکن گاہ حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا مصرعہ

ایہم کہ جواب لے تو لیند جواب ست

سمجھ لو اور چپ رہو میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ لکھیگا کہ میں نے مختار سے
پوچھا اس نے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت
ہی باور کریں گے فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز

نواب دارالعلوم کے نام

میں ایک صاحب میرے نیم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد
 اکبر آباد ہوئے تھے۔ کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی ہو گئے تھے زبان آور اور حالاک اکبر آباد میں
 نوکری کی جستجو کی۔ کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے یہاں دو ایک بار آئے تھے۔ پھر وہ خدا جانے
 کہاں گئے ہیں۔ ملی آ رہا کم و بیش بیس برس ہوئے ہونگے امجد علی شاہ کے عہد میں ان کا
 خطنا گاہ مجھ کو بسیل ڈاک آیا چونکہ ان دنوں میں دماغ تندرست اور حافظہ برقرار تھا میں
 جانا کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔ خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرعہ لکھا

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا جے پور میں نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے
 بعد کہاں گیا اور کیا کیا اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر سے ملا ہوں بہت عنایت کرتے
 ہیں۔ بادشاہ کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خانی اور
 بہادری کا خطاب دیا ہے مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہیرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر
 کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا
 خط جو مناسب جائیں۔ وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے گا۔ تو بیشک بادشاہ
 آپ کو بلا میں گے اور وزیر خاں کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اسی غرض
 میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ جس کی بیت اسم یہ ہے۔ آغاز قصیدہ

امجد علی شہ آن کہ بدوق دعائے او صدرہ نماز صبح قصا کرد روزگار

انہ مترود تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں تو کلت علی اللہ بھیج دیا رسد۔ آگئی صرف پھر دو ہفتہ
 کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا بایں شایستہ
 پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدر الدین ہر کن سے میری ہر
 خطابی کھڑا کر بھیجا دیجئے چاندی کا نگینہ مربع اور قلم فقیر نے سرانجام کر کے
 بھیج دیا رسد الی اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید بس پھر دو مہینے تک
 اُدھر سے کوئی خط نہ آیا میں نے جو خط بھیجا اٹھا پھر آیا ڈاک کا یہ توقع کہ مکتوب الیہ یہاں
 نہیں ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا

سچ بادشاہ کی لازمت اور خطاب کا لینا غلط بہادری کی مرتبہ سے بفریب حاصل کر کے
مرشد آباد چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپیہ دیئے تھے ایک قاعدہ کلیہ دلی کا کچھ
لو خالق کی قدرت مقتضی اس کی ہے کہ جو اس شہر کے پناہ کے اندر پیدا ہو مرد یا عورت
خفقان و مراق اسکی خلقت و فطرت میں ہو آٹھ دس برس کے بعد سادون کے اخیر
مینہ خوب برسا لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی
گری دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے دس میں آدمی و بکر مرے دو تین
شخص کو ٹھٹھے پر سے گر کر مرے مراقیوں نے غل مچانا شروع کیا اپنے اپنے عزیزاں
بسر فرستے کو لکھا جا بجا اخبار نویسوں نے ان سے سن کر درج اخبار کیا تو اب دس بارہ دن
سے مینہ کا نام نہیں دھوپ آگ سے زیادہ تیز ہے وہی خفقانی صاحب اب بٹے پھرتے
ہیں کہ کھیتیاں جلی ہیں۔ اگر مینہ نہ برے گا۔ تو پھر کال پڑے گا۔ مکانات کے گرنے کا حال
یہ ہے کہ چارپانچ برس ضبط رہے بیگانی لوگ کڑی سختہ کیواڑ چو کھٹ بعض مکانات کی چھٹ
کا مصالحہ سبکے گئے۔ اب ان عریا کو وہ مکان ملے تو ان میں مرمت کا مقدور کہاں فرمایئے
مکانات کیوں کر نہ گریں *

(۴۶)

پیرو مرشد ۱۲ بجے تھے میں نزکا اپنے پٹنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر
خطوایا۔ میں نے کھولا پڑھا بھلے کو انکڑا کیا کرتا گئے میں نہ تھا۔ اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ دیتا
حضرت کا کیا جاتا۔ میرا نقصان ہوتا۔ سر سے سٹنے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہنچا اس کی
رب آئی کہی کئے ہوئے شعر اٹے ان کی قیادت پر بھی گئی قیادت پر بھی گئی۔ الفاظ
قیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیئے گئے کہ صاحب یہ اشوا بھی قصبہ میں لکھ لو
اس نگارش کا جواب اب تک نہیں شام صبر الحق کے نام کا کاغذ ان کو دیا۔ جواب میں
جو کچھ انہوں نے زبانی فرمایا۔ وہ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب بلا شکر
پڑھوں میں شکوہ سے یوں رات جیسے باجا اک ذرا چھڑ پئے پھر دیکھے کیا ہوتا ہے
سوچتا ہوں کہ دونوں خطا بزرگ کئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح تصور نہیں خیر اب بہت دن کے

بہد شکوہ کیا لکھا جائے باسی کرھی میں اُبال کیوں آئے بن لگی بیچارگی پانچ لشکر کا جملہ پے پے
 اس شہر پر ہوا پہلا باغیوں کا لشکر اُس میں اہل شہر کا اعتبار تھا دوسرا لشکر خاکیوں کا اُس میں
 جان و مال و ناموس و مکان و یکس و آسمان و زمین آثار ہستی سراسر لٹ گئے تیسرا لشکر کال کا
 اُس میں ہزار ہا آدمی بھوکے مریے چوتھا لشکر بیضہ کا اُس میں بہت پرٹ بھرے مریے
 پانچواں لشکر تپ کا اُس میں تاب و طاقت عموماً لٹ مریے آدمی کم لیکن جس کو تپ آئی
 اُس نے اعصاب میں طاقت نہ پائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا میرے گھر میں
 دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا اور ایک میرا اور غرض خدا ان دونوں کو جلد صحت دے
 برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے۔ لیکن نہ ایسی کہ جیسی کاپلی اور بنارس میں زمیندار خوش
 کھیتیاں تیار ہوئیں خریف کا بیڑا پار ہے۔ بریج کے واسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے
 کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائیگا۔ آہا ہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی
 مغل علی خاں غدر سے کچھ دل پہلے مستحق ہو کر مر گئے ہے ہے۔ کیونکر لکھوں حکیم رضی الدین
 خان کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی مار دی اور احمد حسین خان چھوٹے بھائی بھی اُسی دن
 مارے گئے۔ طالع یار خاں کے دونوں بیٹے ٹونک سے رخصت آئے تھے۔ غدر کے
 سبب جانہ سکے یہیں رہے بعد فتح دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی طالع یار خاں ٹونک
 میں ہیں زندہ ہیں۔ پر یقین ہے کہ وہ مردہ سے بدتر ہونگے میرے چھوٹے بھائی پھانسی
 حال صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگے تھے وہاں
 وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑو وہ میں رہے اور رنگ آباد میں رہے حیدر آباد میں رہے۔
 سال گذشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے سرکار سے ان کی صفائی ہو گئی۔ صرف جان بخشی۔
 رؤس الدولہ کا مدرسہ عقب کو کو توالی چوترا ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علی خاں
 مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ اہلک خاص حضرت کالے صاحب کی اور
 کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پاکر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار میں داخل
 ہو گیا ہاں قاسم خاں کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام ہیں۔ وہ اُن
 کو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو مل گئی ہے فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں

شاید بجا دلپور بھی جائیں گے :-

(۴۷)

خداوند نعمت شرف افزا نامہ پنچیا۔ شاہ اسماعیل الحق کے نام کا مکتوب ان کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں اگر جواب بھیجوا دیں گے تو جناب میں ارسال کیا جائیگا قصیدہ کو بار بار دیکھا اور غور کی جس طور پر ہے اس میں گنجائش اصلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے۔ ورنہ کوئی لفظ بے محل اور بے موقع نہیں کوئی ترکیب فارسی ٹکسال باہر نہیں۔ مگر ہاں طرز گفتار کا بدلنا اس کے واسطے چاہیئے۔ دوسرا قصیدہ اس زمین میں ایک اور لکھنا اور وہ تکلیف بار وہ ہے بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی نہ ہو پس شرم کم خدمتی سے دلریش اور فرط خجالت سے سرور پیش ہو کر قصیدہ کو اس لغافہ میں بھیجتا ہوں خدا کو سے مراد خجالتوں غلہ کی گرانی آفت آسمانی امراض دموئی بلائے جانی انواع و اقسام کے اور ارام و بشور شائع چارہ ناسود مند اور سعی ضائع میں نہیں جانتا کہ ارمی ۱۸۵۷ء کو پھر دن چڑھ وہ فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی۔ یا خود قہر آتی کا پے در پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصیت دلی تمنا ہے ورنہ سترتا ستر قلم و ہند میں فتنہ و بگا کا دروازہ باز ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب میرا مجد علی صاحب کو بنا گی۔ جناب منشی نامہ حسین خاں صاحب کو سلام

(۴۸)

پیر مرثیہ میں آپ کا فرمان پذیر اور آپ کا حکم بطیب خاطر بجا لایا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں وہ مکتوب کمال بھیجوں۔ آپ کے پاس بھیجوں یا انہیں صاحب کے پاس بھیجوں اور وسیم الدین و ظہیر الدین کو منشی میر شیخ خواجہ کیا کر کے لکھوں دو حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی اور اس زمانہ میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آگئے یا نہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے۔ یہ آپ کی تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ اب سعی منحصر اس میں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے۔ اور یہ یہیں مجبوس ہے۔ یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پائے خواہش کیا ہے اور کار پر آؤ

کس طرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں۔ پھر جو کچھ لکھوں اُس کو کہاں بھیجوں طریق تو یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں۔ اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہوں میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو خط بھیجوں کہ نزدیک احمق ہوں کہ کس امر سوہوم مجبول میں مجھ کو لکھا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ کر تفحص کریں۔ کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفظ آپ کے نام کا روانہ کرتا ہوں۔ اس میں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے کھلا ہوا اُس کو پڑھ کر میاں امیر الدین کے پاس بھیج دیجئے گا۔ مگر گوند لگا کر اور یہ منظور نہ ہو۔ تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کے خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجئے اور لکھ بھیجئے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں *

(۴۹)

پیر و مرشد شرب رفتہ کو مینہ خوب برسا ہوا میں فرط برو دت سے گزندیدہ ہو گیا اب صبح کا وقت ہے ہو اٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے ابر تنک محیط ہے آفتاب نکلا ہے۔ پرنظر نہیں آتا ہے۔ میں عالم تصور میں آپ کو مسند عز و جاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپ کا جلس مشاہدہ کر کے آپ کی جناب میں کورنش بجالاتا ہوں۔ اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں کافر نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارس بجانہ لاؤں۔ حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے مرت پذیریری میں میری شریک غالب ہیں فی الحال بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جہا گانہ بھی ارسال کریں حضرت آپ غالب کی شرائط دیکھتے ہیں سب کچھ کہہ جاتا ہے اور اس اصل کا جس پر یہ مراتب متقرر ہوں ذکر نہیں کرتا فقیر کو تو یہ طرز پسند نہ آئی مطلب اصلی کو مقدار چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے یوں لکھنا تھا۔ کہ آپ کا عنایت نامہ اور اُس کے ساتھ نسب نامہ خاندان مجدد علما کا پارسل ہنسی میں ممنون ہوا نواب ضیاء الدین خان بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے جناب عالی میں تو غالب ہرزہ مل

نواب نادر حسین خاں

کا معتقد نہ رہا۔ آپ نے اُس کو مصاحب بنا رکھا ہے اس سے اس کا دماغ چل گیا ہے۔ قبلہ و کعبہ کیا جناب مولانا قلیق ہیں۔ حضرت شفیق نے جو غالب کی شفاعت کی تھی۔ وہ مقبول نہ ہوئی۔ اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپ کی بات اس باب میں کبھی نہ مانوں گا۔ جب تک سیا صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھیجیے گا اس سارٹیفکٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی میں موجود ہوں والسلام ۛ

(۵۰)

پیر و مرث۔ کورنش مزاج اقدس الحمد للہ تو اچھا ہے۔ حضرت دعا کرتا ہوں برسوں آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا آپ کو مبذاب فیاض سے اشرف الومکلا خطاب ملاحظہ نہ مجتہد ایک لطیفہ نشات انگیز سینے ڈاک کا ہر کارہ جو بلی ماروں کے محلہ کے خطوط پہنچاتا ہے۔ ان دنوں میں ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ماتھ یا ڈھمک واس میں بالاجانے پر رہتا ہوں۔ جو بلی میں آکر اس نے داروغہ کو خط دیا اور اس نے خط دیکر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہر کارہ بند کی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپکو جیسا دلتی کے پادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا۔ اب کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا۔ حیران کہ یہ کیا کہتا ہے سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیاز کیشیاں لکھا تھا اُس قزم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشیاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں۔ شاید آخر ماہ حال یعنی جولائی یا اول ماہ آئندہ یعنی اگست یہاں آجائیں۔ آپ کو نیدر تحفیف تصدیق دیتا ہوں۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں۔ اور زحمت کیوں اٹھائیں۔ جس قدر کہ علم اُن کو اس خاندانِ محبت نشان کے حال پر حاصل ہو گیا۔ ہے کافی ہے مولانا قلیق کے نام سے عرضی اُن کو پہنچا دیجئے گا۔ اور جناب نادر حسین خاں صاحب کو میر سلام فرما دیجئے گا۔

۵۱۔ مرزا یوسف علی خاں عزیز کے نام

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر انجان بنے جاتے ہو واقعی غدر میں میر لکھ نہیں سکتا

نواب نادر الدین کے نام

مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا۔ ہاں بھائی ضیاء الدین خاں صاحب اور
 ناطر حسین مرزا صاحب ہندی اور فارسی نظم اور نثر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے
 پاس جمع کر لیا کرتے تھے۔ سو اُن دونوں گھروں پر جھاڑو پھرنے کی نہ کتاب رہی نہ اسباب
 رہا۔ پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں۔ ہاں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں
 شہادے سے جولائی کی اکتیسویں شہادے تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا
 ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم میں ہے۔ کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ
 فارسی متعارف عربی اور فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ
 معظمہ انگلستان کی ستایش میں اس نثر کے ساتھ شامل ہے یہ کتاب مطبع مفیہ خلائق
 اگرہ میں منشی بنی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی مہر اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام
 میں چھاپی گئی ہے فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اس کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر
 جناب منشی امیر علی خان صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو یہ نسخہ موسوم بہ دستہ
 مطبع مفیہ خلائق میں سے منگا لیں۔ اور ملاحظہ فرمائیں *

(۵۲)

میاں کل زین العابدین فوق کا خط مع اشعار کے ٹکٹ دار لفافہ کے اندر رکھ کر
 بسیل ڈاک بھجوا دیا ہے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو میں نے جواب لکھا تیسرے
 پہر کو روانہ کیا۔ موتیوں کا پھنکا البتہ بہت مناسب ہے خیر موتیوں کا نوالہ بھی سہی۔
 حافظ کے شعر کی حقیقت جب سمجھو گے۔ جب قواعد مقررہ اہل سخن دریافت کر لو گے
 قاعدہ یہ ہے کہ اگر مطلع میں یا اور اشعار میں قصیدہ کی احتیاط آپڑے اور اس کی
 اطلاع ایک شعر میں کر دیں تو وہ عیب جاتا رہتا ہے۔ جیسا کہ استاد کا قطعہ ہے
 اُس میں ربوہ و خیرہ بود کالیو قافیہ ہے اور شعر اخیر قطعہ کا یہ ہے شعر
 غلط کرم دین معنی کہ گفتم ز نخیان نگار خویش را سیٹو
 حالانکہ صحیح سبب ہے بیائے مودعہ شاعر نے اطلاع دی کہ میں نے غلط کیا
 جو سید لکھا۔ اسی طرح حافظ فرماتا ہے مصرع

ہیں تفاوت راہ از کجاست تا کجا
 حاصل اس کا یہ کہ دیکھ کتنا تفاوت ہے۔ ایک جگہ حرف روی ساکن اور ایک جگہ متحرک
 مگر یہاں ابھی معترض کو گنجائش ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہاں تفاوت کو ہم بھی جانتے ہیں سوال
 یہ ہے کہ یہ تفاوت تم نے کیوں رکھا ہے اس کا جواب پہلا مصرع ہے مصرع
 صلاح کار کجا ومن خراب کجا

یعنی حافظ فرماتا ہے کہ میں عاشق زار و دیوانہ ہوں۔ صلاح کار سے مجھ کو کیا کام پورب
 کے ملک میں جہان تک چلے جاؤ گے تذکیر و تائید کا جھگڑا بہت پاؤ گے۔ سانس میرے
 نزدیک نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی مؤنث بولے گا۔ تو میں اس کو منع نہیں کر سکتا۔ خود سانس
 کو مؤنث نہ کہو نہ گا۔ سیف کو عروکش کہو اور کمن کو عرو بن۔ سیف عرو بند نہیں ہو سکتی
 تم کو کہتا ہوں کہ تم تلوار کو عرو بن نہ کہو کوئی اور اگر کہے تو اس سے نہ لڑو زلف کو شب
 رنگ اور شب گون کہتے ہیں۔ شب گیر زلف کی صفت ہرگز نہیں ہو سکتی شبگیر اس سفر
 کو کہتے ہیں۔ کہ پھر چھ گھنٹی رات رہے چلیدیں نالہ شبگیر آہ و زاری آخر شب کو کہتے ہیں
 زلف شبگیر نہ مسموع نہ معقول سخن کا قافیہ بن بھی درست ہے اور تن بھی جائز وہی سخن کا
 دو سرا حرف مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی ہے اور اس پر متقدمین اور متاخرین اور اہل
 آیت اور اہل ہنر کو اتفاق ہے قبہ خشخاش پوست کے ڈوڈے کو کہتے ہیں۔ اس میں
 کچھ تامل نہیں چاہیے تم اپنی تکمیل کی فکر میں رہا کرو زہرا کسی پر اعتراض نہ کیا کرو والدعا

۵۳۔ میر ہمدی کے نام

برخودار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ ازل کچھ حال معلوم
 کروں۔ اور پکستان الکرہ نڈر کا خط آئے اور میں اس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں
 رکھ لوں تو اس وقت تمہارے خط کا جواب لکھوں چونکہ آج تک ان کا خط نہ آیا۔ میں سوچا
 کہ اگر اسی اتنے غار میں رہو گا اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میر ہمدی خطا ہو گا۔
 ناچار جو کچھ الور کا حال سنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہر چہ میں نے دریافت

کرنا چاہا مگر حکیم میرجو علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا۔ کچھ معلوم نہیں ہوا۔ صرف خبر واحدہ ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب اجنٹ سے اجازت لیکر بلا لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب اجنٹ اور نے راجہ کے باغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجیب ہے کہ ان کا راج اُن کو مل جائے کہتے ہیں۔ کہ راؤ راجہ نے اہل خط کے فراق کی شکایت حاکم سے کی تھی۔ جواب پایا کہ وہ لوگ مفسد اور بد معاش ہیں۔ اور تمہاری برادری کے لوگ اُن سے ناخوش ہیں۔ اُن کے آنے میں فساد کا احتمال ہے وہ نہ آنے پائیں گے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں۔ پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کی داستان اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی لکھی ہے۔ سترہ بوتلیں باوہ ناب کی تو شک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیاتے ہیں بیت

کسے کایں مرادش میسر بود اگر جم نب شد سکندر بود

امیر میر فراز حسین خاں کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں ادا ہاں میرا پیارا مہدی آیا تو بھائی مزاج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رام پور ہے۔ دارالسرور ہے۔ جو لطف یہاں ہے۔ وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم بر ایک دریا ہے۔ کوئی اس کا نام ہے بے شبہ چشمہ آب حیات کی کوئی سوتا اس میں ملی ہے۔ خیر لوں بھی ہے۔ تو بھائی آب حیات تو عمر بڑھاتا ہے۔ لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ تمہارا خط پہنچا تو دعوت میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ہے نہ عرف لکھنے کی حاجت نہ محلہ کی حاجت بے وسواس خط بھیج دیا کیجئے اور جواب لیا کیجئے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب اور صحت مرغوب ہے اس وقت تک یہاں ہوں دیکھاں کیا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہے لڑکے و دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

(۵۴)

اے جناب میرن صاحب اسلام علیکم حضرت آداب کو صاحب آج اجازت ہے

میرجو علی کے نام

میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور میں کیا منع کرتا ہوں میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے۔ صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں نہیں میرن صاحب اس خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں۔ وہ خفا ہوا ہو گا۔ جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں۔ آپ سے خفا کیا ہو گئے بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو سبحان اللہ سبحان اللہ اے لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے۔ اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا اور پڑھا جاتا تو میں سنتا اور خط اٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں ہوں۔ تو نہیں چاہتا کہ تمہارا خط آ جاوے میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن کے بعد آپ خط شوق سے لکھیں گے۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو تمہارے جانے سے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا۔ اور آج تک اس کو خط نہیں لکھا لا حول ولا قوۃ سنو میر مہدی صاحب میرا کچھ گناہ نہیں یہ اپنے خط کا جواب لکھو تب تو رفع ہو گئی۔ پیچش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو۔ پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو یہ بڑی بات ہے۔ کہ وہاں کچھ کھانے کو بلتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہو گا بھی تو عصمت بی بی ازبے چادری ہو گا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہو گئے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر اشرف میں اور ان میں کچھ کونسل ہو تو یہی ہے۔ پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو بھی اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں۔ تو ان سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمہاری کیا ت ہوتی تھی۔ اور یہ بھی معلوم کریں کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ دفتر راگا و خورد اس کے معنی کیا ہیں۔ پوچھو اور نہ چھوڑو۔ جب تک نہ بتائیں۔ اس وقت پہلے تو اندھی چلی پھر مدینہ آیا اب مدینہ برس رہا ہے میں خط لکھ چکا ہوں سرنامہ لکھ کر رکھ چھوڑوں گا۔ جب ترشح موصوف ہو جائے گا۔ تو کلیان ڈاک کو لیجائے گا۔ میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے

اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلماء اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں
قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں میرے نصیب الدین کو دعا کسنا +

۵۵ میرزا علاؤ الدین خاں کے نام

سنو عالم دو ہیں۔ ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل حاکم اور ان دونوں عالموں
کا وہ ایک ہے۔ جو خود فرماتا ہے لن الملک الیوم اور پھر آب جواب دیتا ہے بتد الواحد القہار
ہر چن۔ قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن
یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں چنانچہ رجب
۱۲۱۲ء کو مجھے کو رو بکاسی کے واسطے یہاں بھیجا۔ ۱۳ برس حوالات میں رہا۔ ۱۴ رجب
۱۲۲۵ء کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی
اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے اُس زندان میں ڈال نظم و شر کو مشقت ٹھہرایا برسوں
کے بعد جیل خانہ سے بھاگا۔ تین برس بلاد شرقیہ میں پھرتا رہا پایاں کار مجھے کلکتہ سے پکڑ
لائے۔ اور پھر اُنھی مجلس میں بٹھا دیا۔ جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پاتا ہے۔ دو ہتکڑیاں اور
بڑھادیں۔ پاؤں بیڑی سے فگار ہاتھ ہتکڑیوں سے زخماں مشقت مقرری اور مشکل
ہو گئی۔ طاقت ایک قلم زائل ہو گئی یحییٰ ہوں سال گذشتہ بیڑی کو زادیہ زندان میں
چھوڑ دیا۔ دو دنوں ہتکڑیوں کے بھاگا۔ میرے مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن
کم دو مہینہ وہاں رہا تھا۔ کہ پھر پکڑ آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا۔
بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی حکم رہائی دیکھیے۔ کب صادر ہو ایک ضعیف سا احتمال
ہے۔ کہ اسی ماہ فیبروری ۱۲۲۵ء میں چھوٹ جاؤں بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے
اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا
جاؤں گا۔ شعر

فرخ آن روز کہ از خانہ زنداں بروم
سوئے شہر خود ازیں داوی ویراں بروم

(۵۶)

اومیاں سیدزادہ آزادہ دلی کے عاشق و لداوہ و پیسے ہوئے اردو بازار کے رہنے والے جس سے لکھنؤ کو بڑا کہنے والے نے دل میں مہر و آرزو نہ آنکھ میں حیا و شرم نظام الدین مجنوں کہاں ذوق کہا مومن کہاں ایک آرزوہ سو خاموش و دوسرا غالب وہ خود مایوس نہ سخنوری رہی نہ سخن والی کس برتے پر تپا پانی ہائے دلی والے دلی بھاڑیں جائے دلی سنا صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ولد دلاور خاں اور نانا اس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں اس شخص کا حال از روئے تحقیق مشرح اور مفصل لکھنؤ قوم کیا ہے طریق کیا ہے احمد حسین خاں کی عمر کیا ہے لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے بھائی لکھ اور جلد لکھ

(۵۷)

نور چشم راحت جان میر سرفراز جیتے رہو اور خوش رہو تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوترھے ہیں۔ یا جوان ہیں یا ناتوان ہیں۔ بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہر حال غنیمت ہیں۔ کوئی جلا بھٹنا کتا ہے۔ شہر

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور مہی میں ہوں۔ سیرٹھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر محمدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علی خاں آئے مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا۔ پچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنہیں اللہ اللہ ہزاروں کامیں ماتم دار ہوا میں مرونگا۔ تو مجھ کو کون روئے گا۔ سنا غالب رونا پٹنا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میرا مہری کو پڑھو او اور میرن صاحب کو بلاؤ کل شام کو یا پرسوں شام کو میرا شرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے۔ کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاؤں گا میں نے ان کی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ

میر محمدی کے نام

میر محمدی کے بھائی سرفراز حسین خاں

اُس کا یہ ہے کہ صاحب اپن نہیں ہے۔ نہ ہو غلام اشرف نہیں ہے نہ ہو اگر منظور کیجئے تو
میں معنی ہوں ہمدوست کا دم بھرتا ہوں بموجب مصرعہ کے مصرعہ
دل بدست آور کر جی الہی است

تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش اگر غلام اشرف جانو تو راضی رات کو
لینے گھر میں بائیں بناؤ دن کو مجھ سے جی ہلاؤ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ سیدالوزکا جو حال
لکھتے ہو وہ سچ ہے راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں
دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھ کو کیسا غم ہوا ہے تم
اس جبرگے سے جدا ہو تم کو اندیشہ کیا ہے۔ میر قرآن علی صاحب جیسا لکھیں ویسا کرو میر
ممدی صاحب سارا خط پڑھ کر کہیں گے۔ مجھ کو دعا بھی نہ لکھی بھائی میری دعا پنچے۔
میر نصیر الدین ایک میرے یہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں ہو تو دعا
کنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی حاجت کیا دیکھو ہم اپنا نام نہیں
لکھتے بھلا دیکھیں تو سہی تم جانتے ہو یہ خط کس کا ہے۔

(۵۸)

سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ ہاتھ کیا آیا ہے کہ تم نے سالے جہان کو سر پر اٹھا
لیا ہے۔ ایک غریب سید مظلوم کے چہرہ نورانی پر ماسا بنا ہے تلوں سرایہ آرایش گفتار بہم
پنچا ہے میری ان دعا پنچاؤ اور ان کی خیر و عافیت جلد لکھو یہاں کا بھائی نفتا ہی کچھ اور
ہے سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت
ہوتی تھی۔ آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی۔ اس مہینے میں برابر وہی
صورت رہی ہے۔ آج ۲۷ ربیع کی ہے۔ پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں۔ آج ویسی
ہی تیز ہے۔ خدا اپنے بندوں پر رحم کرے۔ مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت
کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی ہو کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہوگا۔
کہ ایک دستبند نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی۔ آج پانچواں دن ہے کہ نواب
لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بہ سبیل ڈاک آیا وہ ہی کا غذا افشانی وہی القاب

میر نصیر الدین

قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تخرین میرانی کے کلمات کبھی تو خدا یہاں لایا گا۔ تو اس کی زیارت کرنا پیش کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گوہر جنرل بہادر کے وہاں سے بھی کتاب کی تخرین اور عنایت کے مضامین کی تحریر جائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں میر سرافراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور خط دکھا دینا۔

(۵۹)

بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی۔ لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے۔ اس واسطے ایک لفافہ تمہاری پست۔ کا تمہاری نذر کرنا پڑا پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے۔ ان کو دیکھ کر دل خوش ہوا تم نے بھی خط لکھا تھا کہ میر سرافراز حسین اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پیت سے چلے وہ ادھر گئے۔ اور میں ادھر آیا۔ ظاہر پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب رہ گئی۔ اب ان تک کیونکر پہنچے گی۔ خدا خیر مہیاں ارط کے سب سے میر نصیر الدین اولاد میں سے ہیں۔ شاہ محمد اعظم صاحب کے وہ خلیفہ تھے مولوی نجر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا اس واسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں۔ اور پھر تمہارے علاقہ سے ان کو دعا لکھتا ہوں صوفی صوفی ہوں۔ اور حضرت صوفیہ خفط مراتب بلو ظار کھتے ہیں مصرع

گر خفط مراتب نکتی زندیقی

یہ جواب ہے تمہارے اس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عنایت کیوں نہ لکھی یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا کہ اگر تمہارے میں ان کو دعا سلام لکھوں گا۔ تو ان سے تم کا ہے کو کہو گے پیر زادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے ان کی بندگی مجھ سے کہی ہے۔ واسطے خدا کے میری ان کو کہہ دینا۔

میر نصیر الدین کے نام

(۶۰)

برخوردار نور چشم میر مہدی کو بعد دعائے حیات و صحت کے معلوم ہو بھائی تم نے بخار
کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا۔
جو مانع نہ آئے کیا تپ ابن بکر آئی تھی جو اس کو رکھتے ہوئے شعلے حکیم شرف علی ابھی
گئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھ کر آج ڈاک میں بھیج دیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج
روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے۔ کہ دو دن خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل
تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے۔ حق تعالیٰ تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی
کی خبر مجھے کو سنائے ۛ

سنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں تم نے مجھ کو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح
کا کہ جیسا جبار امیر لکھا ہے مصرع

بہ غیر ذل اگر انسست و رد بادارو

پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈتا ہوں کہ میرے واسطے کوئی بات ہے مجھ کو کیا پیام
ہے کچھ نہیں شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو اُدھر خاتمہ باخیر ہے یا رب سزا میرے
نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑایا کیا سیر ہے
میں ایسے خط کا جواب کیوں لکھوں میری بلا لکھے اب جو تم خط لکھو گے۔ اور اس میں اپنے
بھائی کو خیر و صافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لئے سلام تک بھی
ان میں شامل ہوگا۔ تو میں اس کا جواب آنکھوں سے لکھوں گا۔ اور وہاں میاں پیر تم نے میرا شرف علی
کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اس کا مرزا سنا ہوگا اس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دوا
بہنیں اور پارچہ بھانجیاں پانی پت میر ہیں کیا چچا کو دے معلوم ہوگا کہ کوئی لڑکی مری
کاش اس کے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کوئی بھانجی مری ہے۔ اب میں کس کا نام
دیکھوں اور کس کی فاضلہ دلاؤں اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ہے تو صبر بقیہ نام لکھو

(۶۱)

میری جان سنو و ارستان صاحب کشنر بہادر دہلی یعنی جناب صاحبہ رسن بہادر نے

پنجہ کو بلایا۔ چھٹنہ ۲۴ فروری کو میں گیا صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے۔ میں اُلٹا پھر آیا۔
 جمعہ ۲۵ فروری کو گیا ملاقات ہوئی کُرسی دی۔ بعد پریش مزاج کے ایک خط انگریزی
 چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے مکھوٹ صاحب حاکم
 اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باب میں لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کر کر لکھو سو ہم تم
 سے پوچھتے ہیں کہ تم ملک معظم سے خلعت کیا مانگتے ہو حقیقت کی گئی ایک کاغذ آمد ولایت
 گیا تھا۔ وہ پڑھوا دیا تھا۔ پھر پوچھا تم نے کتاب کیسی لکھی ہے اُس کی حقیقت بیان
 کی کہا ایک مکھوٹ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے۔ اور ایک ہم کو دو۔ میں نے عرض کیا کل
 حاضر کروں گا۔ پھر پنشن کا حال پوچھا۔ وہ بھی گزارش کیا۔ اپنے گھر آیا اور خوش آیا
 دیکھو میر ہمدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر کتابوں سے کیا اطلاع پنشن
 کی پریش سے کیا مدعا یہ استفسار حکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے۔ اور یہ صورت
 مقدمہ فتح و فیروز ہے۔ غرض کہ دوسرے دن یک شنبہ یوم التعلیل تھا۔ میں اپنے
 گھر رہا۔ دو شنبہ ۲۶ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے میں بیٹھ کر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا
 توقف کرو بعد تھوڑی دیر کے گڑھ کیتان کی چٹھی آئی سواری مانگی جب سواری آگئی
 باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہانسی جیون لال کو دے جاؤ وہ ادھر سوار
 ہو گئے میں ادھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت استنباط
 اور اختلاط سے باتیں کرتے رہے کچھ سار ٹیفٹ گورنروں کے گیا تھا۔ وہ دکھائے
 ایک خط مکھوٹ صاحب بہادر کے نام لے گیا تھا۔ وہ دیکر یہ استغالی کہ کتاب کے ساتھ
 یہ بھی بھیجا جائے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے
 باب میں اجرن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم ان سے ملو عرض کیا بہتر اجرن صاحب بہادر
 جیسا کہ تم کو معلوم تھا۔ گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے ان کو خط لکھا ہے جیسا کہ
 وہ حکم دینگے اُس کے موافق عمل کرونگا۔ جب بلائیں گے۔ تب جاؤں گا۔ دیکھو سید
 اسد اللہ غالب علیہ السلام کی مدد کہ اپنے غلام کو کس طرح سے پچایا بائیں میں نے تک بھوکا
 پیاسا بھی رہنے دیا پھر کس حکم سے کہ وہ آج سلطنت کا وہندہ ہے۔ میرے نفقہ کا

حکم بھیج دیا حکام سے مجھ کو عورت دلائی میرے صبر و ثبات کی داد ملی صبر و ثبات بھی اسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میرا سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا۔ اور ان کو اور نصیر الدین چراغ دہلی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔

(۶۲)

میں ان کس حال میں ہو کس خیال میں ہو کل شام کو میرن صاحب روانہ ہوئے۔ یہاں ان کی سسرال میں قصے کیا کیا نہ ہوئے ساس اور سالیوں نے اور بی بی نے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ خواشا امن صاحب بلائیں لیتی ہیں۔ سالیا کھڑی ہوئیں دعائیں دیتی ہیں۔ بی بی مانند صورت دیوار چپ جی چاہتا ہے چیخنے کو مگر ناچار چپ وہ تو غنیمت تھا کہ شہر ویران نہ کوئی جان نہ پہچان ورنہ ہمسایہ میں قیامت برپا ہو جاتی ہر ایک نیک نخت اپنے گھر سے دوڑی آئی امام ضامن علیہ السلام کا روپیہ بازو پر باندھا گیا ادھر روپیہ خرچ رہا دیئے۔ مگر ایسا جانتا ہوں کہ میرن صاحب اپنے جد کی نیاز کا روپیہ راہ ہی میں اپنے بازو سے کھول لیں گے اور تم سے صرف پانچ روپیہ ظاہر کریں گے۔ آپ سچ جھوٹ تم پر کھل جائے گا۔ دیکھنا یہی ہو گا۔ کہ میرن صاحب تم سے بات چھپائیں گے۔ اس سے بڑھ کر ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ ساس عزیز نے بہت سی بلبلیاں اور تو وہ قلاتند ساتھ کر دیا ہے اور میرن صاحب نے اپنے جی میں یہ ارادہ کیا ہے کہ جلیدیاں راہ میں چٹ کریں گے اور قلاتند تمہاری نذر کر کر تم پر احسان دھریں گے۔ بھائی میں دلی سے آیا ہوں۔ قلاتند تمہارے واسطے لایا ہوں زہار ورنہ کیجیو ال مفت سمجھ کر لے لیجیو کون گیا ہے کون لایا ہے۔ بھو آیا ز کے سر پر قرآن رکھو کلیان کے ماتھے گنگا جلی دو بلائیں بھی قسم کھاتے ہوں۔ کہ ان تینوں میں اسے کوئی نہیں لایا۔ واٹھ میرن صاحب نے کسی سے نہیں منگایا۔ اور سنو مولوی مظہر علی صاحب لاہوری دروازہ کے باہر صدر بازار تک ان کے پہنچانے کو گئے۔ رسم مشایعت عمل میں آئی اب کہو بھائی کون بڑا اور کون اچھا ہے۔ میرن صاحب کی نازک مزاجیوں نے کھیل بگاڑ رکھا ہے یہ لوگ تو ان پر اپنی جان تیار کرتے ہیں۔

میرن صاحب کے نام

عورتیں صدقہ جاتی ہیں۔ مرد پیار کرتے ہیں۔ مجتہد العصر سلطان العلماء مولانا سرفراز حسین کو میری دعا کمنا اور کمنا کہ حضرت ہم تم کو دعا کہیں اور تم ہم کو دعا دو میاں کس قصے میں پھنسا ہے۔ فقہ پڑھ کر کیا کرے گا۔ طب و نجوم و ہدیت و منطق فلسفہ پڑھ جو آدمی بنا چاہے خدایکے بے ربی اور نبی کے بعد امام ہی ہے مذہب حق والہ سلام والا کرام علی علی کیا کر اور فارغ البال رہا کر۔

(۱۲۳)

میر محمدی کے نام

واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں۔ مگر جاڑے نے بے حرمت حرکت کر دیا ہے آج جو سبب ایر کے وہ سروی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے۔ مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں۔ جو سخن پروازی کروں بھائی تم تو اردو کے مرزا قتیل بن کئے ہو اردو بازار میں نہر کے کنارے بہتے بہتے روئیل بن گئے ہو کیا قیل کیا روئیل یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ لو سنو اب تمہاری دلی باتیں ہیں۔ چو کہ میں بیگم کے باغ کے دروازہ کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا۔ اُس میں سنگ فشت و خاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کی کئی دو کانیں بڑھا کر راستہ چڑا کر لیا شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے نیشناروں سے جاگوں کو کام کچھ نہیں تاج محل مرزا قیصر مرزا جواں بخت کے سامنے ولایت علی بیگ بے پوری کی زوہران سب کی الہ آباد سے رہائی ہو گئی پادشاہ مرزا جواں بخت مرزا عباس شاہ زینت محل یہ کلمتہ پہنچے اور وہاں سے جہاز پر چڑھائی ہو گی دیکھئے کیپ میں نہیں یا لندن جائیں۔ خلق نے آرزوئے قیاس جیسا کہ دلی کے خیر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑدی ہے۔ سو سارے شہر میں مشہور ہے۔ کہ جنوری شروع سال ۱۲۵۵ء میں لوگ غموں شہر میں آباد کئے جائینگے۔ اور پشنداروں کو بھجوا لیا بھر بھر روپیہ دینے جائیں گے۔ خیر آج بدھ کا دن ۲۲۔ دسمبر کی ہے۔ اب شنبہ کو بڑا دن اور آگے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو

اور شتاب لکھو میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو اب صورت کیا ہے اور آئندہ عزیمت کیا ہے۔ میرا شرف علی صاحب اب دائرہ سائر تھے۔ پانی پت میں مقیم کیونکر ہو گئے۔ کچھ لکھئے تو میں جانوں میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار میرن صاحب کہاں ہیں۔ کوئی جائے اور بلا لائے۔ حضرت آئیے سلام علیکم مزاج مبارک کہئے۔ مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا۔ یا نہیں۔ اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میرا شرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین کم اور یہ ستر پیشہ میر مددی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں کیا کروں میں کہیں تم کلیں رواں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب ایک جاہلوں گئے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہاے ہاے کیونکر ایک جاہلوں گئے دیکھئے زمانہ اور کیا دکھائے گا۔ انشاء اللہ۔

(۶۴)

میاں کیوں تعجب کرتے ہو یوسف مرزا کے خطوط کے آنے سے وہ وہاں اچھی طرح ہے حاکموں کے یہاں آنا جانا ذکر کی تلاش حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں۔ وہاں کے احکام سے ملتے ہیں۔ وہاں کی پیشن کی درخواست کر رہے ہیں ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجھے کو آتے ہیں۔ جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ میں وہ امن مان ہے۔ کہ ہندوستانی عملداری میں ایسا امن و امان ہو گا۔ نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری میں یہ چین ہو گا۔ امرا اور شرفا کی احکام سے ملاقاتیں بقدر رتبہ و تعظیم و توقیر پیشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں اور ایک نقل سنو وہاں کے صاحب کشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ میں ہنود بھرے ہوئے ہیں۔ اہل اسلام نہیں ہیں ہنود کو اور علاقوں پر بھیجا۔ یا۔ اور ان کی جگہ مسلمانوں کو بھرتی کیا یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے لکھنؤ کے سوا اور سب شہروں میں عملداری کی صورت وہ ہے۔ جو خدر سے پہلے تھی۔ اب یہاں ٹکڑ چھا پے گئے ہیں۔ میں نے بھی دیکھے۔ فارسی

میر محمد علی کے نام

عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بشرط احوال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہے۔ آج پانچہار ٹکٹ چھپ چکا ہے کل اتوار یوم تعطیل ہے پرسوں دوشنبہ سے دیکھیے یہ کاغذ کیونکر تقسیم ہوں۔ یہ تو کیفیت عموماً شہر کی ہے۔ خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسوں کو تو ال کو حکم آیا ہے۔ کہ اسداٹھ خاں پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے مقدور اور محتاج ہے۔ یا نہیں۔ کو تو ال نے موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں۔ سو کل چار گواہ کو تو مالی چہوتزہ جائیں گے اور میری بے مقدوری ظاہر کر آئینگے۔ تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چرٹھا ہوا روپیہ بل جائیگا۔ اور آئینہ کو پنشن جاری ہو جائے گی نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرونگا۔ چھ مہینے کا یا برس دن کار روپیہ علی الحساب پانے کا میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں۔ اس طلب کے جواب میں یہی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کر بھیج دو تو میں آؤ۔ دیکھو اب دس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے۔ میرے سرفراز حسین کو دعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا میرن صاحب کو مبارک باد کہنا +

(۶۵)

کیوں یا کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں۔ تمہارا خط پڑھ کر دو

سو بار یہ شعر پڑھا۔ شعر

وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

کلو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیگا۔ نہیں میں آتا ہوں۔ بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں ان کو بلاتا انہیں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ میں حاضر ہوتا ہوں۔ دو گھنٹی کے بعد وہ آئے ادھر کی بات ادھر کی بات کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ یا کوئی خط فارسی پڑھوایا۔ اہی کیوں حضرت آپ میرن صاحب کو نہیں بلاتے صاحب میں تو ان کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا ان کو پتہ لکھا ہے۔ کہ وہاں ٹھہر کر

نیر ہدی کے نام

مجھ کو اطلاع کرو میں شہر میں بلاؤنگا صاحب اب وہ ضرور آئیں گے۔ آخر کار ان سے اجازت لیکر اب تم کو لکھتا ہوں۔ کہ ان سے مختصر کلمہ کہہ کر بھائی یہ تو مبالغہ ہے۔ کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو یہ کہتا ہوں۔ کہ خیر وہاں کرو۔ تو باسی عید یہاں کر دے میرا حال سنو کہ بے رزق چینے کا ڈھب مجھ کو آگیا ہے۔ اس طرف سے خاطر جمع رکھنا مضی کا مہینہ روزہ کھا کھا کر کاٹا آئیں۔ وہ خدارزاق ہے۔ کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے بس جب ایک چیز کھانے کو ہوئی۔ اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے میرا سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میرا احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دعا یہ خط پڑھا دو اور ادھر کہ روانہ کر دیا خوب بات یاد آئی ہے۔ کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں شکر میں کراچی میں چہ پتے میں یعنی ڈاک میں آئیں۔ بلی تاروں کے محلہ میں میرے مکان پر آتے پڑیں مرزا قربان بیگ کے مکان میں مولوی طفر علی رہتے ہیں۔ میرے ان کے مکان میں ایک میر غیث علی کی جڑیلی درمیان ہے ڈاک کو نہ مارا کوئی نہیں روکتا مصلحت تو ایسی ہے اگر اس خط کے پھٹے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں *

(۶۶)

برخوردار کا ہنگام میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ میرا حلیہ ہے۔ واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے یہیں بھوک لگی ہے۔ تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے۔ میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو لفافہ میں رکھ ڈاکٹ لگا سنا منہ لکھ کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور وہاں ایک چمپڑ بھی تھی کہ دیکھو میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے۔ سو وہی ہوا۔ تم نے جے پھو لے بھوڑے لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا گردہ جو کچھ تم نے سنا ہو گا بے اصل باتیں ہیں۔ پنشن کا

میر مہدی کے نام

مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر یہاں کے حاکم نے اگر ایک رو بکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی۔ میرا اُس میں کیا ضرر یہاں تک لکھ چکا تھا۔ کہ دو ایک آدمی آگئے دن بھی کھوڑا رہ گیا۔ میں نے کس بند کیا باہر تختوں پر ابھیٹا شام ہوئی۔ چراغ روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین میرا نے کی طرف مونڈھے پرپس میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ و دومان علم الیقین سید نصیر الدین آیا ایک کورٹا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ اُس کے سر پر ایک ٹوکرا اُس پر گھاس ہری بھی ہوئی میں نے کہا ابا یا سلطان العلماء مولانا میر سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسید بھیجی ہے بائے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے۔ فیض خاص نہیں لطف عام ہے۔ شراب نہیں آم ہے خیر یہ عطیہ بھی بے فضل ہے بلکہ نعیم البدل ہے ایک ایک آم ایک ایک سرسبز گلاس سجھا لکھوڑے سے بھرا ہوا اگر وہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ منیسٹھ گلاس میں سے ایک قطرہ گرا ہے۔ میاں کہتا تھا۔ کہ یہ انشی حقے پنڈرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے۔ تان کی بُرائی اوروں میں سراپت نہ کرے۔ ٹوکریں میں سے پھینک دیئے میں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے۔ مگر میں تمہاری تکلیف اور تکلیف سے خوش نہیں ہوا۔ تمہارے پاس روپیہ کہاں جو تم نے آم خریدے خانہ آباد دولت زیادہ لکھوڑا ایک انگریزی شراب ہوتی ہے قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام قوام پتلا دیکھو اس نعمت کے معنی کسی فرنگ میں نہ پاؤ گے *
 وہاں فرنگ مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ اُن کے علم کی گنجی ہیں اور ملے ملے کی کتابیں چالیس پچاس روپے کو لے گئے ہیں میری دعا کہ دینا *
 (۶۶)

میری جان خدا تجھ کو ایک سو ہشتاد برس کی عمر دے بڑھا ہونے آیا۔ داڑھی میں بال سفید آگئے مگر بات سمجھنی نہ آئی پٹن کے باب میں اُنھے ہوا اور کیا بیجا اُنھے ہو یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پٹن داروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پٹن نہیں ملی یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسوا مہینہ ہے چن اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا

باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آئندہ ماہ ماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم
 نہیں ہوا تو اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اس کو کچھ نسبت ہے یا نہیں۔ یہ
 حضرت کا سوال میر خسرو کی اغلی ہے (جس الدہ گئی تو کاپے سے پھٹکوں راب)
 علی بخش خاں پچاس روپیہ مہینا پاتے تھے۔ بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں ان کو
 چھ سو روپیہ مل گئے باقی روپیہ چڑھا آئندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں غلام حسین خاں سو
 روپیہ مہینے کا پشندار بائیس مہینے کے بائیس سو روپیہ ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے دیوان
 کشن لال ڈیڑھ سو روپیہ مہینے کا پشندار بائیس مہینے کے تینتیس سو روپیہ ہوتے ہیں
 اس کو اٹھارہ سو ملے۔ مناجہ دار دس روپیہ مہینے کا سکہ نمبر سال بھر کے ایک سو بیس
 ملے آیا۔ اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آئندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں
 مجھ کو پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط لکھے تو اخیر خط پر صاحب کشتربہادر نے حکم دیا
 کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ مل جائیں۔ میں نے وہ سو روپیہ نہیں لئے اور پھر
 صاحب کشتربہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پانے والا ہوں۔ سال بھر
 کے ساٹھ سو روپیہ ہوتے ہیں سب پشنداروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجھ کو
 سو روپیہ کیسے ملتے ہیں۔ مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جائے۔ ابھی اس
 میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈورا پیٹو اگر ٹکٹ چھو اگر اجرٹن صاحب
 بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلی کے محتاجو باہر پڑے ہوئے ہیں نہ کھول کر رہ
 گئے۔ اب جب وہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور نئی صورت نکل
 آئے میر میر از حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہنچیں۔

(۶۸)

سید صاحب نہ تم مجرم نہ میں گنہگار تم مجبور میں ناچار لو اب کمائی سنو میری
 سرگزشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفیٰ خان بیعاد سات برس کے قید ہو گئے
 تھے۔ سوان کی تقصیر معاف ہوئی۔ اور ان کو رہائی ملی صرف رہائی کا حکم آیا ہے جاکر
 کی زمینداری اور دلی کی اٹاک اور پشک کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا ناچار وہ رہا ہو کر

میر میری کے نام

میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں۔ میں بھروسہ کی خبر استماع کے ڈاک
 میں بیٹھ کر میرٹھ گیا۔ ان کو دیکھا چار دن رہاں رہا پھر ڈاک میں پانچ گھنٹہ آیا دن اور تاریخ
 آنے جانے کی یاد نہیں۔ مگر ہفتہ کو گیا سنگل کو آیا آج بدھ دوئم غزوہ سی ہے مجھے آج صبح کو
 نو اوس دن پہ انتظار میں تھا کہ تمہارے خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے آج صبح کو
 تمہارا خط آیا۔ دوپہر کو میں جواب لکھتا ہوں روز شہر میں ایک نیا حکم ہوتا ہے۔ کچھ
 سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے میرٹھ سے اگر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور
 یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لاہوری دروازہ کا تھانہ دار
 مونڈا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر والا
 میں بیچ دیتا ہے حاکم کے یہاں سے پانچ پانچ بید لگتے ہیں۔ یا دور روپے جرانہ لیا جاتا
 ہے آٹھ دن قید رہتا ہے اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون
 بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے۔ یہاں
 کا جمعدار میرے پاس بھی آیا میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی
 عبارت الگ لکھ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پٹنہ اسٹیشن سے حکیم پٹیلے والے
 کے بھائی کی جوہلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا نہ گوروں کے زمانہ میں
 نکلا اور نہ نکالا گیا۔ کرنیل بروں صاحب بہادر کے زبانی حکم پراس کی اقامت کا مدار
 ہے اب تک کسی حاکم نے وہ نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ پرسوں یہ عبارت
 جامعہ دار نے محلے کے نقشے کے ساتھ کوتوالی میں بھیج دی کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ
 شہر سے باہر مکان و دوکان کیوں بناتے ہیں۔ جو مکان بن چکے ہیں انہیں ڈھا دو
 اور آئندہ کو ممانعت کا حکم سنا دو اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچزار ٹکٹ چھاپے گئے
 ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم
 کی رائے پر ہے وہ پیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد
 ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھئے شہر کی بستی کی
 کون صورت ہے، جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں۔ یا جو باہر پڑے ہوئے

دیکھو حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے۔ اس وقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا خط آیا مجھے کو باتیں کرنے کا مزاج دو دنوں کو جواب ابھی لکھ کر روانہ کیا۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں میرے سرفراز حسین میرن صاحب میر نصیر الدین کو دعا ہے

(۷۵)

مارڈالیا ریتیری جواب طلبی نے اس چرخ کج رفتار کا بڑا ہوم نے اڑکا کیا بھڑا تھا ملک مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و گوشہ تھا۔ چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر ہنس بول لیتے تھے۔ شعر
وہ بھی نہ کوئی دم دیکھ رکائے فلک اور تو بیاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا
یاور ہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے کل سے مجھے کو میکش بہت یاد آتا ہے سو صاحب
تم ہی بتاؤ کہ میں تم کو کیا لکھوں وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ آتا
نہیں آتی مجھ سے خط پہ خط لکھواتے ہو۔ آنسوؤں پیاس نہیں بجھتی۔ یہ تحریر تلافی
اس نقصان کا نہیں کر سکتی بہر حال کچھ لکھتا ہوں۔ دیکھو کیسا لکھتا ہوں۔ سنو نیشن
کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم دیر آید درست آید۔ بھی میں تم سے بہت آردہ
ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت نہ مجھ کو تنہیت بلکہ اس
طرح سے لکھا ہے کہ گویا ان کا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے لکھتے ہو کہ میرن صاحب
دیسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی کہ ہرگز
کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمہاری ہم کو پسند نہیں آئیں تم نے
میر کا وہ مقطع سنا ہو گا۔ یہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں شعر

کیوں نہ میرن کو مفتنم جانو دلی والوں میں اک بچا ہے یہ

میر تقی کا مقطع یوں ہے شعر

میر کو کیوں نہ مفتنم جانو اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ ارے میاں تم نے کچھ اور بھی
سنا کہ یوسف مرزا کا خط لکھو سے آیا وہ لکھتا تھا کہ نصیر خان عرف نواب جان لداں

کا دایم الجبس ہو گیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی یوسف مرزا تو جھوٹ کا بے کو لکھے
خدا کرے اس نے جھوٹ سنا ہو۔ لو بھی اب تم چاہو۔ بیٹھے رہو چاہو اپنے گھر جاؤ
میں تو روٹی کھانے جاتا ہوں۔ اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا
باقر علی خان بھی صرف ایک میں اور ایک میرا پیارا بیٹا حسین علی خاں یہ ہم روزہ
خوار ہیں۔ وہی حسین علی خان جس کا روزمرہ ہے کھلونے منگا دو میں بھی بجا جاتا ہوں
میرے سرفراز حسین کو دعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سنا دینا۔ برخوردار میر نصیر الدین
کو دعا پہنچے *

(۷۱)

جب بی دین و دنیا روزی باد میرا شرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا وہ جو تم
نے لکھا تھا۔ کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا صاحب قصور
تمہارا ہے کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجکو دیکھو
کہ میں کب سے دلی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہم نام ہونے دیا۔ نہ کوئی اپنا ہم
بننے دیا نہ اپنا ہم تخلص ہم پہنچا یا فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کو تو ال سے کیفیت
طلب ہوئی اُس نے اچھی لکھی کل ہفتہ کا دن ساتویں اگست کی مجھ کو اجرٹن صاحب
بہادر نے بلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے کئے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے
اور جلد ملے تر و اگر ہے تو اس میں ہے کہ پندرہ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف
آئندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام فخر الدین خاں کی دو ایک رو بکاریاں ہوئی ہیں۔
صورت اچھی ہے خیر چاہے تو رہائی ہو جائے صاحب ہم نے گھر اگر اُس تحریر
فارسی کو تمام کیا دفتر بن کر دیا اور لکھ دیا کہ یکم اگست ۱۳۳۵ء تک میں نے
پندرہ مہینے کا حال لکھا اور آئندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا
تھا۔ کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھیجو اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد
لکھو تاکہ میں اُس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج دوں۔ ہاں صاحب میر
اشرف علی صاحب یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے

میر مہدی کے نام

میں۔ اگر آجائیں تو مجھ کو اطلاع کرنا ۔

(۷۲)

سی صاحب تمہارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو۔ لیکن زمانہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا۔ تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو دیئے ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں۔ ڈھائی سو کیسے سبحان اللہ باوجود اس تہیدستی کے پھر یہی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلا سے آبرو بچی جان بچی اب میرا سرفراز حسین کو چاہیئے کہ الور چلے جائیں شاید نئے بند و بست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے میری دعا کو اور یہ کہ کو اپنا حال اور اپنا قصدا اپنے ہاتھ سے مجھ کو لکھیں پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عملہ میں ہر چہ نقص کیجئے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں بتاتا۔ بہر حال اتنا سنا ہے۔ اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بیگناہ قرار پایا ہوں۔ اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہوں۔ بس اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر میاں کیا باتیں کرتے ہو میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانے کو نہیں شراب پینے کو نہیں جاڑے آئے ہیں۔ لحاف تو شک کی فکر ہے کتابیں چھپواؤں گا۔ منشی امید سنگھ اندر دوا لے دے آئے تھے۔ سابقہ مفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست ان کو میرے گھر لے آیا انہوں نے وہ نسخہ دیکھا۔ چھپوانے کا قصہ کیا آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہر گوپال تفتہ تھا۔ اس کو میں نے لکھا اس نے اہتمام کو اپنے ذمہ لیا مسودہ بھیجا گیا۔ ۸۰ فی جلد قیمت مٹھری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگھ نے لیں۔ پچیس روپے چھاپہ خانہ میں بطریق ہنڈوی بھجوا دیئے صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہر گوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے احکام کو دکھایا اجازت چاہی حکام نے کمال خوشی اجازت دی۔ پانسو جلد چھاپی جاتی ہے۔ اس پچاس جلد میں سے شاید پچیس جلد منشی امید سنگھ

یہ ہندی کے نام

مجھ کو دینگے میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا۔ پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک فرنا چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۷۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۷۷ء کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اس کی اطلاع دیدی ہے امین الدین خاں جاگیر کے بیٹے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیوں کر لکھتا ان کو جاگیر اگست میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے۔ کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی امید سنگھ اندر جانے والے تھے۔ اگر ختم کر مسودہ ان کے سامنے آکر نہ بھیج دیتا۔ تو پھر چھپے اتنا کون اہل خط کا حال از روئے تفصیل مجھ کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہوں کہ دعویٰ خون پیش کیا چاہئے ہیں یہ سودا ہو گیا ہے مسودہ ہو رہا ہے۔ بٹنگ صاحب کے جے پور میں ٹکڑے اڑ گئے گور زمدعی نہ ہوئے۔ قصاص نہ لیا۔ اب ایک ہندوستانی کے خون کا قصاص کون لے گا۔ شعر
اے سبز سرورہ از جو رہا چہ نالی در کیش روز گاراں گل خون بہا نثار
خیر جو ہونا ہے ہو رہے گا۔ بعد وقوع ہم بھی سن لینگے۔ تم اتنا کیوں دل جلا رہے ہو +

(۷۳)

میری جان وہ پارسی قدیم جو ہوشنگ و جمشید و کیمسرو کے عہد میں مروج تھی اس میں حنجائے مضموم نور قاہرہ کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ پارسیوں کی دید و دانست میں خدا کے آفتاب سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں ہے اسی واسطے آفتاب کو خیر لکھا۔ اور شید کا لفظ بڑھا دیا شید بشین کسور دیائے معروف بروزن عید رشتی کو کہتے ہیں۔ یعنی یہ اس نور قاہرا یزدی کی رشتی ہے خراور خرشید یہ دونوں اسم آفتاب کے ٹھہرے جب عرب و عجم مل گئے تو اکابر عرب نے کہ وہ منبع علوم ہوئے واسطے دفع التباس کے خرمیں واؤ معرولہ بڑھا کر خور لکھنا شروع کیا۔ ہر آئینہ متاخرین نے اس قاعدہ کو پسند کیا اور منظور کیا اور فی الحقیقت یہ قاعدہ بہت مستحسن ہے۔ فقیر خرمجاں بے اصناف لفظ شید لکھتا ہے موافق قانون غلطائے عرب بواؤ معرولہ لکھتا ہے۔ یعنی خور اور ہماں باضافہ لفظ شید لکھتا ہے وہاں بہ پیری بزرگان پارسی سر بسر لفظ خور کو بے واؤ لکھتا ہے۔ یعنی خرشید خور کا قافیہ در اور بر کے ساتھ جائز اور روا ہے خود میں نے دو چار جگہ باندھا ہوگا۔

تہمدی کے نام

وہاں ہیں بے داؤ کیوں رہا خورشید چاہو بے داؤ لکھو چاہو مع الواؤ لکھو میں بے داؤ
 لکھتا ہوں مگر مع الواؤ کو غلط نہیں جانتا اور خڑکو بھی بے واؤ نہ لکھو ٹکا قافیہ ہو یا نہ ہو
 یعنی نظم میں وسط شعر میں آپڑے یا نثر کی عبارت میں واقع ہو خود لکھوں گا یہ بات
 بھی تم کو معلوم رہے کہ جس طرح خرتربہ لوزقا ہر کا ہے اسی طرح جم ترجمہ قادر کا ہے۔ کہ
 باضابطہ لفظ شیدا سم شہنشاہ وقت قرار پایا ہے مجتہد العصر میرسرافراز حسین کو دعا
 پہنچے یہ کہیے تمہیں وہاں کوئی مجتہد العصر نہ کہتا ہو گا۔ نہ کہو تم کو کیا میں نے تم نے
 مان لیا۔ اب کو کہے یا نہ کہے میاں بدر الدین سے ایک ٹھہر کھدو ادونگا۔ مصرع

جناب مجتہد العصر میرسرافراز حسین

پس تم یہ ٹھہر خطوں پر پھروں پر تسکوں پر کرنی شروع کرنا سب کے رب تم کو مجتہد العصر
 کہنے لگیں گے حکیم میرا شرف علی کو اور ان کے فرزند کو دعا پہنچے۔ میرن صاحب
 کو دعا پہنچے بھائی میرن اب وہ خس کا پردہ کھول ڈالا صافیاں جھھر پر لپیٹا ہوں دمید
 بھگوتا ہوں ودلوں کہاں جو پردے سے لپیٹ کر صافی کو لیکر اور پانی کو کھٹنڈا کرے
 وہ پانی جو میر مہدی اور تم اور حکیم جی پیا کئے ہو۔ اب کہاں برف پندرہ دن کی اور
 باقی ہے۔ آئندہ خدا رزاق ہے۔

(۷۴)

ہاں صاحب تم کیا چاہتے ہو مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیج دیا۔ اب اور
 کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں میں فقیر نہیں جو دعا لکھوں تمہارا دماغ
 چل گیا ہے لفافہ کو گرید کر مسودہ کو کاغذ کو بار بار دیکھا کرو پاؤ گے کیا یعنی تم کو وہ چھڑ
 شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں خیریت ہے وہاں کی عافیت مطلوب ہے۔ خط تمہارا
 بہت دن کے بعد پہنچا جی خوش ہوا۔ مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ بر خوردار
 میرسرافراز حسین کو دینا اور دعا کہنا اور وہاں حکیم اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا
 کہنا لازم سداقتندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح سے خط بھیجتے رہو کیوں سچ کہیو اگلوں
 کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہائے کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک یوں نہ لکھو خط

میرسرافراز حسین

ہی نہیں نہیں ہے چاہ بے آب ہے ابر بے باراں ہے نخل بے میوہ ہے خانہ بے چراغ ہے
 چراغ بے نور ہے ہم جانتے ہیں کہ تم زندہ ہو تم جانتے ہو کہ ہم زندہ ہیں امر ضروری کو لکھ
 لیا رواند کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے
 تو بھلائی ساڑھے تین سطریں دیسی بھدی میں نے لکھ دیں کیا نماز قضا نہیں پڑھتے۔ اور
 وہ مقبول نہیں ہوتی۔ خیر ہم نے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی۔ اب لکھ
 بھیجی۔ قصور معاف کرو خفا نہ ہو میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی
 نئی میں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا تم کو بیچ دوں نواب فیض محمد خاں کے بھائی
 حسن علی خاں مرگئے۔ حامد علی خاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ
 پر ہو گئی۔ کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا۔ آج اس نے غسل صحت کیا۔ باقر علی خاں کو مینے
 بھر سے تپ آتی ہے۔ حسین علی خاں کے گلے میں دو غدو ہو گئے ہیں شہر چپ چاپ
 نہ کہیں پھاوڑا بجاتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے نہ آہنی سڑک آتی
 ہے۔ نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے دلی شہر خوشاں ہے کاغذ بنبر گیا ورنہ تمہارے دل کی
 کی خوشی کے واسطے ابھی اور لکھتا +

(۷۵)

سید صاحب کل پھر دن ہے تمہارا خط پہنچا یقین ہے کہ اسی وقت یا شام کو میرا فرزند
 حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں حال سفر کا جو کچھ ہے ان کی زبانی سن لو گے میں کیا لکھ
 میں نے بھی جو کچھ سنا ہے انہیں سے سنا ہے۔ ان کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور
 میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدہ اند میرے تصور کے مطابق ہے۔ میں
 جانتا تھا۔ کہ وہاں کچھ نہ ہو گا۔ سو روپے کی ناحق زیر باری ہوئی چونکہ زیر باسی میرے
 بھروسہ پر ہوئی۔ تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اس چھپا سٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریا
 اور روسایاں بہت کھائی ہیں۔ جہاں ہر لوطی نہیں۔ ایک ہر لوطی سہی میرا راز میں
 کی زیر باری سے دل کڑھتا ہے۔ دبا کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں
 بھی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام ٹوٹ ایسی سخت کال ایسا پڑا ویا کیوں نہ ہو لسان الغیب

میر میری کے نام

نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔ شعر

ہر چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگ ناگمانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی۔ مگر میں نے وہ بڑے عام میں مرزا اپنے لائق نہ سمجھا ورنہ
اس میں میری کسر شان تھی۔ بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کیا بات اردو کا چھاپہ کا تمام ہوا
اغلب کہ اسی ہفتہ میں غایت جینے میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہنچ جائے۔ کلیات
نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے۔ اگر ڈول بن گیا۔ تو وہ بھی چھاپا جائے گا۔
قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں۔ اگر مقدور مساعدت کرے گا تو
میں بے شرکت غیر اس کو چھپواؤں گا مگر یہ خیال محال ہے میرے مقدور کی تیاری کا
حال مجتہد العصر کو معلوم ہے واللہ علی کل شیء قدير۔ خدا کا بندہ ہوں۔ علی کا غلام میرا
خداوند کریم میرا خاوند سخی۔ علی وارم چہ غم دارم۔ وہا کی آج مدہم ہو گئی ہے پانچ سات
دن بڑا زور و شور سا پڑ سوں خواجہ مرزا دلخواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں
آیا۔ کل رات کو اس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ابور
میں بھی وہا ہے۔ الگ نڈر پور نے مستہربہ اللہ صاحب مرگیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا
عزیز اور ترقی خواہ اور مزاج میں اور مجھ میں متوسط تھا۔ اسی جرم میں ماخوذ ہو کر مرا۔
خیر یہ عالم اسباب ہے اس کے حالات سے ہم کو کیا +

(۶۶)

جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا۔ مجھ کو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی
اب اچھا ہوں تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ تک کچھ کھسکا نہیں ہے۔ محرم کی
پہلی تا یح سے اللہ مالک ہے۔ میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے ان کو دیکھا نہیں۔ اب
کی بار درو میں مجھ کو غفلت بہت رہی اکثر احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔ جب سے
اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تمہاری آنکھوں کے خرابی کی وجہ یہ ہے کہ جو
مکان دہلی میں رکھائے گئے۔ اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گروٹری اس کو اپنے
ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ۔ مجتہد العصر

میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا۔ میں نے میرن صاحب کی آزدگی کے خوف سے اس کا جواب نہیں لکھا یہ رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا۔ کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس اُلفت پر اُطلاع پائیں

(۷۷)

جان غالب تمہارا خط پُہنچا۔ غزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے مصرع
ہر کسی سے پچھتا ہوں وہ کہاں ہے
مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہو گیا ہے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی مصرع
میاں یہ اہل دہلی کی زباں ہے

ارے اب اہل دہلی یا ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا ریت تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں۔ خس کی ٹٹی پڑوا ہو اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی جو بی بی میں وہ جہت و سمت بدلی ہوئی ہے۔ بہر حال میگدرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا۔ لال ڈوگی کے کنویں یکدم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں سوار ہو کر کنوؤں کا حال معلوم کرنے گیا تھا۔ مسجد جامع ہوتا ہوا راجگھاٹ دروازہ کو چلا مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ ایک صحرائی ووق ہے۔ اینٹوں کے جوڑے پڑے ہیں۔ وہ اگر بعد یجائیں تو صحو کا مکان ہو جائے یاد کرو مرزا گوہر کے باغیچہ کی اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا۔ اب وہ باغیچہ کے صحن کے برابر ہو گیا۔ یہاں تک کہ راجگھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا فصیل کے کنگورے ٹھکے رہے ہیں۔ باقی سب لٹ گیا کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو۔ اب آہنی مڑک کے واسطے کلکتہ دروازے سے کابلی دروازہ تک میدان ہو گیا۔ پنجابی کٹرہ دھوبی داس کا واڑہ راجی گنج سعادت خاں کا کٹرہ جرنیل کی بی بی کی جو بی بی راجی داس گودام والے کے مکانات صاحب رام کابلغ جو بی بی ان میں سے کسی کا پتا نہیں ملتا قصہ مختصر شہر صحران ہو گیا تھا۔ اب جو کنوئیں

میر مہدی کے نام

جاتے ہیں اور پانی کو ہر نیا ب ہو گیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہو جائے گا اللہ اللہ دلی نہ رہی اور دلی ولے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہتے جاتے ہیں واہ رے حسن اعتقاد ارے بندہ خدا اُردو بازار نہ رہا۔ اُردو کہاں دلی اب شہر نہیں مکپ چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہر اور کا حال کچھ اور ہے۔ مجھے اور انقلاب سے کیا کام الگ نڈر پد نے کا کوئی خط نہیں آیا ظاہر ان کے مصاحب نہیں۔ ورنہ وہ مجھ کو ضرور خط لکھتا رہتا میر سرفراز اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا کہنا *

(۷۸)

بجائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے قلعہ چاندنی چوک کندہ بازار مسجد جامع کا ہر ہفتہ سیر جہنما کے پل کی ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلعہ ہند میں اس نام کا تھا خواب گورنر جنرل بہاؤ ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہو گئے دیکھئے کہاں اترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں۔ آگے کے درباروں میں سات جاگیر دار تھے۔ کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ بھجر بہادر گرٹھ بلب گرٹھ۔ فرخ نگر دو جانہ پاٹودی لوہا روچار معدوم محض ہیں جو باقی رہے اس میں سے دو جانہ ولوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کلکٹر بہادر ان دونوں کو یہاں لے آئے۔ تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں سلطان جی ہیں۔ مولوی صدر الدین بلی ماروں میں سب دنیا موسوم بہ اس۔ تینوں مردود و محروم و مغموم۔ شاعر

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام سبو پھر ہم کو کیا آسمان سے بادۂ کفلام گربسار کے تم آتے ہو چلے آؤ جان نثار کے چھتے کی سڑک خاں چند کے کوپے کی سڑک دیکھ جاؤ بلاتی بیگم کے کوپے کا ڈھینا جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز گول میدان نکلا سن جاؤ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا یوسف ہن۔ میر افضل علی کو دعا *

تیر مولوی کے نام

(۷۹)

میرزا کی کہانی

میاں کیوں ناسپاسی و حق ناشناسی کرتے ہو۔ چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں۔ چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں۔ تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر ہنسی ہو چکی۔ اب حقیقت مفصل لکھو تم تو زجر کی عادت رکھتے ہو عوارض چشم سے تم کو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دکھی۔ اور یہ بال بال پڑ گیا۔ جو اُس نے حلاف کہے اُس کو غلط جانتا میں نے خط تمہیں جانکر نہیں لکھا تم نے لکھا تھا کہ بعد عی۔ میں آؤنگا مجھ کو بھیجنے میں تامل ہو لکھتے کچھ ہو۔ کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سُنو تین برس کے روپے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سود و خرچ کے جو پائے تھے۔ وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو عملہ فعلہ کی نذر ہوئے مختار کار دو ہزار لایا۔ چونکہ میں اُس کا قرضدار ہوں۔ روپے اُس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے حساب کیا سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے میں نے کہا میرے قرض متفرق کا حساب کر کچھ اوپر گیارہ سو نکلے میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے نو سو پچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجھ کو دو پانسو سات تم لو یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا خزانے سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں بات رہ گئی پتہ رہ گئی حاسدوں کو موت آگئی۔ دوست شاد ہو گئے۔ میں جیسا رنگا بھوکا ہوں۔ جب تک جیوں گا۔ ایسا ہی رہونگا میرا دار و گیر سے بچنا معجزہ اسد اللہی ہے۔ ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیہ اللہی ہے حاکم شہر لکھ دے کہ یہ شخص ہرگز پانے کا مستحق نہیں حاکم صدر مجھ کو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب کو دعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں جواب ترکی ترکی جواب عربی عربی جواہروں نے لکھا۔ وہ میں نے بھی لکھا محمد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں۔ نہیں بھی وہ محمد ہوں۔ ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دعا ہی لکھوں گا۔ اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا ۶

(۸۰)

میری جان تم کو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم و دوات لے بیٹھ
خط پہنچا ہے تو جواب ورنہ شکوہ شکایات و عتاب و خطاب لکھنے لگے کل میرا شرفِ عمل
آئے تھے۔ سرمٹ و اڈالا ہے۔ محققین رُوسم پر عمل کیا ہے میں نے کہا کہ سرمٹ ڈوایا
ہے تو وارٹھی رکھو کہنے لگے دامن از کجا آدم کہ جامہ ندام و افتد ان کی صورت قابل
دیکھنے کے ہے کہتے تھے۔ کہ میرا محمد علی صاحب آئے اور بجالا دیا و برقرار رہے خدا کا شکر
بجالایا۔ کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی اچھی خبر سُنی جائے۔ میرا سلام کہنا اور مبارکباد
دینا خبردار بھول نہ جاؤ۔ تمہاری شکایت تھائے بیجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط
مجھ کو پانی پت سے بھیجا تھا۔ اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز
کر لیا تھا۔ کہ جب کرنال سے خط آئیگا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۵ اکتوبر صبح
کا وقت ابھی کھانا پکتا بھی نہیں تبریدی کر بیٹھا تھا۔ کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب
لکھا کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دیکر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بوہتمہارا گلہ بیجا یا بیجا بھائی گلہ
کرد تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچ کر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور وہاں یہ کیا ہے
کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہارے قلم سے نہیں نکلا نہ ان کی خیر و عافیت
نہ ان کی بندگی اگر وہ مجھ سے خفا ہیں تو ان کی بندگی نہ لکھتے خیر و عافیت تو لکھتے یہ
باتیں اچھی نہیں۔ میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں۔ تمہا تمہارے ساتھ ہو گئے ہیں
والدہ ان کی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو دیں۔ بلائیگے۔ یا خود بعد
چند روز کے یہاں آجائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں۔ میر نصیر الدین کی بندگی
نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کی بوہدو باش کی حقیقت لکھو رہا میرا پنشن اُس کا
ذکر نہ کرو اگر یلگی تو تم کو دی جائیگی۔ شہر کی آبادی کا چرچا ہو اکر ایہ کو مکان ملنے لگے
چار سو پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ قاعدہ مٹ گیا اب خدا جلنے کیا دستور
جاری ہوا ہے آئندہ کیا ہوگا۔ سلطان العلماء مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین
کو اگرچہ نظر ان کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیے مگر خیر میں عزیز داری دیگانگی کی

راہ سے دعا لکھتا ہوں میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین
کو زیادہ کیا لکھوں ؟

(۸۱)

واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ بات اتنی ہی ہے کہ
میرا ہلنگ مجھ کو ملا میرا چھونا مجھ کو ملا میرا حجام مجھ کو ملا میرا بیت الخلا مجھ کو ملا رات وہ شور
کوئی آئیو کوئی آئیو فرو ہو گیا۔ میری جان بچی میرے آدمیوں کی جان بچی مصرع
انکوں شب من شب سرت و روزم روزت

بھی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں
پہنچا اگر پہنچتا تو بیشک وہ خط تمہاری نظر سے گذرتا۔ اور میرن صاحب اس کی اصل
حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے
مجھ کو وہ واردات لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی ہیں اگر جیسا کہ میرا
گمان ہے خط نہیں پہنچا تو حیر جانے دو اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے جواب
لکھو انے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا۔ اب ان سے میرے خط کے جواب
کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حسن بھی کیا چیز ہے نادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی
کا ڈر ہوتا ہے تم ان سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈر میرے خط کے جواب
میں کیوں نہیں لکھتے نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب ان سے لکھو
کہ بھیجاؤ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو پانی گرم ہوا گرم میں مستولی الانج ہنگا
بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا یعنی میرا دادا علی آشوب کا بیٹا محمد میر شب گزشتہ
کو گذر گیا۔ آج صبح کو دفن کر آئے جو ان صبح پر ہیزگار مومنین پیش نماز کا تھا انا نہ
وانا الیہ راجعون۔ مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤں اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست
کو لکھوں گا رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائے گا اور مدار المہام امر واقعی
لکھ بیجھے گا۔ مجتہد العصر کو دعا اور یہ خط لکھا دینا۔ میرن صاحب کو دعا اور کہنا کہ
بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا ہم بھی تمہارے طرز کا تتبع کرینگے۔

میر نصیر الدین کے نام

حکیم میر اشرف علی کو دعا کا کنا اور کہنا کہ اگر تم میں اور اُن میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی اُن کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تمہارے نہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ حاصل ہو رسائی ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ۔ شاعر

میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جان کروں کیا کہیاں گر رہے ہیں مکان
برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ قاسم جان کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے میں
جس مکان میں رہتا ہوں۔ عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد
کی طرف کے والان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا۔ وہ گر گیا۔ سیڑھیاں گر اچا ہتی
ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ جھپٹیں جھپٹنی ہو گئیں۔ منیہ گھڑی بھر
بر سے تو چھت گھنٹہ بھر رہے۔ کتابیں قلمدان سب توشہ خانے میں فرش پر کہیں
لگن رکھا ہوا کہیں چلچلی دھری ہوئی خط کہاں بیٹھ کر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرست
ہے مالک مکان کو فکر مرمت آج ایک امن کی صورت نظر آئی۔ کہا کہ آؤ میر ہمدی
کے خط کا جواب لکھوں۔ الور کی ناخوشی راہ کی محنت کشتی تپ کی حرارت گرمی کی
شرارت یاس کا عالم کثرت اندوہ و غم حال کی فکر مستقبل کا خیال تباہی کا رنج آوارگی
کا مال جو کچھ کمودہ کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سُنتے ہیں۔ کہ نمبر
میں مہاراجہ کو اختیار ملیگا۔ مگر وہ اختیار ایسا ہوگا۔ جیسا کہ خدا نے خلق کو دیا ہے۔
سب کچھ اپنے قبضہ قدرت میں رکھا۔ آدمی کو بدنام کیا بارے رفع مرض کا حال
لکھو خدا کرے تپ جاتی رہی ہو تندرستی حاصل ہو گئی ہو میر صاحب کہتے ہیں
مصرع تندرستی ہزار نعمت ہے

ہائے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بزم پہنچایا ہے۔ مجھ کو
پتا آیا ہے۔ شاعر

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک تندرستی ہزار نعمت ہے
محمد العصر میر مرزا از حسین صاحب کو دعا پایا ہا میر افضل حسین صاحب کہاں ہیں۔

حضرت یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جسے پور کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا اُن کو ہماری دعا کہنا ۛ

(۸۲)

شعر بے مے نکلند در کف من خامہ روئی سروریت ہوا آتش بے دود کجائی
میر ہمدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگلیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو
حرف لکھتا ہوں۔ آگ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ مگر ہائے آتش سیال
کہاں کہ جب دوجرہ پی لئے فوراً رگ دپے میں دوڑ گئی۔ دل تو انا ہو گیا۔ دماغ روشن
ہوا۔ نفس ناطقہ کو اجر بہم پہنچا ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ہائے غضب ہائے
غضب میاں تم پنشن کیا کر رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں صاحب ڈپٹی کمشنر
بہادر صاحب کمشنر بہادر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب ان تینوں نے جواب دیا ہو
تو اس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے دربار و خلعت کے لائے پڑے ہیں۔ تم
کو پنشن کی فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھائیں نے اس کا اپیل نواب
لفٹنٹ گورنر بہادر کے یہاں کیا ہے۔ مصرع
دیکھئے کیا جواب آتا ہے

بہر حال جو کچھ ہو گا۔ تم کو لکھا جائے گا۔ اچی وہ یوسف ہند نہ سہی یوسف دہر سہی
یوسف عصر سہی یوسف کشور سہی اُن کی زینما نے ستم برپا کر رکھا ہے۔ مجھے تو خبر نہیں
کہیں حضرت کہہ گئے ہیں۔ کہ میں ساڑھے سات روپیہ مہینہ بھیجے جاؤں گا۔ اب
اُن کا تذاوا ہے۔ رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ چھو پھاجان کو لکھو۔ کہ چھو پھی جان
بھو کی مرقی ہیں۔ خرچ جلد بھیج ورنہ نالش کی جائیگی۔ اور تم کو گواہ قرار دیا جائے گا۔
بہر حال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھو ادینا میر سراز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین
کو دعا حکیم میر اشرف علی کو دعا یوسف ہفت کشور کو دعا ۛ

(۸۳)

سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا عزیز بن کر دینا۔ میں میر ہمدی نہیں کہ میرن صاحب پر مارتا ہوں۔ میرن فرار حسین صاحب نہیں کہ ان کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں۔ اُس میں تم بھی آگئے کمال ہے۔ کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندہ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں۔ تمہارے بھائی نے سخت مشوش بلکہ فعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کے واسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤنگا میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو یہیں ان کو دوں گا محرم تمام ہوا۔ آج سہ شنبہ عرہ ماہ صفر ہے۔ حضرت کا پتا نہیں۔ ظاہر برسات نے آنے نہ دیا برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجھلا سنا ایک غدر کا لوں گا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت دہائی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمع حالات کی جامع ہے آج کیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے۔ جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں۔ تو لوگ ان کو جگنہ سمجھ لیتے ہیں۔ اندھیر سی راتوں میں چوروں کی بن آتی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوکی کا مال نہ سنا جائے۔ مبالغہ نہ سمجھنا ہزار ہا مکان گر گئے سیکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے گی گلی ندی یہ سہی ہے۔ قصہ مختصر وہ ان کا حال تھا کہ مینہ نہ برسا آج نہ پیدا ہوا یہ پن کال ہے پانی ایسا برساکر بوکے ہوئے دانے بہ گئے۔ جنہوں نے بھی نہیں بویا تھا وہ بونے سے رہ گئے سن لیا دلی کا حال اس کے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دعا زیادہ کیا لکھوں۔

(۸۴)

میری جان تو کیا کہہ رہا ہے بننے سے سیانا سو دیا نہ صبر و تسلیم تو کل در رضا شیوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا جو تم مجھ کو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں۔ مگر ان لوگوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ یا تم

یہ سمجھتے ہو کہ میں شیخ چٹا کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لونگا۔ اور اُس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا۔ اور پھر کیا کروں گا۔ اور آخر کیا ہو گا۔ بھائی یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کہا تھا۔ کہ آرزویوں بھئی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان تھا کہ نہ خواہش کا دیکھا۔ اس پنشن قدیم کا حال میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں۔ لیکن جب تک جواب نہ پاؤں کہیں اور کیونکر چلا جاؤں حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے۔ دیکھئے کب آئے آئے تو مجھ بھی دربار میں بلائے۔ یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس پیچ میں ایک اور پیچ آپڑا ہے اُس کو دیکھ لوں اور پھر صرف اس کا انتظار نہیں۔ اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد باستور رہیگا۔ سبک سیر کیونکر بن جاؤ کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں پنشن جاری ہونے پر بھی تو سوار امپور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں تین برس ثابت قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ چکے ہو رہا ہوں اور مجھ کو کسی عالم میں غمگین اور مضطرب گمان نہ کر دو وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا دل میں آتا ہے صاحب یہ میرا صاحب نے جو دو سطر میں مختصراً خاص سے لکھی باتیں دانش میں کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کس مقدمہ کا ذکر ہے :

۸۵۔ منشی ہرگوپال نفٹہ تخلص کے نام

شعر۔ رکھیے غالب مجھے اس درووائی میں ملانے آج کچھ دروئے دل میں سوا ہوتا ہے
 بنا۔ پر در تم کو پہلے یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میرا مکرّم حسین صاحب کی خدمت
 میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم
 نہیں مرزا حاکم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا۔ اور یہ میرا شعر میری زبان
 سے پڑھ دینا شعر

شرط اسلام بود و رزش ایمان بالغیب اے تو عائب ز نظر مہر تو ایمان من است
 تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا۔ کہ اُس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط

پہنچا۔ سہو صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اس میں بے تکلف عمر بسر کرے
اس کا نام عیش ہے تمہاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن کے تمہاری شرافت نفس اور
حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے اس کی شہرت میں میری
بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے
کے ہوئے اشعار سب بھول گیا مگر ہاں اپنے ہنر کی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی
ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب
دس پانچ بار مقطع زبان پر آ جاتا ہے شعر

زندگی اپنی اسی ڈھب سے جو کدڑی غالب ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے
پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں۔

مصرع اے مرگ ناگماں تجھے کیا انتظار ہے
یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دیکھ مجھ کو ہے اس
کا بیان تو معلوم مگر اس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ انگریزی کی قوم میں سے
جو ان روسیہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اس میں کوئی میرا امیر گاہ تھا۔ اور
کوئی میرا شفیق تھا۔ اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد نہایت
میں کچھ عزیز کچھ دوست کچھ شاگرد کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے۔
ایک عزیز کا تم کتنا سخت ہوتا ہے۔ جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اس کو زیست
کیونکر دشوار ہو جائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں مروں گا۔ تو میرا رونے والا بھی
نہ ہوگا۔ انا لا رانا الیہ راجعون +

۸۶۔ مرزا حاتم علی مر تخلص کے نام

نظم بہت سے غم گیتی شراب کم کیا ہے غلام ساقی کو ترہوں مجھ کو غم کیا ہے
سخن میں خامہ غالب کی آتش افشانی یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب ہمیں دم کیا ہے
علاقہ محبت ازلی کو برحق اور حقوق غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جانکر ایک بات اور کہتا

ہوں کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے مانا کہ روشنائی اُس کے اجارے میں آئی ہے۔ یہ بھی دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے۔ کہ جب تک دید و دید نہ ہو لے اپنے کو بیگانہ ٹیکہ نہ سمجھیں۔ البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے وہ خط جس میں میں نے آپ کو سلام لکھا تھا۔ آپ کی نظر سے گزر گیا ہوا حیاتاً اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا الفتہ سے لیکر پڑھ لیجے گا۔ اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجئے گا۔ ہائے میجر جان جا کو ب کیا جوان مارا گیا ہے۔ سچ اُس کا یہ شیوہ تھا۔ کہ اردو کی فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلاتا۔ بن۔ یہ بھی اُنہیں میں ہے کہ جن کا میں مانتی ہوں۔ ہزار ہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں جیوں تو کوئی غمخوار نہیں اور مروت کو کوئی عزا دار نہیں۔ غزلیں آپ کی دیکھیں بُسجان اللہ چشم بد دور اردو کی راہ کے تو سالک ہو گویا اُس زبان کے مالک ہو۔ فارسی سے بھی یہ خوبی کم نہیں مشق شرط ہے اگر کسے جاؤ گے لطف پاؤ گے۔ میرا تو بقول طالب آملی اب یہ علی ہے۔ بیت

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی دہن بر چہرہ زخمے دوبہ شد
جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے مجھ کو لکھا ہو تو کیونکر مجھ کو اپنے خط کے جواب کی تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا حال لکھنے کہ میں نے سُنا تھا۔ کہ آپ کہیں کے صدر امیں ہیں۔ پھر آپ اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں۔ اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی ہے

(۸۶)

راجہ بلوان سنگھ کا حال لکھنا ضروری ہے کہ کہاں ہیں اور وہ دو ہزار مہینا جو ان کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا۔ اب بھی ملتا ہے یا نہیں۔ ہائے لکھنؤ کا حال کچھ کھٹکتا کہ اُس بہارستان پر کیا گزری اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا قبلہ و کعبہ مجتہد العصر کی مرگشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ یہ نسبت میرے تم کو کچھ زیادہ آگئی ہوگی اُمیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجبور نہ رہے تپا مسکن

مرزا حاتم علی مرزا قلی خان کے نام

مبارک کشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم ہوا۔ ظاہر اسی قدر کافی ہو گا۔ ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا تفتہ کو دعا کیے گا اور ان کے اس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیکھے گا۔ جس میں آپ کے خط کی انہوں نے نوید لکھی تھی والسلام۔

(۸۶)

بندہ پرورد آپ کا ہر بانی نامہ آیا۔ اپنی ہر انگیز اور محبت آمیز باتوں نے غم بیکسی بھلایا کہاں دھیان لڑا ہے کہاں سے دشتنوں کی مناسبت کیواسطے بد بیضا و صو نہ نکالا ہے آفرین صد ہزار آفرین۔ تیسرا مصرعہ اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے مصرعہ نامہ خود سال خویش داو نشان

مرزا تفتہ کا خط ہاتھ رس سے آیا۔ ان کے لڑکے ہالے اچھے ہیں۔ آپ گھبراہٹیں نہیں وہ آئینی کے آئینی ہیں۔ اگر تمہیں بغیر ان کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین کہاں ۱۲ صاحب بندہ اثناعشری ہوں ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہند سر کرتا ہوں۔ خدا کرے میرا بھی خاتمہ اسی عقیدہ پر ہو ہم ایک آقا کے غلام ہیں۔ تم جو مجھ سے محبت کرو گے۔ یا میری غمگساری میں محنت کرو گے۔ تم کو غیر جانوں جو تمہارا احسان مانوں تم سراپا مہر و وفا ہو و اللہ اسم ہامسی ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کی تصحیح میں اس واسطے کرتا ہوں کہ عمارت کا ڈھنگ نیا ہے۔ صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت زنی خرافات ہے بارے بسبب التفات بھائی منشی بنی بخش صاحب کی صوت الفاظ سے خاطر جمع ہے متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں۔ منشی شیو زائن صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو بھیجی تھی۔ سب طرح میرے پسند آئی چنانچہ ان کو لکھ بھیجا ہے۔ اگر ہو سکے تو سیاہی دزا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۱۲ حضرت چار جلدیں یہاں کے حکام کو دوں گا۔ اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا۔ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے۔ زندگی پر بہر حال یہ ہوس تھی۔ اور شاید اب بھی ہو کہ ان چھ جلدوں کی کچھ تزیین اور ارادش کی جائے آپ اور بھائی صاحب اور ان کا فرزند رشید منشی عبد اللطیف اور منشی شیو زائن یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور باجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جائے

مرزا حاتم علی ہر تخلص کے نام

کہ کیا جائے محمد اذوددوروپہ کتاب سے زیادہ کا مقدار بھی نہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپے میں اور دو جلدیں چھ روپے میں تیار ہوں۔ پھر سوچتا ہوں کہ یارب آرائش کی گنجائش کہاں ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپہ کی اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپہ کی بنائی جائے قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہی کہہ دیا جائے کہ تیری رائے کو نسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپہ بھی دے ۱۲ مطالب اور مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم زبان قلم ہمدگر ہم کلام ہوئے *

(۸۸)

بھائی صاحب اذروئے تحریر مرزا قفہ آپ کا چھ کتابوں کی تزیین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا پھر بھائی منشی بنی بخش صاحب نے دوبار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا احاطہ علی صاحب نے لکھا ہو گا۔ یارب ان کے دو خط آگئے۔ مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوتا تو ان کا خط کیوں نہ آتا آپ نے حسن اعتقاد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بمقتضا یکدلی ہے وجہ اپنا کام سمجھ لئے تو مجھے کو لکھنا کیا ضرور ہے۔ مگر اس کو کیا کروں۔ کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں۔ مطبع اخبار اقبال عالمتاب میں یکم ستمبر ۱۸۵۷ء بحال سے حکیم احسن اللہ خاں کا نام لکھوا دینا۔ اور دو نمبروں کا ایک بار بھجوا دینا اور آئندہ ہر ہفتہ اس کے ارسال کا طور طہر ا دینا۔ کیوں صاحب یہ امر ایسا کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا۔ اور اگر دشوار تھا تو اس کی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایات ہیں یا نہیں۔ مرزا قفہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں کیا انہوں نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا۔ ہر چند عقل دوڑائی کوئی درنگ کی وجہ خیال میں نہ آئی اب حصول مدعا سے قطع نظر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے بھی خیال میں آجاتا کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سہاحت کے ہو میں بھی تو دیکھوں کہ تم کیا لکھتے ہو ۱۳

مرزا احاطہ علی صاحب مرزا بخش کے نام

(۸۹)

مقرر مرابسادہ ویلہائے من تو ان بخشید خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم کل دو شنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی۔ صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور سیرنگ ٹاک میں بھیج دیا۔ دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ سے مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا۔ کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی۔ دوپہر دھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا۔ بکس میں سے وہ تمہارے نام کا خط نکل آیا۔ اب میں سمجھا کہ خط لکھ کر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ رہا متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو بعد چاہئے عفو جرم کے آپ کے کل کے خط کا جواب لکھتا ہوں ۱۲ سبحان اللہ جلدوں کی آرائش کی ان میں کیا اچھی نمکری ہے میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں یقین ہے کہ متلع شاہوار ہو جائیگی رہا۔ مہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اس کا خیال ان چار جلدوں میں بھی رہے بارہ روپیہ کی ہنڈی پہنچتی ہے روپیہ وصول کر کر مجھ کو اطلاع دیجئے گا۔ ورنہ میں شوش رہوں گا ۱۲ حضرت یہاں دو خبریں مشہور ہیں۔ ان کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر وہ میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور دھندہ وراپٹ گیا ہے۔ کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا۔ اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا وہ مہری خبر یہ ہے کہ جناب انڈسٹری صاحب بہادر گورنمنٹ کلکٹر کے چیف سکرٹری اکبر آباد کے لفٹننٹ گورنر بہادر ہو گئے۔ خبریں دونوں اچھی ہیں۔ خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہو نا ان کا آپ کے لکھنے پر منحصر ہے ۱۲ ہاں صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح ہند اور عہداری شاہی ساٹھ بیت ہے منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ اور ایک کاغذ مذہب پر لکھ کر بھیجوں پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے سطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپہ ہوئی ہے اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہے آپ اور منشی بنی بخش صاحب اور مرزا تفتہ منشی

شیو زائن صاحب کے لکھنے کا طور درست کریں اور پھر مجھ کو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں جب کتاب سب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اوپر لگا دیا جائے پہلے کتاب سے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی اصلاح آگے ہو۔ اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اسی طرح یہ بھی چھاپا جائے کہ (تقصیدہ درمج جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا) میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہو گا ۱۲ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب باصواب یعنی نوید قبول لکھئے ۱۲

(۹۰)

بھائی صاحب خدام کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں۔ خدا کرے قصیدے کے چھاپنے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید لکھنے کے لیے میں عید آئی ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو۔ تب منگواؤ اور کتابوں کی بوجھیں اور جلیں موافق اپنی رائے کے بنواؤ ۱۲ اب آپ دو ورقہ کا ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں قصیدے کے مسودہ کا ورق مرزا افتہ کے خط میں پہنچ گیا ہو گا۔ آپ نے اور مرزا افتہ نے اور بھائی منشی بنی بخش صاحب نے قصیدے کو دیکھا ہو گا۔ قصیدے کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہئے صاحب مطلع کو کیا منظور ہے اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے۔ تو ہم پانچ سات روپے سے اور بھی ان کا بھرنہ بھرینگے ۱۲ جناب اونشن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں کبھی میں نے ان کو دیکھا نہیں خطوں کی میرے ان کی ملاقات ہے اور نامہ پیام کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر دہلی آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے بذریعہ جناب صاحب بہادر اجنٹ دہلی اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اگر بھجواتا ہوں اور صاحب سکرتر بہادر گورنمنٹ کا خط اس کی رسید میں بسبیل ڈاک پاتا ہوں۔ جب جناب لارڈ کیننگ بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا۔ تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک میں بھجوا دیا اونشن صاحب بہادر چیف سکرٹری کا جو مجھ کو خط آیا تو انہوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا تعاقب پڑھایا

مرزا غلام علی خاں صاحب کے نام

قبل ازیں خاں صاحب بسیار مہربان و دوستان میرا القاب تھا۔ اس قدر شناس نے
 ازراہ قدر افزائی صاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا اب فرمائیے اُن کو کیونکر اپنا محسن
 اور مربی نہ مانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں ۱۲ برخودار مرزا تفتہ کو دعاکتا ہوں بھائی
 اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں کہ تم اور مرزا صاحب مجھ کو لکھو کہ لو صاحب دستبنو کا چھاپہ
 تمام کیا گیا اور تصدیق چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا مادہ تاریخ میں کیا برائی ہے۔ جو تمہارے
 جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر
 لگا دو ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا یہ دونوں قطعے رہیں اگر وہاں کوئی اور صاحب
 قطعہ لکھ دیں تو وہ بھی کہیں اس عبارت سے یہ نہ سمجھا کہ ردئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے
 بلکہ اس میں اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیے اور اُن کا نام
 بھی اس کتاب میں چاہئے ۱۲ اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ میرے مشفق منشی
 شیونرائین صاحب کا خط لایا بادے تصدیق کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اس کا چھاپنا
 قبول کیا یہ تشویش رفع ہو گئی آپ اُن سے میرے سلام کہئے گا۔ اور یہ کہئے گا بمصرعہ
 شکر را فتہائے تو چند نکر را فتہائے تو

اور یہ اُن کو اطلاع دیجئے گا کہ اخبار کا لفاظہ ہرگز مجھ کو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان تھا۔ کہ
 میں اس کی رسید نہ لکھتا ۱۲

(۹۱)

بھائی صاحب آپ کے خاتمہ مشکبار کی سریر نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک
 پہنچایا۔ بلکہ مجھ کو اُن کی لوحوں کا ہر خط طلائی مانند شعل آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور
 کیا کہنا ہے مجھ کو تو بموجہ اس مصرع کے مصرع

حاموشی از شنائے تو حدشائے تست

دل میں خوش ہو کر چپ رہنا ہی حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے۔ مجھ کو آپ کے حکم کا بجالانا
 منظور ہے اس نذر کے بھیجنے کے بعد جب کوئی اُن کا غایت نامہ آئیگا۔ تو بندہ درگاہ
 مدح گسری کا جوہر دکھائیگا۔ اُس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائیگا۔ اب یہ فرمائیے کہ مدت انتظار

کب انجام پائیگی اور کتابوں کی روانگی کی خبر ٹھیکو کب آئیگی آپ کی فرط توجہ کا سبب طرح یقین ہے۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں۔ تو کچھ عجیب نہیں ہے جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے۔ معلوم تو ہوتا ہے کہ بھائی بنی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیونرائن صاحب کی ہمت اس کے انجام ہونے پر مصروف ہے یارب اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا پیشہ ہر پاس آجائے ۱۲ مرزا ثقہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں مگر دعا دوں اور دعا لکھوں صاحب اب ڈھیل نہ کرو کام میں تعجیل کرو۔ مصرع

اے زفر صفت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش

خدا کرے نشر کی تحریر انجام پائیگی ہو اور قصیدے کے چھاپنے کی توث آگئی ہو قصیدہ کا نشر کے پہلے لگانا ازراہ کرم و اعزاز ہے ورنہ نشر میں اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے یہ اس کا دیباچہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سررشتہ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور دستہ کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے ۱۲ رائے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجھ کو بھی آگئی چاہو تمہیں ابتدا کرو اور ایک خط ان کو لکھو اور اس کا پرداز اس بات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہونے کو آئی ہیں آپ کی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے یہ خط جواب طلب ہو جائیگا۔ اور ان کو جواب لکھنا پڑے گا۔

(۹۲)

مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے۔ ہزار کو س سے بزبان قلم باتیں کیا کرو ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھانی ہے اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمہارے بی میں آئی برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیور ابھوایا ہاں مرزا ثقہ نے ہاتھ رس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچ کتابوں کے آغاز کے ان کو دے آیا ہوں اور انہوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے تو بہت دن ہوئے جو تم نے خبر دی ہے۔

مرزا صاحب علی غلطی کے نام

کہ دو کتابوں کی طلائئ الواح مرتب ہو گئی ہے۔ پھر اب اُن دو کتابوں کی جلدیں بنجانے کی خبر کیا ہے اور ان پانچ کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر ہے۔ مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ تمہاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمہارے پاس پہنچ جائیں گی۔ اب حضرت ارشاد کریں۔ کہ یہ جلدیں کب آئیں گی۔ ہر چند کارنگروں کے دیر گانے سے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو۔ خدا کرے اُن تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آجائیں تا خاص و عام جا بجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا۔ ضیاء الدین خاں اور حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو میں نے کہا انہوں نے لکھا لیا۔ اُن دونوں کے گھر لٹ گئے۔ ہزاروں روپے کے کتاب خانے برباد ہوئے۔ اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے۔ ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اُس نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس کے اس خط کا جواب چاہتا ہوں غزل

درونت کش دو انا ہوا	میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو	اک تماشا ہوا اگلہ نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دستانی ہے	لے کے دل لستان انا ہوا
ہے خبر گرم اُن کے آنے کی	آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
زخم گردب گیا لہو نہ تھا	کام گرک گیا روا نہ ہوا
کتے شیریں ہیں تھے لب کہ رقیب	گالیاں کھا کے بے مزانہ ہوا
کیا وہ غمزدگی حسدانی تھی	بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جان دی۔ دی ہوئی ایسی تھی	حق تو یوں ہی کہ حق ادا نہ ہوا
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں	آج غالب غزل سرا نہ ہوا

(۹۳)

بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل بھیجی جائیں اور پس پیش
سات جلدیں آپ کی بنوائی بھی آئیں بالفعل ایک اور عقدہ سرشتہ خیال میں پڑا ہے۔ یعنی
ازروسے اخبار مفید خلائق ذہن یوں لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب اونشٹن صاحب
بہادر اگر آئیں گے اور سادہ لفٹٹ گورنری پر اجلاس فرمائیں گے اس صورت میں
اغلب ہے کہ ولیم یور صاحب بہادر ان کی جگہ چیف سکریٹری بن جائیں گے۔ پھر دیکھئے کہ یہ محکمہ
لفٹٹ گورنری میں اپنا سکریٹری کس کو بنائیں گے۔ میرنشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث
خاں رہیں گے۔ دیکھئے ہمارے مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے۔ بہر حال آپ سے
یہ استدعا ہے کہ پہلے کتابوں کا حال لکھئے اور پھر جہد اجواب ہر سوال کا لکھتے جیتک
اونشٹن صاحب بہادر چیف سکریٹری تھے۔ تو یہ خیال میں تھا کہ ان کی نذر اور زنجیرل
بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے ان کے پاس بھیجوں گا۔ اب حیران ہوں
کہ کیا کروں آیا ان کی جگہ سکریٹری کون ہوا۔ اور یہ جو لفٹٹ گورنری ہوئے تو انہوں نے
سکریٹری کس کو کیا میرنشی لفٹٹ گورنری کا کون رہا۔ اور گورنری جہز کا میرنشی کون ہے
جو آپ کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کر لکھئے۔ قمر الدین خاں کا حال
ضرور میرنشی غلام غوث خاں کا حال پر ضرور بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب
ضرور لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کند ذہن اچھی طرح اس کو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں

(۹۴)

بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک سعید تھا۔ گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار
گھڑی دن رہے نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام بیت
سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب بر محل پہنچا
آدمی کو موافق اس کی تمنا کے آرزو بر آئی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی بر آئی کہ
برتر آرزو ہم و خیال ہے بتاؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گذرتا تھا۔ میں تو صرف اسی
قدر خیال کرتا تھا۔ کہ جلدیں بندھی ہوئی دو کی لو حیں زریں اور پانچ کی لو حیں سیاہ

رزحائم علی ہر مخلص کے نام

رزحائم علی ہر مخلص کے نام

قلم کی ہونگی۔ دانش اگر تصور میں بھی گذرتا ہو کہ کتابیں اس رقم کی ہونگی جتنا کہ جہان ہے
 تم جہان میں رہو ائمہ اطہار علیہم السلام کی امان میں رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب
 مثل اُن چار کے بن جائے نہ یہ کہ دو کتابوں کا سارا رنگ دکھلائے اب میں حیران
 ہوں کہ آیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپے میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا۔ دو
 پارسلوں کا محصول دو رجسٹریوں کا معمول تین کتابوں کی لو میں طلائی یہ ساری
 بات اُس روپے میں کس طرح بن آئی اور کیونکر معلوم کروں۔ کس سے پوچھوں خدا کے
 تم تکلیف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو۔ حقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے
 آرام نہیں آتا۔ جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں وہاں تکلف کام نہیں آتا زیادہ
 اس سے کہ شکر گزار ہوں۔ اور شرم سا رہوں کیا لکھوں۔ **مصرعہ**
 چارہ خاموشیت چیز ہے را کہ از تحسین گزشت

(۹۵)

بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا۔ آج جواب لکھتا ہوں داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں
 مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی
 خطوں میں تم کو غم و اندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے۔ پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے
 تو شکایت کی گنجائش ہے۔ بلکہ یہ غم تو نصیب دوستان و رنورا افزائش ہے بقول
 غالب علیہ الرحمۃ **بریت**

کسی کو دے کے دل کوئی نواسخ فغاں کیوں نہ ہو جب دل ہی پہلوں میں تو پھر منہ میں زباں کیوں
 ہے ہے حسن مطلع۔ یہ فتنہ آدمی کی خانہ دیرانی کو کیا کم ہے **مصرع**
 ہوا تو دوست جس کا دشمن اُس کا آسمان کیوں ہو
 افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے ۱۲ اور اگر خدا نخواستہ باشد غم و دنیا
 ہے۔ تو بھائی ہمارے ہمارے ہو ہم اس بوجھ کو مروانہ اٹھار ہے ہیں تم بھی اٹھاؤ اگر مرد
 ہو بقول غالب مرحوم **شعر**
 دلا یہ درد و الم بھی تو مغنم ہے کہ آخر نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

مرزا عازم علی امر خاں صاحب کے نام

سحر ہو گی خبر ہو گی اس زمین میں وہ شعر یعنی شعر
 تھلے واسطے دل سے مکاں کوئی نہیں بہتر جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہو گی
 کتنا خوب ہے۔ اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدے کا شائق ہوں خدا کرے جلا چھا پا جا
 تو ہمارے دیکھنے میں بھی آئے کیا کیسے بھلا کیسے یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی۔ مگر
 بحر اور ہی تھی۔ غالب اشعار

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کیسے تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کیسے
 رہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیجے کٹے زبان تو خنجر کو مر حبا کیسے
 سفینہ جبکہ کنا سے پہ آگیا غالب خدا سے کیا ستم و جور نا خدا کیسے
 اور وہ جو فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے اس میں ایک میرا قطعہ ہے وہ میں نے کلکتہ
 کہا تھا۔ تقریب یہ کہ مولوی کر مین صاحب ایک میرے دوست تھے انہوں نے
 ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفن و رت پر رکھ کر مجھ سے
 کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ کہہ کر ان
 کو دیا۔ اور صلہ میں وہ ڈلی ان سے لی۔ اب سوچ رہا ہوں۔ جو شعر یاد آتے جاتے ہیں
 لکھنا جاتا ہوں۔ قطعہ

ہے جو صاحب کے کفن دست چکنی ڈلی زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کیسے
 خامہ انگشت بندگان کہ اسے کیا کیسے سر بگربان کہ اسے کیا کیسے
 اختر سوختہ یاقین سے نسبت دیجے خال مشکین رخ و لکش لیلے کیسے
 حجر الاسود دیوار حرم کیجے فرض ناز آہوئے بیابان ختن کا کیسے
 صومعہ میں اسے ٹھہرایے گر مہر ناز میکدے میں اسے خشت خم صہا کیسے
 مسی آلودہ سر انگشت حیناں لکھئے سرستان پر یزاد سے مانا کیسے
 غرض کہ بیس بائیس پھتیاں ہیں۔ اشعار سب کب یاد آتے ہیں افیر کی بیت یہ ہے بیت
 اپنے حضرت کی کفن دست کو دل کی فرض اور اس چکنی سپاسی کو سبیل کیسے
 تو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا اب میرا درود دل مندو بر خور دار فشتی شیوہ

نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا۔ اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُن کو میری دعا کیو اور کیو کہ میاں میرا کلام بند رہے۔ اُس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اس کے بھیجنے میں دیر ہی ہو تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی ۱۲۔

(۹۶)

خدا کا شکر بجاتا ہوں۔ کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں مرزا قفہ کا خط جو آپ نے نقل کر کر بھیجا۔ یا ہے میں نے منشی شیو زائن کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اُس میں سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھ دیا کرو خط مفت میں تمام ہو جایا کر لگیا۔ اور تمہارے خط کے آنے کا نام ہو جایا کر لگیا۔ اگر کبھی کوئی قصیدہ لکھا اُس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف رہا۔ مصرع

برات عاشقال برشلخ آہو

واقعی جو اخبار اگر وہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں۔ صاحب ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دوکانوں میں فریج اور شام پین کے دجن دھڑے ہوئے ہیں۔ یا ساہوں کاروں کے اور جو ہریوں کے گھر روپے اور جو اسے بھرے ہوئے ہیں، میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا۔ اور وہ مال کیونکر اٹھاؤں گا۔ پس اب زیادہ باتیں نہ بنائیے۔ اور وہ قصیدہ مجھ کو بھیجائیے۔ میں نے کتابیں جا بجا بسیل پارسل ارسال کی ہیں۔ اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے۔ مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے۔ شعر

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے۔ غزل

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا
بہج خوں سر سے گزری کیوں حائے
کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا
آستان یار سے اٹھ جائیں کیا

لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھیں لگاؤ
 جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا
 پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
 کوئی بتلاؤ کہ ہم بستلایں کیا
 غزل ناتمام ہے۔ غزل

ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے پر نشان اور
 تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم چٹھیں گے
 لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا
 ہر روز دکھاتا دکھاتا ہوں میں کس نغمہ اور
 بردے ہے کیا اُس ننگہ ناز کو پیوند
 ہے یہ مقرر سگر اس کی ہے کہاں اور
 یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھنے کے سری بات
 دے اور دل اُن کو جو نہ ہے مجھ کو زبان اور
 ہر چند بسکہ رست ہوئے بُت شکنی میں
 ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہمسنگ گراں اور
 پاتے ہیں نہ جب اہ اوچرٹھ جاتے ہیں نالے
 رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور
 مرنے ہیں اس آواز پہ ہر چہ سُر اڑ جائے
 جلاؤ کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور
 ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
 کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور
 دو شنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے انگلیٹھی رکھی ہوئی ہے۔ آگ تاپ رہا ہوں
 اور خط لکھ رہا ہوں۔ یہ اشعار یاد آگئے تم کو لکھ بیجھے والسلام

(۹۷)

بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا اصل خط تمہارا الفا فیس لپیٹ کر مرزا آفے
 کو بھیج دیا۔ تاکہ حال اُن کو مفصل معلوم ہو جائے۔ بی ایس رپورٹ کے تم تنہا دیتا ہوں
 پروردگار بتصاریق ائمہ اطہاریہ پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے اور منہ ہر اُسے خطیر
 اور مدارج عظیم کو پہنچا دے واقعی کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیل
 تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مروی و مردانگی سے دولت کا ہاتھ اُنار مع نیکنامی اس سے
 بہتر کوئی بات نہیں۔ اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال
 آئیں۔ تک چشم بد دور صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ منزل نے تمہارا
 ذکر مجھ سے کیا تھا۔ اور وہ اشعار جو تم نے اُس کے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارا

مرزا عالم علی مرزا خاص کے نام

ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھ کو دکھائے تھے۔ اب ایک یہ زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آنے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی آجائے گا کہ ہم تم باہم بیٹھیں اور باتیں کریں قلم بیکار ہو جائے زبان پر سرگفتار آئے ۱۳ انشاء اللہ خداں کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے تم نے بہت بڑھکر لکھا ہے اور اچھا سامان دھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے معانی نازک طلب کا بیان دل نشین ہے زیادہ کیا لکھوں ؟

(۹۸)

شعر۔ خود شکوہ دلیل رفع آزار بس آید بزاں ہر آنچہ از دل برود
بندہ پرورد فقیر شکوہ سے بڑا نہیں مانتا۔ مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے منہ سے نہ موڑے اور معذرا دوسرے کے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا۔ اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھیجے اور وہ لٹے پھرتے۔ آپ شکوہ کا ہے کہ کرتے ہیں۔ اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں۔ نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں۔ نہ رہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں کل آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آج میں نے اس کا جواب بھیج دیا کہیں اپنے دعویٰ میں صادق ہوں یا نہیں۔ پس دردمندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں مرزا تفتہ سے آپ فقط اُن کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگراں ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ ان دنوں میں کہاں ہیں سراج تو کلت علی اللہ سکندر آباد و خط بھیجتا ہوں۔ دیکھوں کیا دیکھتا ہوں +

(۹۹)

شعر۔ شرط اسلام لود در زرشایاں بالغیب اے تو غائب ز نظر مر تو ایمان من است
حلیہ مبارک نظر افروز ہوا جانتے ہو کہ مرزا یوسف علی خان عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اس کا منشا کیا ہے۔ کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہو گا کہ مرزا حاتم کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے سنتا ہوں کہ وہ طرہ مدار آدمی ہیں اور بھائی تمہاری طرہ مداری کا ذکر میں نے مغل جان

سے سنا تھا۔ جس زمانہ میں کہ وہ نواب حامد علی خاں کے نوکر تھے۔ اور اُن میں مجھ میں
بے تکلفانہ ربط تھا۔ تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمہارے
شعرا کی تعریف کے بھی مجھ کو دکھائے ہیں۔ بہر حال تمہارا حلیہ دیکھ کر تمہارے کشیدہ
قامت ہونے پر مجھ کو رشک نہ آیا۔ کس واسطے میرا قبھی و رازی میں انگشت نما ہے
تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا۔ کس واسطے کہ جب میں جیتا تھا۔ تو میرا رنگ چنبی
تھا۔ اور دیدہ و رنگ اُس کی ستائش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ
یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے۔ ہاں مجھ کو رشک آیا اور میں نے خون جگر
کھایا۔ تو اس کلمہ پر کہ رٹا اسی خوب گھٹی ہوئی ہے، وہ مرے یاد آگئے کیا کہوں جی
پر کیا گذری بقول شیخ علی حزیں۔

تادستر سم بود ز دم چاک گریبان شرمندگی از خرقہ پشیدہ ندارم
جب ڈاڑھی مونچھ میں سفید بال آ گئے۔ تیسرے دن چوٹی کے انڈے گالوں پر نظر
آنے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دودانت ٹوٹ گئے۔ ناچار مستی بھی چھوڑ دی
اور ڈاڑھی گم کر کے اس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام ملا۔ حافظ
بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوکے۔ سقّ۔ بھٹیارا۔ جولاہہ۔ کنجر۔ منہ پر ڈاڑھی سر پر
بال فقیر نے جس دن ڈاڑھی رکھی اُسی دن سر منڈایا لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم
کیا۔ یک رہا ہوں ۱۲ صاحب بندہ دستبنو جناب اشرف الامرا جاج فرید رک اونٹن
صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غزنی شمال کی نذر بھیجی تھی۔ سو اُن کا فارسی خط حرہ دہم
پانچ شمل پر تحسین و آفرین و انظار خوشنودی بطریق ڈاک آ گیا۔ پھر میں نے تنہیت
میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اُس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی
رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومہ چہار دہم آ گیا۔ پھر ایک قصیدہ
فارسی موج اور تنہیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب
کی خدمت میں ہوا اسطہ صاحب کشت بہادر دہلی بھیجا تھا۔ کل اُن کا مہری خط بذریعہ
صاحب کشت بہادر دہلی آ گیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں اسباب توقع کے

فراموش ہوتے جاتے ہیں۔ دیر آید و درست آید۔ انج کھاتا ہی نہیں ہوں۔ آدھ سیر گوشت
دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو ملے جاتی ہے۔ شعر
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے
اگر ہم فقیر تھے ہیں۔ اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکڑا ہے تو یہ غزل اس خط سے
پہلے پہنچ گئی ہوگی۔ رہا سلام و ادب پہنچا دیں گے۔

(۱۰۰)

جناب مرزا صاحب آپ کا غم افزا نامہ پہنچا میں نے پڑھا یوسف علی خاں عزیز
کو پڑھوا دیا۔ انہوں نے جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا
یعنی اس کی اطاعت اور تمہاری اس سے محبت سخت ملال ہوا۔ اور سب کمال ہوا اسنو
صاحب شعر میں فردوسی اور فقر میں حسن بصری اور عشاق میں مجنوں یہ تین فن میں
مرد فتر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے فقیر کی انتہا یہ ہے۔ کہ
حسن بصری سے ٹکڑ کھائے عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی طرح ہم طرحی نصیب ہوئے
یہی اس کے سامنے مری تھی۔ تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے مری۔ بلکہ تم اس سے بڑھ کر
ہوئے کہ یہی اپنے گھر میں اور تمہاری معشوقہ تمہارے گھر میں مری بھی مغل بچے غضب
ہوتے ہیں۔ جس پر مرتے ہیں۔ اس کو مار رکھتے ہیں یہ بھی مغل بچہ ہوں عمر بھر میں ایک
بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا ان دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں
کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں چالیس بیالیس برس کا یہ واقع ہے یا
آن کہ یہ کوچہ چھٹ گیا۔ اس فن ہست میں بیگانہ محض ہو گیا۔ لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں
یاد آتی ہیں۔ اس کا مرزا زندگی بھر نہ بھولوں گا جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گذرتی ہوگی

صبر کرو اور اب ہنگامہ سازی عشق مجازی چھوڑو بیت

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی

عشق محمد بس است و آل محمد

اللہ بس ماسوائے ہوس

مرزا عالم علی مرزا خلیفہ کے نام

(۱۰۱)

مرزا صاحب ہم کو یہ باتیں پسند نہیں پسینہ برس کی عمر ہے۔ پچاس عالم رنگ بو کی سیر کی ہے اب اسے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی ہے کہ ہم کو زبدا و مع منظور نہیں ہم مانع فسق و فجور نہیں پر کھاؤ مزے اڑاؤ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی کھچی بنو شہ کی نہ بنو۔ میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے کسی کے مرنے کا وہ غم کرے۔ جو آپ نہ مرے۔ کیسی اشک فشان کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی کا شکر بجا لاؤ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی ایک قصر ملا اور ایک حور ملی۔ اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیک نجت کے ساتھ زندگانی ہے۔ اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہے ہے وہ اجیرن ہو جائیگی طبیعت کیوں نہ گھبراہٹ ہی زمر دین کلخ اور ہی طوبے کی ایک شاخ چشم بدو رہی ایک حور بھائی ہوش میں آؤ کہیں اور دل نہ لگاؤ ہمیت

مرزا صاحب علی مرزا صاحب کے نام

زین نو لکن اے دوست ہر بہار کہ تقویم پارینہ ناید بکار
مرزا منظر کے اشعار کی تصمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند ذکر ہمہ جہت ناپسند
اپنے نام کا خط مع ان اشعار کے مرزا یوسف علی خان عزیز کے حوالہ کیا ۱۲ مکر می
محمد علی خان صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں۔ پروردگار ان کو سلامت
رکھے ۱۲ مولوی عبد الوہاب صاحب کو میرا سلام دم دے کے مجھ سے فارسی
عبارت میں خط لکھوایا۔ میں منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائیں گے وہ عبارت جناب
قبلہ کعبہ کو دکھائیں گے۔ ان کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھ کو رقم فرمائیں گے میں
کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں مصرع

یار در خانہ دما اگر جہاں میگرویم

اب مجھے ان سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھ کو خط لکھیں۔ اور لکھنؤ نہ جانے
کا سب اور جناب قبلہ کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ اس خط میں درج کریں +

(۱۰۲)

صاحب میرے عمدہ وکالت مبارک ہو مویکوں سے کام لیا کیجئے پریوں کو
تسخیر کیا کیجئے۔ شنوی پٹنچی جھوٹا لٹا میرا شعار نہیں کیا خوب بول چال ہے انازا
اچھا بیان اچھا روزمرہ صاف جشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے
بکم صاحب پھسورے میں چھنایا چھٹا بیگم نے بے حورمت کرایا
اس شنوی نے اگلی شنویوں کو تقویم پارینہ بنا دیا بیان بخشائش ہم گندگاریوں
تک کیوں پہونچے گا۔ گدھاں اس راہ سے مصرع
کہ مستحق کرامت گناہ گارانت۔

بخشش کا متوقع ہوں میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا شعر ہے
اور مضمون اس کا کیا ہے مرزا یوسف علی خان آٹھ آٹھ دس دس مہینے سے معیال
و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں۔ ایک ہندو امیر کے گھر پر کتب کا طور کر لیا ہے میر
مسکن کے پاس ایک مکان کر لیا ہے اس میں رہتے ہیں اگر ان کو خط بھیجو تو
میرے مکان کا پتہ لکھ دینا۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر
محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط
پر میرے مکان کے قریب کا پتا ضرور ہے دو روز سے سماع مہر کو دیکھ رہے
ہیں۔ اکثر تہارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو اب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں رات
کو تو پہرچھ گھڑی کی نشست روز رہتی ہے یہیں سے آٹھ کرکے تہ کو گئے ہیں تم کو
سلام کہتے ہیں اور شعلے کے مداح اور بیان بخشائش کے مشتاق ہیں۔

(۱۰۳) نواب الوارالدولہ بہادر مشفق کے نام

شعر ہرگز نمیر و آنکہ دلش زندہ شد عشق ثبت ست برجیدہ عالم دوام ما
خداوند نعمت آج دو شنبہ ۴ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے اس وقت کہ بارہ پر
نین بجے ہیں عطوفت نامہ پہنچا۔ ادھر پڑھا ادھر جواب لکھا ڈاک کا وقت نہ رہا خط کو

معمول کر رکھتا ہوں۔ کل سہ شنبہ ۱۲ فروری کو ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ سال گذشتہ مجھ پر بہت سخت گذرا ۱۲-۱۳ مہینے صاحب فراش رہا اٹھنا دشوار تھا چلنا پھرنا کیسا تپ کھانسی نہ اسہال نہ فلج نہ لقوہ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک بارہ پھوڑے ہر پھوڑا ایک زخم اور ہر زخم ایک غار ہر روز بے مبالغہ ۱۲-۱۳ پھاسے اور پاؤں بھر مرہم درکار نو دس مہینے بے خور و خواب رہا ہوں اور شب و روز بیتاب راتیں یوں گزاری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی غافل رہا ہوں کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اٹھی جاگ اٹھا ترط پانیا پھر سو گیا پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں تین حصے دن یوں گزرے پھر تخفیف ہونے لگی۔ دیتن مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا گیا نئے سرے روح قالب میں آئی اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی۔ اب اگرچہ تندرست ہوں لیکن ناتوان اور سست ہوں۔ جو اس کھو بیٹھا حافظہ کو رو بیٹھا اگرچہ اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قار آدم دیوار اٹھے آپ کی پیشش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا مرنا نہ سنا میری خبر نہ لی میری مرگ کے خبر کی تقریر اور شلہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ در صورت مرگ نیم مردہ اور بحالت حیات نیم زندہ ہوں۔

در کشاکش ضعف نگسدر رواں نازق انیکہ من نمی میرم ہم زنا تو اینہاست
اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خاں بہادر میرنشی لفٹنٹ گورنر
غرب و شمال کے پاس بھیج دیجئے تو ان کو خوش اور مجھ کو ممنون کیجئے گا۔

(۱۰۴) خواجہ غلام غوث بخیر کے نام

قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا اور کیونکر جیتا ہے۔ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند اور میں سادہ دل مفتوح جدید کار و مزدان پنشن کا احاطہ پنجاب کے احکام پر مدار ہے سو ان کا یہ شیوہ اور

یہ شعار ہے کہ نہ روپے دیتے ہیں نہ جواب نہ مہربانی کرتے ہیں نہ عتاب خیر اُس سے
 قطع نظر کی اب سینے اُدھر کی شمشاد سے بموجب تحریر وزیر عطیہ شاہی کا مُبارک
 ہوں تقاضا کرتے ہوئے شہزادوں اگر گنہگار ہوں گنہگار بھٹیرنا تو گولی یا پھانسی
 سے مرتا اس بات پر کہ میں بے گناہ ہوں مقبلاً اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا
 گواہ ہوں پیشکاہ گورنمنٹ کلکتہ میں کوئی کاغذ بھیج دیا ہے بقلم چیف سکریٹری بہادر
 اُس کا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر
 شاہی ہے نہ اُس کے قبول کی اطلاع نہ اُس کے ارسال سے آگاہی ہے۔ جناب
 سر ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نہ فرمائی۔ اُن کی بھی کوئی تحریر مجھ کو نہ آئی
 یہ سب ایک طرف اب خیر میں ہیں۔ مختلف کہتے ہیں کہ چیف سکریٹری بہادر لفٹنٹ گورنر
 ہوئے یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُن کی جگہ کون سے صاحب عالی شان سیکرٹری ہوئے
 مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی
 نہیں بتاتا کہ گورنمنٹ گورنری کی سکرٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپ کا حال کوئی نہیں
 کہتا کہ آپ کہاں ہیں ہاں از روئے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اُسی منصب اور اُسی
 دفتر میں شاد و شادماں ہیں جواب لفٹنٹ کے سکرٹری ہوئے ہوں گے اُن سے علاقہ
 رہتا ہوگا۔ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملتا ہوگا۔ لفٹنٹ گورنری اور صدر
 بورڈ یہ دونوں محکمے الہ آباد گئے یا آئیں گے۔ بہر حال آپ اب کیوں آگرہ کو جائیں گے۔ نواب
 گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی بھی خبر میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ جنوری کو
 گئے کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے۔ میں تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا
 مگر یہ چاہتا ہوں کہ حقیقت واقعی پرکھا حقہ اطلاع حاصل ہوتا کہ تسلی خاطر اور تسکین دل
 ہو اگر مطالب کا جواب نہ مل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجئے گا تو گویا مجھے کو
 مول لے لیجئے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

(۱۰۵)

یہ مرقعہ خط ہے یا کرامت ہے صاف صاف صفحے ضمیر و کشف حجب کی علامت ہے

خارجہ خط و نشان

مدعا ضروری التھریر اور اندیشہ نشان مسکن دامگیر اگر یہ خط کل نہ آجاتا آج کیونکر لکھا جاتا
 سبحان اللہ جس دن یہاں مجھ کو وہ مطلب خطیر درپیش آیا ہے اُسی دن آپ نے وہاں خط
 لکھنے کو قلم اٹھایا ہے۔ آپ کو عارف کامل کیونکہ نہ کہوں ولی اگر نہ کہوں مدعا بیان کرتا
 ہوں۔ کہ یہ خط پہنچنے نہ پائیگا۔ کہ وہ راز سر بستہ آپ پر کھل جائیگا۔ یعنی ایک شنبہ ۲۸
 نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستیو کا ایک مجلد اور ایک میں تین معا بسبیل
 واک روانہ کر چکا ہوں۔ خطوں کا چوتھے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹویں ساتویں
 پہنچنا خیال کر رہا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خط کی معیت رقم کی ہے اور خطوں
 کے سرنامے پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے تین کتاب والی پارسل اور
 ایک خط پر جناب چیف سیکرٹری بہادر اول کا نام نامی ہے اور ایک کتاب والی پارسل
 اور ایک خط پر چیف سیکرٹری بہادر دوم کا اسم سانی ہے آج پانچواں دن ہے خط دونوں
 اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے۔ بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب
 ہے اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب امر آخری دفتر میں اُس کا
 پتا آج تک نہیں یا رب کار پر دوازان ڈاک ڈاکو نہ بنجائیں اور میرے ان دونوں
 خطوں اور پارسلوں کو با احتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجائش تو آپ جب پائینگے
 کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائیں گے۔ ابھی تو آپ سے مجھ کو ان کے نہ پہنچنے کا
 سوال ہے کس واسطے کہ جب تک آپ اطلاع نہ دیجئے ان کے نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک
 پہنچنی محال ہے بہر حال یہ نیاز نامہ جس دن پہنچے اُس کے دوسرے دن جواب لکھیے جیسا میں نے
 جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھئے آپ کے عنایت نامہ میں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا
 جواب لکھا جائے یا اُس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے لوہاروں کی روانگی کا خط جب
 آئے گا۔ لوہار بھیج دیا جائیگا۔ جنبشی لوہا جان صاحب اور جناب منشی اطہار
 حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہوں تو ان دو صاحبوں کی خدمت
 میں میرا سلام نیاز پہنچانے میں نہ توقف ہو مصرع
 تم سلامت رہو قیامت تک

(۱۰۴)

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو پارہ ابرشت خشک سے کرے یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اس کی خبر پا کر بخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہوں یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط معاً اس پارسل اور خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اور ہر گونہ توقع کا خیال اسی پارسل پر ہے کس واسطے کہ اس خط میں حاکم اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ڈاک ایک دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہنچے ہونگے۔ مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانو نگا۔ جب تک کہ حضرت اس سرشتہ سے معلوم کر کر نہ لکھیں گے اب آپ جانیے اور یہ دل سودہ زدہ میں اس کی سپارش کرنے والا اور اس کے مدعا کا گذارش کرنے والا کون ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو رد ہوتی۔ یا نہیں میری جگہ کاومی کی قدر دانی ہوئی یا نہیں پیشگاہ احکام سے موافق دستور قدیم کے خط کا امیدوار ہوں۔ یا نہیں اپنے حسن طبع کا شکر گزار ہوں۔ یا نہیں اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجئے گا۔ مجھ جلا لیجئے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیجے یا گیا ۱۲ *

(۱۰۵)

قبلہ حاجات عطاوت نامہ کے آنے سے آپ کا بھی شکر گزار ہوا اور اپنے بخت اور قسمت کو آفرین کہی اور ڈاک کے کار پروازوں کا بھی احسان مانا بارے دونوں پارسل اور دونوں لفافے پہنچ گئے۔ شعر

تاہ سال دوستی کے بردہد حالیہ رقیتم و تخمے کا شتیم

یہ کتاب جو مرسل الیہ کے مطالعہ میں ہے پھر بہ نسبت اس دوسری کتاب کے قیمت کی اچھی ہے۔ یعنی خود ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اور اگر کہیں کچھ پوچھتا ہو گا۔ تو یقین کر آپ پوچھیں گے۔ دوسری کتاب دیکھئے مجھ کو کیا دکھائے جن کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا ہے وہ اہل علم و فضل میں سے ہیں۔ لیکن یہ طرز تحریر یہ میں نہیں کہتا کہ ناورد

خواجه غلام غوث بیخ کے نام

خواجه غلام غوث بیخ کے نام

مگر بیگانہ و نا آشنا ہے خدا کرے وہ جو اس کے سریر مامور ہیں۔ ان اور اراق کو
 بشورت آپ کے دیکھا کریں اور کہیں کہیں آپ کو چھ لیا کریں کیونکہ لکھوں نہیں لکھ سکتا
 تم سب کچھ جانتے ہو جہاں گنجائش پاؤ گے جیسا مناسب جانو گے جو کچھ کر سکو گے
 وہ کر دو گے لوہار کو خط بکمال احتیاط روانہ ہو گیا۔ خاطر اقس جمع رہے جواب طلب
 زیادہ حد ادب ۱۲ *

(۱۰۸)

جناب عالی آج دو شنبہ ۳ جنوری ۱۹۵۵ء کی ہے پھر دن چڑھا ہوگا۔ اگر گھر ہے
 ترش ہو رہا ہے ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے بیت
 افقہا پر از ایر بہمن نہی سفالینہ جام انے تھی
 غم زدہ در و من بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ تمہارا خط لایا سر نامہ کو دیکھ کر اس راہ
 سے کہ دستخط خاص سے لکھا ہے بہت خوش ہوا۔ خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصول
 مدد کے ذکر کے حاوی نہ تھا۔ افسردگی حاصل ہوئی شعر

خارج غلام خوش بخت کے نام

ماخانہ رمیدگانِ ظلمیم پیغام خوش از دیار مانیت
 اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں۔ با آنکہ خط جواب طلب نہ تھا۔ جواب
 لکھنے لگا۔ پہلے یہ سینے کر آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا۔ مگر وہ دو بار مجھ کو لکھ
 چکا ہے کہ میں جواب اس کا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں
 جواب الجواب کا منتظر ہوں ۱۲ آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے بس
 اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بائیں مرگ جیتا ہوں۔ اس راہ سے کچھ مستغنی
 ہوتا چلا ہوں دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گزر جائیگی جانتا ہوں کہ
 تم کو مہسی آئیگی کہ یہ کیا لکنا ہے مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے چلیے الام سمجھے
 چاہیے اوہام سمجھے بیس تیس برس سے یہ قطعہ لکھا رکھا ہے قطعہ
 من کہ باشم کہ جاوداں باشم چون نظیری نہانا و طالب مرد
 در بگویند در کد ایس سال مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو پچھتر میں اور غالب مرد کے بارہ سو ستتر ہیں اس عرصہ میں جو کچھ درست
پہنچنی ہے پہنچ لے ورنہ پھر ہم کہاں ۱۲ +

(۱۰۹)

قبلہ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل
و عاہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشندی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات میں نے
۲۰ جنوری کو کئے ان کے جواب تم نے ۲۴ کو لکھ کر بھیج دیئے۔ کیونکہ نہ کہوں کہ
روشن ضمیر ہو اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ تیسویں کو آخر روز
میں نے خط ڈاک میں بھیج دیا اور اکتیسویں کو ڈاک کا ہر کارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط
لایا سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب اونیشن صاحب ہمار
کی جگہ چیف سکریٹری گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں پیچ و تاب باقی رہا۔ کتاب کے
باب میں جو کچھ لکھا ہے واقعی کہ یہ درست اور سچا ہے جو کچھ واقع ہوا اُس کو مفید۔
مطلب فرض کروں۔ لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ
گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکریٹری ہمار سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو محلہ
پیش کی ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑائی
جائے اور یہ محلہ حضور شاہنشاہی میں بھیجائی جائے اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی
اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا
دار و مدار ہے دو نسخے جو ان دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے ان میں سے ایک
صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے رد و قبول و نفیرین و آفرین کچھ بھی قیاساً جو
چاہو سو کروں یقیناً کچھ بھی نہیں ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت
کی ڈاک میں مجھے کو آیا ہے کہ اُس قصیدہ کے صلہ و جائزہ کی واسطے کہ جو بتوسط لارڈ الین برائن
نے بھیج دیا ہے خطاب خلعت و پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہو گا سال کو بتوسط
گورنمنٹ کو اُس کی اطلاع دینی ضرور ہے یہ حکم مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء
میں میں نے پایا فردری پانچ اپریل میں خوشی اور قانع گزرے مئی ۱۸۵۷ء میں خاک نے

خاندان غلام بخش نام

یہ فتنہ اٹھایا۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ مسائل
محکمہ ولایت کو یاد دہی کرتا اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے نوید تحسین
نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں تحسین و آفرین سے گزرا نذر کے
ولایت جانیکا یقین کیونکر حاصل ہو۔ جہاں یہ تفرقہ اور بے التفاتی اور یہ دسواہی
اور یہ مشکل ہو جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر
اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جڑا جڈا لکھوں پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی
لکھو اؤں فارسی لکھوں اور دونوں صورت میں کیا لکھوں۔ کل کا بھیجا ہوا خط اور
یہ آج کا خط یقین ہے کہ دونوں معا ایک وقت میں پہنچیں وہ تو جواب طلب نہیں۔
اس کا جواب لکھتے اور بہت شتاب لکھئے ۱۲ +

(۱۱۰)

جناب عالی ایک شعر اُستاد کائنات سے تجویل حافظ چلا آتا ہے شعر
ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور آپ من گیا
میں نے ازراہ تصرف اس شعر کی صورت بدل ڈالی شعر
ان دل فریبوں سے کیوں اُس پر پیار کر روٹھا جو بیگناہ تو بے عذر من گیا
تم احوال الصفا میں سے ہو تمہاری آرزو کی آرزو کی مہربانی سے خوشتر ہے ہاں
حضرت کہیئے ممتاز علی خاں کی سعی بھی مشکور ہوگی۔ وہ مجموعہ اردو چھپایا چھپایا ہی بیگا
احباب اس کے طالب ہیں بلکہ بعض نے طلب کو مسرحد تقاضا پنہا دیا ہے میرا حال نیچے
لاڈ کینا صاحب نے بعد فتح دہلی میرا قصیدہ مجھ کو واپس بھیجا صاحب سکرٹرنے مجھ سے
کہا کہ تم ایام عذریں بادشاہ باغی کے مصاحب ہے اب گورنمنٹ کو تم سے راہ و رسم
آمیزش منظور نہیں ناچار چپ رہا بے حیا ہوں لاڈ ایلجن صاحب بہادر کے وقت میں پھر
موافق معمولی قصیدہ شملہ کے مقامات پر بھیج دیا۔ خلاف تصور محب دستور قدیم
چیف سکرٹریا در کا خط آگیا وہی افشانی کاغذ وہی القاب وہی تحسین کلام وہی اظہار
خوشنودی اب جو یہ امر کبیر ویسٹرنے قلم و ہند ہوئے میں خیریت دیرینہ بجالایا ۱۳ فروری

خواجہ غلام غوث خیر کے نام

۱۸۶۲ء حال کو قصیدہ مع عرضداشت ارسال کیا۔ آج تک کہ ۷ رپایہ کی ہے
جواب نہیں پایا۔ باوجود سوابق معرفت رسم قدیم کا عمل میں نہ آنا خاطر آشوب
کیوں نہ ہو۔ مصرع

بیدل نیم ہنوز بہ بینم چہ پیشود

(۱۱۱)

پیر و مرشد کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر میں کلکتہ میں مولوی عبدالغفور خاں (انکا نام
اور نسلخہ ان کا تخلص ہے میری ان کی ملاقات نہیں۔ انہوں نے اپنا دیوان چھاپے
کا موسوم بہ دفتر بمیشال مجھ کو بھیجا اس کی رسب میں یہ خط میں نے ان کو لکھا چونکہ
یہ خط مجموعہ نثر اردو کے ملایق ہے۔ آپ کے پاس ارسال کرتا ہوں۔ اور ہاں
حضرت وہ مجموعہ چھپیکا بالفتح یا چھپیکا بالضم چھپ چکا ہو تو حق التصنیف
کی جتنی جلدیں نشی ممتاز علی خان صاحب کی ہمت اقتضا کرے فقیر کو بھیجے والسلام

(۱۱۲) مولوی عبدالغفور خاں نسلخہ کے نام

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم باسد اللہ اور
متخلص بہ غالب ہے۔ مکرمت حال کا شاکر اور آئندہ افزائش عنایت کا طالب ہے دفتر
بیشال کو عطیہ کبرئے اور مہبت عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا پہلے اس قدر
افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے اس پیچیز پیچدان کو قابل خطاب لائق عطا
کتاب جانا میں دروغ کوئی نہیں خوشامد میری خو نہیں۔ دیوان فیض عنوان اسم
بامسمیٰ ہے دفتر بمیشال اس کا نام بجا ہے الفاظ متین معانی بلند مضمون عمدہ
بندش دلپسند ہم فقیر لوگ اعلان الحق میں بیباک و گستاخ ہیں شیخ امام بخش
طرز جدید کے موجد اور پُرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ ان سے بڑھ کر
بصیغہ مبالغہ بے مبالغہ نسلخہ میں تم دانائے رموز اردو زبان ہو۔ سرمایہ نازش
قلم و ہندوستان ہو خاکسار نے ابتداء سن تمیز میں اردو زبان میں سخن سرائی

خواب غلام غوث پتھر کے نام

ہے۔ پھر اوسط عمر میں بادشاہ دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے
نظم و نثر فارسی کا عاشق اور مائل ہوں۔ ہندوستان میں رہتا ہوں مگر مع اصفہانی
کا گھٹا ہوں۔ جہاں تک زور چل سکا فارسی زبان میں بہت کچھ لکھا اب نہ فارسی
کی فکر نہ اردو کا ذکر نہ دنیا میں توقع نہ عقلی کی امیہ میں ہوں اور اندوہ ناکا مئی جاوید
جیسا کہ خود ایک قصیدہ لغت کی تشبیب میں کہتا ہوں شعر

چشم کشودہ اندیکر دار ہائے من زائیدہ نامہ ایم و از رفتہ شرمسار

ایک کم ستر سال دنیا میں رہا اب اور کہاں تک رہو گنا۔ ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ
سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا تین رسالہ نثر کے یہ پانچ
نسخے مرتب ہو گئے اب اور کیا کہو گنا۔ مدح کا صلہ نہ بلا غزل کی داد نہ پائی ہرزہ گوئی
میں ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ شعر

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی دہن بر چہرہ زخمی بود بہ شد

سچ تو یوں ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا طبیعت میں وہ
مرزہ سر میں وہ سودا نہ رہا۔ پچاس چھپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اس
سبب فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں جو اس کا بھی بقیہ اس قدر ہے کہ معرض گفتار
میں مطابق سوال و جواب دیتا ہوں روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھئے وہاں کیا
پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیونکر بخشا جاتا ہے حضرت سے یہ التماس ہے
کہ آپ جو اہدائے بادی اور مجھ کو ارسال نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہیں جب
تک میں جیتا رہوں نامہ و پیام سے شاد اور بعد میرے مرنے کے دعائے مغفرت
سے یاد فرماتے رہیے گا والسلام بالوف الاحترام۔

(۱۱۱) ظہیر الدین کی طرف سے ان کے چچا کے نام

جناب فیض آب چچا صاحب قیلہ و کعبہ دو جہان کے حضور میں کونش و تسلیم پہنچاتا
ہوں اور سو ہزار زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا ہوں۔ سبحان اللہ

سے ارمغان لایا ہوں صحیح یوں ہے۔ شعر
تم کہے تھے رات میں آئینے سے نہیں قبلہ بندہ رات بھر اس غم سے کچھ کھائیں
والسلام بالوف الاحترام ۱۲

(۱۱۵)

قبلہ میرا ایک شعر ہے شعر

خود پیش خود کفیل گرفتاری من ست ہر دم پیرش دل یالوس میر سدا
یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے خراج سے سموع ہو گا کہ میں نے جو غلط برہان قاطع کے
نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برہان لکھا ہے اور ایک جلد اس کا آپ کو بھی بھیج دیا
ہے آپ اس کی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں۔ اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب
آیا ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں باوجود فضیلت علم عربی فارسی دانی میں ان کا
نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجبول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید
میں کتاب تصنیف کی ہے مسمیٰ بہ محرق قاطع برہان انہوں نے اس کی توہین اور
سود کی تقضیہ میں دو جزو کا ایک مختصر نسخہ لکھا ہے اور ایک طالب علم مسیحی عبدالکیم
نے سعادت علی مولف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں۔ اور ایک محضر اس نے
بفتوائے علمائے شہر مرتب کیا ہے ایک میرے دوست نے بصرف زرا اس کو
چھپوایا ہے ایک نسخہ اس کا آج اسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل ارسال کیا ہے
اس شہر میں ایک میلہ ہوتا ہے پھول والوں کا میلہ کہلاتا ہے بھادوں کے چہنے
میں ہو ا کرتا ہے امرائے شہر سے لے کر اہل خرقہ تک قطب صاحب جاتے ہیں۔ دو
تین ہفتہ تک وہیں رہتے ہیں مسلمان و ہنود دونوں فرقے شہر میں دکانیں بند پڑتی
رہتی ہیں بھائی ضیاء الدین خاں اور شہاب الدین خاں اور میرے دونوں رشتہ کے
سب قطب صاحب گئے تھے یہیں اب ولیہ ان خانے میں ایک میں ہوں اور ایک واروغہ
اور ایک بیمار خدشکار بھائی جب وہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے بڑے
پھاڑ سے اترے چھوٹے پھاڑ پر چڑھ گئے عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔

خود غلام غوث بخش کے نام

(۱۱۶)

میں سادہ دل آزر دگی یا اسے خوش ہوں۔ یعنی سبق شوق مکر نہ ہوا تھا۔ پھر
 و مرشد خفا ہوا کرتے یوں سننا مجھے باور نہ آیا یہاں تک تو میں مورد عتاب نہیں ہو سکتا
 جھگڑا استعجاب پر ہے محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہے کہ میں منشی نواب
 لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں۔ اور وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں
 اولیا کا یہ حال ہے وائے بر حال ہم شقیاء کے یہ حکایت ہے نہیں ہے میں نیا داری
 کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں۔ لیکن فقیر آزاد نہ شیا و کیا دستہ برس کی عمر ہے بے مبالغہ
 کہتا ہوں۔ ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے زمرہ خواص میں سے عوام کا
 شمار نہیں دو مخلص صادق الوداد دیکھے ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرا
 منشی غلام غوث سلمہ اللہ علیہ العظیم لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا اور
 خلوص اخلاص اس کا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ دوسرا دوست خیر خواہ خلق
 حسن و جمال چشم بدور کمال مہر و وفا صدق و صفا نور علی نور میں آدمی نہیں ہوں۔
 آدم شناس ہوں۔ شاعر

نہم نقب ہمیز و نہا نختانہ بول مرثوہ باذابل و یار کہ زمیہ ان رقم
 غایت مہر و محبت جس کے نکلے کا تم مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اس قدر
 یقین کرتا ہوں کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا۔ ایک کو
 تو میں رو لیا اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا۔ وعائیں مانگتا ہوں۔ کہ خدایا
 اس کا دل غنہ مجھے دکھائیو اس کے سامنے مروت میاں تمہارا عاشق صادق ہو
 بھائی ابھی قسط ہے نہیں آئے مرقع ہزیان کی دو جگہ اور بھیج دوں گا۔

(۱۱۷)

قبل میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کے کون سی
 کوئی گرد آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے ہنر و زحمت کا ہجوم ہے مولوی صاحب میری
 ایک ملاقات ہوئی تھی جب وہ دلی آئے تھے اور میرے خیراتی کے گھر میں اترے تھے

شرفا میں تعارف بنائے محبت اور مودت ہے چہ جائے آنکہ معافۃ اور مقالہ اور مشاعر
واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اُس دن تک کہ حضرت دکن روانہ ہوں کوئی امر ایسا
کہ باعث ناخوشی کا ہو ورمیان نہیں آیا اور میرے اس قول کے اس راہ سے کہ
مولوی صاحب آپ کے ہم نشین و ہمد تھے اور مجھ میں آپ میں پیوند دلائے۔
روحانی مستحق ہے آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ مجھ میں اُن میں رنج
پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے اب سینے
حال منشی حبیب اللہ کا میں نے اُن کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں۔ تین چار برس
ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدرآباد سے آیا اُس میں دو غزلیں خط کا مضمون یہ ہے
کہ میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں آپ کا تمذاختیار کرتا ہوں ان دونوں
غزلوں کو اصلاح دیجئے اس امر کے وہ بادی نہیں۔ بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور
بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی و ہندی بھیجتے رہتے ہیں میں
خدمت بجالاتا ہوں اور وہ صاحب میری حک و اصلاح کو مانتے ہیں کلام کا
حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دست گاہ فن شعر میں
معلوم ہو جاتا ہے عادات و عنایات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں
آدم بر سر مدعا منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر
بھیجتا رہا۔ بعد وار د ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل اُن کی آئی اور انہوں نے
یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں میں نے
حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہیں لکھنؤ
اور الہ آباد کے ہیں اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی اس میں سے توہین
کے معنی متبیط ہوں۔ تو میں اُن کا مستحسن سہی اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے
مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا ۱۲۰

(۱۱۸)

قبلہ کل خط آیا آج جواب لکھتا ہوں پہلے آپ کا ایک فقرہ لکھ کر اتنا ہنسوں کہ پیٹ

ذو غلام غوث شاہ

میں بل پڑ جائیں اور آنکھ سے آنسو نکل آئیں فقرہ بڑھاپے میں کیا جائے کہاں کی حرارت مزاج میں آگئی ہے فقط کیوں صاحب تم نے بڑھوں میں اپنا نام لکھوایا تو مجھ کو لازم ہے کہ میں اپنے کو اموات میں گنوں۔ تمہاری عمر میرے نزدیک پچاس سے متجاوز نہ ہوگی اگر تجاوز کیا ہوگا۔ تو دو تین برس سے وہ تجاوز زیادہ نہ ہوگا۔ بھائی ضیاء الدین خاں اور تم ہم عمر ہو وہ کچھ کم پچاس تم کچھ اوپر پچاس ابھی تم دونوں صاحبوں کو ایک سو بیس برس میں سے ستر برس یا کچھ کم ستر برس باقی ہیں ۱۲ بنا بہ آب رسیدن لازمی اور بنا بہ آب رساندن متعدی باجماع جمہور افاضیوں میں سے ہے ہم بمعنی استحکام و ہم بمعنی انہدام و در صورت استحکام ٹیو کا گھر کھو دنا ملحوظ ہے اور در صورت انہدام لطمہ امواج سیلاب مد نظر ہے آپ کے لکھے ہوئے دونوں شعر مقیم یعنی خرابی ہیں صاحب مصرعہ بنائے عمر مسیح و خضر آب رسید

یعنی دیران ہو گئی ڈھے گئی حالانکہ یقیناً وہ جاودانی تھی مصرعہ ہنوز تشنہ خونست تیغ شمشاد گانش

بالنکہ تیغ شمشاد نے دوزندہ جاوید کو مارا لہذا ایک تشنہ خون ہے تشنہ بمعنی مشتاق اور خون بمعنی قتل اور ابنائے عمر آب رسیدن استعارہ ہلاک شعر

ہزار میکہ راعتب آب رساند بنائے صومعہ زرق چھپان برپاست
بنائے میکہ غلط ہزار میکہ صحیح ہے کلیم کے دیوان میں موجود یعنی محتسب نے ہزار میکہ ڈھا دیئے دریا برد کر دیئے صومعہ زرق دریا اب تک معمور اور موجود ہے بمعنی استحکام نعمت خان عالی کہتا ہے شعر

نیت حکم گرسر بنیاد و نیات آب آب چوں جناب این خانہ بے بنیاد میدانم
صائب کہتا ہے شعر

چگونہ شمع تجلی ز رشک نگذارو رخ تو خانہ آئینہ را آب رساند
بنون موقوف ۱۲ غالب کہتا ہے کہ اساتذہ کے کلام کے مشاہدہ میں اگر تو غل رہے تو ہزار بات نئی معلوم ہوتی ہے میں نے سات شعر امیر خسرو کی غزل پر لکھ کر ایک

مطرب کو دیئے و مجلسوں میں گانے رگا اکبر آباد و لکھنؤ تک مشہور ہوئے۔ وہ
غزل جس کا مطلع یہ ہے۔ مطلع

از جسم بجاں نقاب تاکے این گنج دریں خراب تاکے
ایک صاحب آگرہ میں اور ایک صاحب لکھنؤ میں معترض ہوئے کہ گنج در خراب
باید نہ در خراب ہر چند کہا کہ خرابہ مزید علیہ اور اصل لغت خراب عربی لاصل بمعنی ویران
و ویرانہ ہے جس کی ہندی اور بڑھ پڑھ معترض مصر رہا صاحب کے دیوان میں سے مطلع بکلام مطلع
بہ فکر دل نہ فتادی پہچ باب درینچ پنج راہ بروی دریں خراب درینچ

(۱۱۹) نواب مصطفیٰ خاں بہادر شیفتہ کے نام

جناب بھائی صاحب قبلہ یقین ہے کہ آپ مع الخیر اپنی دارالریاست میں پہنچ گئے
ہوں اور بحیثیت خاطر روزہ رکھتے ہوں سو اپان کے اور خیال مولوی الطاف حسین
فراق کے سوا کوئی وجہ طلال نہ ہو خدا کرے تم کو یاد آجائے کہ مفتی جی شگفتی کو شگفت کا
مزید علیہ سلم نہیں جانتے تھے سکندر نامہ میں دیکھا بہت

بسے در شگفتی نمودن طواف غنان سخن را کشید در گراف
صہبائی شفق صبح کو غلط اور اس کے رنگ رنگ کو مخصوص بشام جاتا تھا محمد سعید
اشرف ناز ندرانی کے کلام میں نظر پڑا مصرعہ

پہچ صبح شفق آلودہ زخش مسخ و سفید

اب فقیر کا یہ مطلع مشہور ہوا شعر

از جسم بجاں نقاب تاکے اس گنج دریں خراب تاکے

حضرات کو اس میں تال ہے خراب کی جگہ خراب کو نہیں ملتے آیا یہ نہیں جانتے کہ
لغت عربی اصل خراب اور خرابہ مزید علیہ ویران لغت فارسی اصل اور ویرانہ مزید علیہ
صبح لغت عربی اصل اور صبح مزید علیہ ہے مزید علیہ جائز اور لغت اصلی ناجائز کیوں
ہو یہ ایک مصرعہ قدما میں سے کسی کا ہے مگر پیش مصرعہ مجھے یاد نہیں۔ اور یہ بھی

نہیں معلوم کہ کس کا ہے مصرعہ

چوں مہر و کسوفم و چوں گنج و خراب
میں خود کستا ہوں کہ اس کو نہ مالو اس راہ سے کہ میں قائل کا نام نہیں بتا سکتا یہ
مطلع مرزا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کا اور اس کے دیوان میں موجود ہے شعر
بہ فکر دل نہ فتادی پہچ باب و رنغ بکنج راہ نبردی و رین خراب و رنغ
گنج و خراب گنج و خراب گنج و ویران گنج و ویرانہ مستعل اہل ایران ہے اس بات میں
مترود ہونا محض عدم اعتنا ہے والسلام صبح سہ شنبہ دہم ماہ صیام سال غافر
پے اہل اسلام ۱۲ +

(۱۲۰)

قبلہ آج تیسرا دن ہے کہ میں بنا بہ آب رسیدن و آب رساندن کی حقیقت با ستناد
اشعار اساتذہ لکھ کر بہ سیل ڈاک بھیج چکا ہوں آج اس وقت بھائی ضیاء الدین
خان صاحب آئے اور اس امر خاص میں کلام کے باوی ہوئے میری تقریر سنکر
کننے لگے کہ آب و رہنا رسیدن و آب و رہنا رساندن کے باب میں مترود ہیں۔ کہ
آیا یہ ترکیب جائز ہے یا نہیں۔ اب میں متبذہ ہوا کہ واقعی جو میں نے لکھا وہ سوال
دیگر جواب و دیگر تھا۔ ستر برس کا پیر خرف حواس معرض تلف اگرچہ سوال کو غلط سمجھا
لیکن جواب غلط نہیں لکھا رسیدن بنا آب ہم بمعنی استحکام بنا و ہم بمعنی انہدام بنا و
فقط اب آب و رہنا رسیدن و رساندن کی کیفیت سنئے فقیر نے اساتذہ کے کلام
میں کہیں یہ ترکیب نہیں دیکھی پس میں اس کی صحت اور غلطی میں کلام نہیں کر سکتا
جانب غلطی میرے نزدیک راجح ہے آپ جب تک کلام اہل زبان میں نہ دیکھ لیں
اس کو جائز نہ جانے گا۔ مگر کلام سعدی و نظامی و حزیں اور ان کے اقبال و نظائر کا
معتقد علیہ ہے نہ آرزو اور واقف اور قتیل وغیرہم کا میرا ایک مطلع ہے شعر
از جسم بجاں نقاب تاکے ایں گنج و رین خراب تاکے
ایک گروہ معارض ہوا کہ گنج کو خراب کہو نہ خراب میں متحیر کہ یا رب کس سے کہوں خراب

خاندان غلام غوث بیچ کے نام

مزید علیہ خراب ہے مثل ویران و ویرانہ و موج و موجہ الحاق ہائے ہوزے لذت و دیر
 نہیں پیدا ہوا بارے صائب کے دیوان میں ایک مطلع نظر آیا۔ بیت
 بفکر دل نہ فتادی۔ بیچ باب دیرنہ۔ گنج راہ نبردی ویرنہ خراب دیرنہ
 یہ مطلع لکھ کر معترض صاحبوں کو بھیج دیا۔ کہ غالب کو در دوسرے دیکھے جو پوچھنا ہو وہ صاحب
 سے پوچھ لیجئے عارف علی شاہ خراسانی نے اسی مطلع پر شعر
 از نام بجاں نقاب تاکے این گنج ویرنہ خراب تاکے
 تین اعتراض کئے تھے۔ پہلا نقاب کے ساتھ عارض و رخ کا ذکر بھی ضرور تھا۔ وہ نہیں
 ہے۔ دوسرا گنج تو دیرانے ہی میں ہوتا ہے پھر اُس پر تناسف کیا جو کہتے ہیں۔ تاکے
 تیسرا ویرانہ کو خراب کہتے ہیں نہ خراب اور نہ اعتراضوں کے بعد انہوں نے اُن میں دخل کیا
 ۵ از جسم بجاں حجاب تاکے گل بر رخ آفتاب تاکے
 خراب اور خراب کا جواب تو صاحب مطلع اوپر کے خطوں میں لکھ چکے یہ خط بقیہ اعتراضوں
 کے جواب اور دخل کے بیجا ہونے کے اظہار میں ہے ۔

(۱۴۱)

قبلہ دیکھئے ہم عارف ہیں ورو دنامہ سے پہلے جواب نامہ لکھتے ہیں دن بھول
 گیا ہوں غالب ہے کہ آج تیسرا دن ہو صبح کو میں نے آب و رہنا رسیدن کی بحث میں
 خلاصہ تحقیق لکھ کر ارسال کیا ہے اُسی دن شام کو خط آیا بقیہ جواب اب لکھتا ہوں
 نقاب اس شعر میں بمعنی حائل ہے حول کو وجہ و رخ کی خصوصیت نہیں دو چیزوں کے
 بیچ میں جو شے آجائے بلکہ اُس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ جو چیز ایک چیز کی مانع نظر آ
 ہو وہ نقاب ہے اُس شے نامرئی کی رخ بمناسب نقاب مقدر ہے اور یہ تقدیر جائز
 اور بلیغ ہے حجاب کا یہاں اوپری یعنی بے محل اور ناملائم ہونا یا بشرط عقل سلیم
 طبع لطیف ظاہر ہے گل خاک باب آمیختہ کو کہتے ہیں وہ رخ آفتاب تک کہاں پہنچے۔
 ہاں گرد و غبار میں آفتاب چھپ جاتا ہے۔ اُس کا استعمال از روئے مجاز جائز ہے گنج
 ویرانہ تاکے یہ بہت لطیف بات ہے یعنی افسوس کیا جاتا ہے اُس گنج کے بریکار ہونے

خواجه غلام غوث بخت کے نام

کا گنج سے غرض یہ ہی تو نہیں کہ جنگل میں مدفون ہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ مدفن سے نکلے
اور صرف ہو اور لوگ اُس کے وجود سے متع پائیں یہاں ایک اور دقیقہ ہے کہ اس شعر میں
گنج مشبہ اور روح انسانی مشبہ ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ روح کا تعلق جسم سے
جاودانی نہیں پس کیا قباحت ہے اگر ایک غمزہ ستم زدہ قطع تعلق روح کا منتظر اور
مشاق ہو مثلاً ایک میعاد میں مجھوس حسرت مند نہ کہے کہ اُلی وہ دن کب آئے گا کہ میں قید
سے نجات پاؤں کب تک سڑک کا ٹوں کب تک ریخ اٹھاؤں ناخرکیں ایک شاعر تھا
شجاع اللہ کے عہد میں اُس نے سعادی و نظامی حوس کے اشعار کو اصلاحیں
دی ہیں۔ جب ایک ہندوستانی بے علم تنگ مایہ اساتذہ نامی عجم کے کلام کو اصلاح
دے اگر ایک عالم خراسانی نے ایک ہندی کے مطلع میں تصرف کیا تو کیا قباحت
لازم آئی خدا کا شکر کہ مجھ کو ستر برس کی عمر میں پچاس کی مشق کے بعد استاد میسر آیا ۱۲۰۴

(۱۲۲) مرزا حاتم علی مہر کے نام

جناب مرزا صاحب دلی کا حال تو یہ ہے شعر
گھر میں تھا کیا جو تیرا غم اُسے طارت کرتا جو کھتے تھے اک حسرت تعمیر سو ہے
یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدین نمط ہے
کہ چند گروں نے اہل بازار کو ستایا تھا اہل قلم اور اہل فوج نے بانصاف رائے ہمارے
ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے ۱۲۰۴

ناخ مرحوم جو تمہارے استاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے مگر ایک
فنی تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے اُن کو علاقہ نہ تھا۔ سُبْحان اللہ
تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشاء کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو میں نے
دیکھے کیا کہیں کیا خط اٹھایا۔ بیت

خدا سے میں بھی چاہوں از رہ مہر فروغ میرزا حاتم علی مہر
اگر اسی انداز میں تمام پائے گی تو یہ مثنوی کا نام اُس دو کلائے گی خدا تم کو جیتا رکھے

تمہارا دم غنیمت ہے صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا۔ تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا رہے ۱۲ +

(۱۲۳)

جناب عالی کل میسرے شفیق مکرم منشی نواب جان کلبہ احمدان میں تشریف لائے آپ کا سلام کہا معلوم ہوا کہ خواجہ صدر الدین صاحب لشکر کے ساتھ گئے ہیں اور آپ یہیں ہیں اس میں فصل ہیں کہ ابھی سے رات و دن آگ برستی ہے اچھا ہوا کہ زحمت سفر نہ کھینچی اچی حضرت یہ منشی ممتاز علی کیا کر رہے ہیں بقیے جمع کئے اور نہ چھپو اسے فی الحال پنجاب احاطہ میں ان کی بڑی خواہش ہے جانتا ہوں کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ ان سے کہیں مگر یہ تو حضرت کے اختیار میں ہے کہ جتنے میرے خطوط آپ کو پہنچے ہیں وہ سب یا ان سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجھ کو بھیج دیں جی یوں چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو۔ مصرعہ
تم سلامت رہو قیامت تک

(۱۲۴)

حضور پہلے خا کا شکر پھر آپ کا شکر بجالاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور مرا حال پوچھا۔ یہ پیش حکم نشر کا رکھتی ہے اب رگ گم کی خوننا بہ نشانی دیکھو گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیر داروں میں سے جو تین بقیۃ السیف تھے ان کو حکم دیا دربار عام سے سوائے میرے کوئی باقی نہ تھا یا چند ماہ جن مجھ کو حکم نہ پہنچا۔ جب میں نے استعفیٰ تو جواب ملا کہ اب نہیں ہو سکتا۔ جب یہ سرزمین خیم خیاں گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا۔ چیف سکریٹری بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں۔ دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے

خواجہ غلام غوث بخش نام

خواجہ غلام غوث بخش نام

اب گورنمنٹ سے کیوں بلنا چاہتے ہو۔ اُس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط اُن کے نام لکھ کر اُن کو بھیجا مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا خلاص منظر محض ہے امیہ وار ہوں کہ اس کی تحقیقات فرمائی جائے تاکہ میری صفائی اور بے گناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب نہ ہوا۔ اب ماہ گزشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب یہاں فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ مقدمہ طے ہوا اور بار خلعت پر موقوف پنشن مسدود وجہ لا معلوم لا موجود والا اللہ و لا موتہ فی الوجود والا اللہ ۱۲۔ ۱۳۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں بہادر والی رامپور کے میرے آشنائے قدیم ہیں۔ اس سال یعنی ۱۳۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے ناظم اُن کو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غز لیں اردو کی بھیجیں۔ میں اصلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری انگریزی پنشن کھلی ہوئی اُن کی عطایا فتوح گنی جاتی تھی۔ جب وہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار اُن کے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے۔ اور میں غدر کرتا تھا۔ جب جنوری سنہ ۱۳۵۵ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا تو میں آخر جنوری میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط محررہ ۸ رپایہ پایا۔ استقفا کا جواب بھیجا جاتا ہے ۱۲ *

(۱۲۵)

ہدیت پایان شب سیر سپید رت در نو میدی بسے امپرت
قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی رونداد لکھتا ہوں۔ توطیہ
۱۳۵۵ء میں لارڈ صاحب بہادر نے میرے ٹھہ میں دربار کیا۔ صاحب کشن بہادر دہلی
دلی دلی کو ساتھ لے گئے میں نے کہا میں بھی چلوں۔ فرمایا کہ نہیں جب لشکر میرٹھ
سے دلی آیا میں موافق اپنے دستور کے روز و رات لشکر مخیم میں گیا۔ میٹھی صاحب
سے بلا اُن کے خیمے میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹ بہادر کے پاس بھیجا
جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنمنٹ

کو تم سے ملنا منظور نہیں میں گدلے میرم اس حکم پر ممنوع نہ ہوا جب لارڈ صاحب بہادر
کلکتہ پہنچے میں نے قصبہ بھبھوڑ میں قیام کیا اور اس حکم کے واپس آیا کہ اب یہ
چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا
ترک کیا واقعہ اواخر ماہ گزشتہ یعنی فروری ۱۸۶۳ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب ڈلی
ٹئے اہلی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور
اپنے نام لکھوائے میں تو بیگانہ شخص اور مطرود حکام تھا۔ جگہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ملا
دربار ہوا ہر ایک کام گار ہوا شنبہ ۸ فروری کو آزادانہ منشی سے پھول سنگھ صاحب
کے خیمہ میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکریٹری بہادر پاس بھیجا ملا لیا۔ مہربان
پاکر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی دو حکام جلیل القدر کی وہ
عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نہ تھیں جملہ معترضہ میرمنشی لفٹنٹ گورنری سے
سابقہ معرفت نہ تھا۔ وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو گیا جب حکام مجھ کو
استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میرمنشی کی طرف سے حسن
بایامائے حکام ہو گا واللہ الرحمن الطاف خفیہ بقیہ روئاد یہ ہے کہ دو شنبہ پانچ کو سواد
شہر مخیم خیام گورنری ہوا آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اطہار حسین خاں بہادر
کے پاس گیا اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے
متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے
علاقہ کے سب کا غذا انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کو نسل حکم لکھوایا کہ اس اندر
خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر
کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں
لکھو اگر ۱۴ دن یا پندرہ دن اوھر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ شہر
کا مہمازما بفکر کارما فکر ماورکار ما آزار ما

شنبہ ۳ پانچ کو بارہ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلا یا خلعت عطا کیا اور
فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے یہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے ابنا لے جاؤ گے

تو دربار اور خلعت پا دگے عرض کیا گیا کہ حضور کے قدم دیکھ خلعت پایا لاؤ صاحب
بہادر کا حکم سن لیا میں نہال ہو گیا۔ اب انبا لے کہاں جاؤں جتنا رہا تو اور دربار میں
کامیاب ہو رہوں گا شعر

کار دنیا کسے تم نکدو ہر چہ گیرید مختصر گیرید

(۱۲۹)

حضرت پیر و مرشد اس سے آگے آپ کو لکھ چکا ہوں کہ منشی ممتاز علی خان صاحب
میری ملاقات ہے اور وہ میرے دوست ہیں یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ میں صاحب فراش ہوں
اٹھنا بیٹھنا ممکن ہے خطوط لیتے۔ لیٹے لکھتا ہوں اس حال میں دیباچہ کیا لکھوں بھی لکھ
چکا ہوں کہ تفتہ کو میں نے خط نہیں لکھا اشعار ان کے آئے اصلاح دیدہ میشتار اصلاح
جا بجا حاشیہ پر لکھ دیا کل جو عنایت نامہ آیا اس میں بھی دیباچہ کا اشارہ اور تفتہ کے
خطوط کا حکم مندرج پایا ناچار تحریر سابق کا اعادہ کر کے حکم بجالایا۔ ناظرین
قاطع برہان پر روشن ہو گا۔ کہ نامراد اور بے مراد کا ذکر مبنی اس پر ہے کہ عبد الواسع
ہا نسوی بے مراد کو صحیح اور نامراد کو غلط لکھتا ہے میں لکھتا ہوں کہ ترکیبیں دونوں
صحیح لیکن بے مراد غنی کو کہتے ہیں اور نامراد محتاج کو اب آپ کے نزدیک ان دونوں کا
استعمال ایک ہی ہو تو میرا دعائے اصلی یعنی نامراد کی ترکیب کا علی الرغم عبد الواسع کے
صحیح ہونا فوت نہیں شعر مرزا صاحب شعر

نامرادی زندگی بر خویش آسان کردن است ترک جمعیت دل خود را بسماں کردن است
یہاں نامرادی بے مرادی کے معنی کیونکر دے گی اغنیاء خواہ اہل توکل خواہ اہل مومل متولین
پر کبھی کام آسان نہیں ہوتا بلکہ مفلسوں سے زیادہ ان پر مشکلیں ہیں ہے اہل توکل
ان کی صفیتیں اور ہیں وہ اہل اللہ ہیں مقرران بارگاہ کبریا ہیں دنیا پر پشت پا مارے
ہوئے ہیں کام ان پر کب مشکل تھا کہ انہوں نے اس کو آسان کر دیا۔ نامراد صیغہ مفرد
ہے مساکن کا اصناف مساکن کی شرح ضرور نہیں سختی کشتی و بے نوالی تہمتی سستی و گدائی
یہ اصناف ہیں مساکن کے ان صفات میں سے ایک صفت جس میں پائی جائے وہ مساکن

غائب نام غائب ہونا

وہ نامراد البتہ مساکین پر نہ ایک کام بلکہ سب کام آسان ہیں نہ پاس ناموس و عورت
 نہ حب جاہ و مکنت نہ کسی کے مدعی نہ کسی کے مدعا علیہ دن رات میں دو بار روٹی ملی بہت
 خوش ایک بار ملی بہر حال خوش خدا کے واسطے مولانا صاحب کے شعر میں سے نامراد
 بمعنی کسے کہ بیچ مرادداشتہ باشد کیونکہ ثابت ہوتا ہے مساکین کی زندگی جیسا کہ میں
 اوپر لکھ آیا ہوں آسان گذرتی ہے یا اغنیا کی رہا مولوی معزی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بیت

عاقلاں از بے مراد بیائے خویش باخبر گشتند از مولائے خویش
 میں نے شنوی کے ایک نسخہ میں عاقلان کی جگہ عاشقان دیکھا ہے بہر صورت معنی یہ
 ہیں کہ عشاق یا عقلا بعد ریاضت شاقہ ماسوے اللہ سے اعراض کر کے بے مراد
 اور بے مدعا ہو گئے یہ پائیتیم و رضا ہے البتہ اس رتبہ کے آدمی کو خدا سے لگاؤ
 پیدا ہو گا۔ مصرعہ

باخبر گشتند از مولائے خویش
 یہاں بھی بے مرادی سے نامرادی کے معنی نہیں لئے جاتے۔ مگر ہاں مصرعہ
 بے مرادی مومنوں از نیک و بد

دوسرا مصرع مصرعہ
 در بکلی بے مرادت داشتی
 ان دونوں مصرعوں میں نامراد اور بے مرادی کے معنی میں خلط واقع ہو گیا ہے خیر
 بے مراد اور نامراد ایک سہی ہر چند دوسرے مصرع مولوی میں بے مراد کے معنی
 بے حاجت کے درست ہوتے ہیں۔ مگر مصرعہ

من کہ رندم شیوہ من نیست بحث
 زیادہ تکراریوں کروں مہذا مصرعہ اول کی کچھ توجیہ بھی نہیں کر سکتا نامراد کی ترکیب
 کی صحت علی الرغم عبد الواسع ثابت ہو گئی فثبت الدعا کمال یہ کہ مانند ناچار و بیچارہ
 اور نا انصاف اور بے انصاف کے نامراد اور بے مراد کا بھی مورد استعمال مشترک
 رہا والسلام ۱۲

(۱۲۷)

خارج غلام غوث بنحو کے نام

پیر و مرشد سہل متنع میں کسر لَام تو صیغی ہے سہل موصوف اور متنع صفت اگرچہ بحسب ضرورت وزن کسر لَام مشع ہو سکتا ہے لیکن محل فصاحت ہے اور لَام موقوف تو خود سراسر قباحت ہے سہل متنع اس نظم و نشر کو کہتے ہیں کہ دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اس کا جواب نہ ہو سکے بالجملہ سہل متنع کمال حسن کلام ہے اور بلاغت کی نہایت ہے متنع درحقیقت متنع النظیر ہے شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ہیں اور رشید و طوطا وغیرہ شعراے سلف نظم میں اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتے ہیں۔ خود ستائی ہوتی ہے سخن فہم اگر غور کرے گھٹ تو فقیر کی نظم و نشر میں سہل متنع اکثر پائے گئے۔

ہے سہل متنع یہ کلام ادق مرا پرسوں پڑھے تو یاد نہ ہوئے مبق مرا
یہ مصرعہ حیرت آور ہے کلام ادق سہل متنع کے منافی ہے پھر یاد نہ ہونا اور حافظہ پر نہ چڑھ جانا ہرگز سہل متنع کی صفت نہیں ہو سکتی کلام ادق کا حفظ دشوار ہو شاید کوئی قسم اقسام کلام میں سے ہو وہاں کلام ادق کلام معلق کو کہتے ہیں۔ سو کلام معلق اور کلام سہل متنع ضد یک دگر ہے معلق اور ادق سہل متنع اور سہل متنع معلق اور ادق کیونکر ہو سکے گا۔ اور حافظہ میں محفوظ رہنا کلام معلق اور ادق کی صفت کیونکر پڑے گی ہاں معلق عسیر الفہم ہو گا۔ پڑھانہ جائیگا۔ معنی سمجھ میں نہ آئیں گے سہل متنع کی صفت وہ بھی جو فقیر اور پر لکھ آیا۔ اس شعر سے مجھ کو کچھ علاقہ نہیں فہم۔ آب در بنار سیدن بمعنی خراب بنیاد قیاسی ہے اساتذہ کے کلام میں میں نے نہیں دیکھا اگر آیا ہو تو درست ہے ہاں باب و سانیڈن بنا کہ بظاہر آب در بنار سیدن کا متعدی منہ ہے بلخا کے کلام میں آیا ہے لیکن اضداد میں ہے ہم بمعنی ویرانی بنا مستعمل اور ہم بمعنی استحکام بنا اگر اس کا لازمی ڈھونڈھیے تو سیدن بنا یہ آب ہے نہ سیدن آب دینا جیسا کہ نعمت خاں عالی کہتا ہے۔
نیت محکم گر رسد بنیاد دنیا تا باب چوں حباب این خانہ بے بنیاد میدانیم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسیدن بنانا باب موجب استحکام ہے۔ اور شاعر باوجود
دلیل استحکام بنا کر استوار چاہتا ہے صاحب کتاب ہے بدیت
چگونہ شمع تجلی زرشک نگہ اردو رخ تو خانہ آئینہ را باب رساند
حاجی محمد جان قدسی بدیت

بگوش عطایش رساند این خطاب کہ بنیاد کاں را رساند باب
یہ دونوں شعر مفید معنی ویرانی ہیں قصہ مختصر باب رسیدن بنا خرابی خانہ و باب بدن
مقتدی آن و رسیدن آب در بنانا مسموع میں ابھی بیمار ہوں۔ اور بیمار کے واسطے
انجام غسل صحت ہے یا غسل میت والسلام ۱۲ *

(۱۲۸) مردان علی خاں رعنا کے نام

خان صاحب عالیشان مردان علی خان صاحب کو فقیر غالب کا سلام نظم و نثر
دیکھ کر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم بیگنا ہو خدا تم کو سلامت رکھے بھائی خفا کے
مؤنت ہونے میں اہل چلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا ہاں
جنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ مہتھی آیا اگر جفا کو مد کر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد
اور جفا مؤنت ہے بے شبہ و شک والسلام والا کرام ۱۲ *

(۱۲۹)

خان صاحب مشفق عالی شان کو میرا سلام کل تمہارا غایت نامہ پہنچا۔ رامپور
کا لافانہ آج رامپور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا کہیں اصلاح کی حاجت
نہ تھی نالہ درانچہ شعر رعنا

گذرا ہے مرا نالہ در چرخ کُن سے تھاروچ کا ہمدن نہ پھر اجا کے وطن سے
نالہ دول بنا میا نواب صاحب اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں۔ فارسی غزل تم نے بے نایدہ
لکھی۔ دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا سو میں نے دوسرے دن تمہار
خط کا جواب روانہ کیا منشی نو لکشور صاحب یہاں آئے تھے۔ مجھ سے ملے بہت خوبصورت

مردان علی خاں رعنا کے نام

اور خوش سیرت سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہیں۔ تمہارے وہ مداح اور میں اُن کا
شناخاں خدام کو اور اُن کو سلامت رکھے ۱۲ *

(۱۳) مرزا رحیم بیگ مصنف ساطع برہان کے نام

بخدمت مشفق مکرہی مرزا رحیم بیگ صاحب نور اللہ قلبہ بالا سرار و عینہ بالا انوار
سنخے چہ گفتہ می شود بدیت

نہ در منطق پارسی و درسی ہمیں ہندی سادہ و سمری
جس طرح تو حید میں نفی ماسوی اللہ دستور ہے مجھ کو تحریر میں حذف زوائد منظور ہے
عدم مقابلہ نہیں قصہ مجادلہ نہیں سرتا سر دوستانہ حکایت خاتمہ میں ایک شکایت
ہے۔ شکوہ درد منہ منافی شیوہ ادب نہیں معجزا اظہار دل مراد ہے۔ جو کوئی
بات جواب طلب نہیں احسان منہ ہوں آپ کا کہ آپ نے منشی سعادت علی کی طرح آدھانام
میرا نہ لکھا۔ اُن کے حسن ظن کے مطابق مجھ کو معشوق میرے استاد کا نہ لکھا۔ اور اگر
ایک جگہ یہ الفاظ کہ بقول غالب۔ باکہ ام خرس در جوال شدہ ام۔ ہم کئے یا اور دو
چار جگہ کلمہ تو ہیں رقم کئے۔ میں نے اپنے لطف طبع اور حسن عقیدت سے پہلے
فقرے کا مفہوم یوں اپنے دل نشین کیا۔ کہ حضرت نے محمد حسین دکنی جامع برہان کو
موافق میرے قول کے خرس یقین کیا یا خرس در جوال شدن عبارت ہے صحبت
سے خواہی مدافعت کے واسطے ہو خواہی محبت سے مجھ کو اُس کا قرب بہ سبیل آمیزش
ہے تم کو اُس کا قرب از روئے آمیزش ہے۔ دوسرے فقرے کے معنی یہ پٹھرائے
کہ بے تکلف میرے ضمیر میں آئے کہ خرس کی مدد دینے سے کوفت حاصل ہوئی اور
وہ کوفت باعث دردِ دل ہوئی شدتِ درد میں آدمی چیتا ہے چلاتا ہے ہائے وائے
کرتا ہے غل مچاتا ہے جیسا کہ سعیدی بوستان کی اُس حکایت میں جس کا پہلا مصرعہ
یہ ہے۔ مصرعہ

شبے زیت فکرت ہی سو ختم

فرماتا ہے۔ مصرع

کہ ناچار فریاد خیز و زمر

جناب مرزا صاحب کیا تم نہیں جانتے کیونکہ نہیں جانتے بے شبہ جانتے ہو گے۔ کہ اکابر امت کو امور دینی میں کیا کیا سنازعتیں باہم واقع ہوئی ہیں کہ نوبت بہ تکفیر یکدیگر پہنچی ہے اگر فن لغت میں ایک شخص دوسرے شخص کا معتقد نہوا۔ یہاں تک کہ اس کی تحقیق بھی کی تو اور مدعیان علم و عقل اس مسکین کے جگر تشنہ خون کیوں ہو جائیں اور جب تک اس کا نقش ہستی صفحہ دہر سے نہ مٹائیں آرام نہ پائیں۔ ظلم تو یہ ہے کہ جو کچھ میں نے قاطع برہان میں لکھا ہے۔ اس کو سمجھتے ہیں اور نہ کچھ آپ لکھتے ہیں نہ اس کے معنی سمجھتے ہیں سوال دیگر جواب دیگر پر مدار ہے۔ خارج از بحث اقوال کی تکرار ہے برہان قاطع والے کی محبت سے دل بیقرار ہے فرط غیظ و غضب سے بدن رعشہ دار ہے منشی ناظم علی نہ ناظم ہے نہ نثار ہے بموجب اس مصرع کے

مقتضائے طبیعتش ایر است

مصرعہ

ناچار تم کو معرض تحریر میں تھل اور تامل چاہئے۔ سخن پروسی و جانب داری میں تو غل چاہئے۔ بحسب اختلاف طبائع مانو نہ مانو گے مگر پہلے یہ تو جانو کہ غالب سوختہ اختر کافر ہنگ نویسوں کے باب میں عقیدہ کیا ہے اگر قاطع برہان میں جا بجا لکھتا آیا ہوں۔ مگر اب ہندی کی چندی کر کے لکھتا ہوں کہ یہ عقیدہ میرا ہے کفر ہنگ لکھنے والے جتنے گزرے ہیں سب ہندی نژاد ہیں ہاں علم صرف و نحو و عربی میں بقدر تحصیل مسلم اور استاد ہیں علم صرف و نحو کی کتب درسی موجود ہیں جس نے چاہا ہے اس نے استاد سے ان کتب کو پڑھ لیا ہے۔ فارسی کی جو فرہنگیں حضرت نے لکھی ہیں مطالب مندرجہ کس اصول پر منضبط کئے ہیں۔ اور اس کا علم کس استاد سے حاصل کیا ہے آخر مقاصد صرف و نحو عربی بھی تو صرف مطالعہ کتب سے نہیں نکالے ہیں۔ پہلے تعلیم تعلیم ہے پھر کتب قواعد کے چاہا جو اے ہیں قواعد فارسی کا رسالہ اہل زبان میں کس نے لکھا ہے اور ان ہو س پیشہ فرہنگ لکھنے والوں نے وہ رسالہ کس

فاعلِ عم سے پڑھا ہے۔ شیائے ہندی سیکوی نے حاجی محمد جان قدسی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر پر اعتراض کیا ہے مرزا جلالائے طباطبائے علیہ الرحمۃ نے شیداکو خط لکھا ہے سر آغاز خط کا ایک قطعہ جس میں صحر اور دیا قافیہ اور پچھلے صاند رو لیت شعر کا اخیر کا مصرع یاد رہ گیا ہے۔ مصرعہ

یعنی بہادیلو مقوی برساند

خلاصہ مضمون خط یہ کہ تو صاحبِ زبان نہیں ہے۔ زبان دان ہے۔ یعنی مقلد اور کاتب۔ لیس اہل ایران ہے حاجی محمد جان کے کلام کو سند پکڑتے کس نے کہا ہے کہ اُس سے لڑ کیا تو نے سنا نہیں جو عربی و فیضی میں گفتگو ہوئی ہے اور مومن الدولہ شیخ ابوالفضل کے رد برو ہوئی ہے لغات فارسی اور ترکیب الفاظ میں کلام تھا۔ مولانا جمال الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اور منطق آشنا ہو گیا ہوں۔ اپنے گھر کی بڑھیوں سے لغات فارسی اور بھی ترکیبیں سنتا رہا ہوں۔ فیضی بولا کہ جو کچھ تم نے اپنے گھر کی بڑھیوں سے سیکھا ہے۔ وہ ہم نے خاقانی و انوری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت عربی نے فرمایا کہ تقصیر معاف خاقانی و انوری کا ماخذ بھی تو منطق گھر کی پیر زلوں کا ہے ہائے تمیز کہاں سے لاؤں جو دیکھے کہ یہ حال قلم و ہند کے صاحب کمالوں کا ہے قیاس مع الفارق کی بہار دیکھو مجرد تقدم زمانے کا اعتبار دیکھو مانا کہ عربی تحصیل علوم عربیہ میں اُن سے کمتر ہے صاحب زبان اور ایرانی ہونے میں برابر ہے کیا عربی کیا انوری کیا خاقانی ایک شیرازی ایک انوری ایک شروانی اگر محمد سے کوئی کہے کہ غالب تیرا بھی مولد ہندوستان ہے میری طرف سے جواب یہ ہے کہ بندہ ہندی مولد و پارسی زبان ہے۔

بہرچہ از دستگاہ پارس بہ بیجا بروند تا بنالم ہم ازاں جملہ زبانم دادند
زبان دامن فارسی میری ازلی دستگاہ اور یہ عطیہ خاص منجانب اللہ ہے۔ فارسی زبان
کمالہ مجھ کو خدا نے دیا ہے مشق کمال میں نے استاد سے حاصل کیا ہے۔ ہند
کے شاعروں میں اچھے اچھے خوشگوار اور معنی مآب ہیں۔ لیکن یہ کون الحق کہے گا۔ کہ

یہ لوگ دعویٰ زبان دانی کے باب میں رہے فرہنگ لکھنے والے خزان کچھ سچے
 نکالے اشعار قدما آگے دھرائے اور اپنے قیاس کے مطابق چل دیئے وہ بھی نہ کوئی
 ہمعقد نہ کوئی ہمراہ بلکہ سو بسو پر آگزرہ و تباہ رہنما ہو تو راہ بتائے استاد ہو تو شعر
 کے معنی سمجھائے نہ آپ شیرازی نہ استاد درمضان رہے رگ گروں دخنے دعویٰ زبان
 دانی میرا یہ قول خاص ہے نہ عام ہے مجموعہ فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے
 میں کلام ہے یہ کیا بات ہے کہ جامع برہان کا خد فرہنگ رشیدی و جہانگیری ہے
 عبدالرشید کی کیا شیخی اور میاں انجمن کیا پیری ہے قطب شاہ و جہانگیر کے عہد
 میں ہونا اگر نشاۃ بتری ہے تو بیچارہ جعفر زطلی بھی فرخ سیری ہے۔ ایک لطیفہ
 لکھتا ہوں اگر خفا نہ ہو جاؤ گے تو خطا اٹھاؤ گے جتنی فرہنگیں اور جتنے فرہنگ
 طراز ہیں یہ سب کتابیں اور یہ سب جامع مانند پیاز ہیں تو بتو اور لباس در لباس ہم
 دروہم اور قیاس در قیاس پیاز کے چھلکے جس قدر آتا رہے جاؤ گے چھلکیں کا
 ڈھیر لگ جائے گا مگر نہ پاؤ گے فرہنگ لکھنے والوں کے پرے کھولتے چلے جاؤ
 لباس ہی لباس دیکھو گے شخص معدوم فرہنگوں کی ورق گردانی کرتے رہو ورق ہی نظر
 آئینگے۔ معنی موہوم ظرافت پر مدار تحقیق نہیں ہے۔ آپ کے خاطر نشین کرتا ہوں چومیر
 و لنشین ہے فرہنگ نویوں کا قیاس معنی لغات فارسی میں نہ سراسر غلط ہے البتہ کمتر
 صحیح اور بیشتر غلط ہے خصوصاً دکنی تو عجیب جانتا نہ ہی لغو ہے پوچ ہے پاگل ہے
 دیوانہ ہے وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ بائے اصلی کیا ہے اور بائے زایدہ کیا ہے حیر
 ہوں کہ اس کی جانب داری میں فائدہ کیا ہے خدا جانتا ہے کہ میں یک رنگ ہوں
 مگر دکنی کے جانب داروں کا چورنگ ہوں مجھے جو چاہو سو کہو اوروں سے تم کیوں
 لڑتے ہو کہیں جامع لطائف غیبی کو برا کہتے ہو کہیں نگارندہ وافع ہذیان جھگڑتے
 ہو جانتا ہوں کہ دکنی کی عبارت کی خامی اس کی رائے کی کجی اس کے قیاس کی غلطی
 اگر نہ سب جگہ بلکہ بعض جگہ سچ جانتے ہو۔ مگر یہ میں نہیں جانتا کہ اتنی سخت کرنی اور
 اس کے رفع تخطیہ کے واسطے تو جہات بارود و صونڈ ہنی کس واسطے ایسا اس کو

کیا مانتے ہو مجھ پر جدا منہ آتے ہو مولوی نجف علی اور میاں داد خاں سے جدا
 بکڑتے ہو بھائی صاحب مغلیہ پن پھر آگئے گوہار لڑتے ہو سچ ہے غالب آگندہ
 گوش ہے کسی کی نہیں سنتا اسی آپ کے مقرر کئے ہوئے قاعدہ کے موافق
 بجلت کرتا ہوں کہ تم نے قاطع برہان و دافع ہدیان و لطائف غیبی کو مرکز نہیں
 دیکھا آویزہ و افسوس کے بیان میں مجھ سے وہ سہو ہوا ہے کہ مجھے اس کا اقرار
 اور میرا دوست میاں داد خاں شرمسار ہے جو کچھ اس مصنف نے اس باب میں لکھا
 وہ قول فیصل اور کافی ہے مانیں یا نہ مانیں ناظرین کو اختیار ہے گلہری بکاف
 فارسی مکسور بوزن اکہری لغت ہندی الاصل اس کی شرح میں جداگانہ ایک
 فصل کاف فارسی مکسور کی جگہ کاف عربی مفتوح اعراب کا بوزن طشتری و صنوع
 مجھے اور میرے دوست سیف الحق کو دوسو طبعی پر استغفار ہوا خواہان بوزن دکنی
 کو اغلاط متواتر کے جواز پر اصرار فاعتبر وایا اولی الا بصار خرد بے و اوب معنی نور اور
 خورہ مع الواو بمعنی حزام ایک ویزہ بمعنی پاک اور آویزہ بمعنی ناپاک ایک یہ اور
 ہزار ایسے اغلاط سندا اور مقبول اور منظور گویا یہ مصرع جو حمار میں ہے مصرع عمر

کنہ ہر چہ خواہد برد حکم نیست

اس کی شان میں صادق سمجھ لیا ہے چشم بد و راب چاہئے کہ اس کے پوچھنے والے
 اس کے نام کے بعد جل جلالہ لکھیں اور اگر حیات نہ کریں تو نظر با فادہ و استفادہ
 عم نوالہ لکھیں۔ ستر برس کی عمر کانوں سے بہرا جمعیت کم تفرقہ زیادہ اور پھر خود
 داری اور کسر نفس اور استغنا خداداد بیہودہ بکنے میں اوقات کیوں صرف کر لیں
 پانچ نگاری کیوں لفظ بلفظ و حرف بحرف کروں آپ کو اپنی نمود اور شہرت منظور ہے
 خردہ گیری و عیب جوئی سے مجھ کو نفرت ہے اور حیا آتی ہے زیادہ گوئی سے
 آپ کے حسن کلمات طیبات سے قطع نظر کر کے ناظرین منصف کے وجدان
 پر چھوڑ دیتا ہوں اور شکایت موعودہ سے پہلے تین امر ضروری لکھ لیتا ہوں۔
 (صحیح بمعنی آواز آپ زینہار نیست) اس کے سچ ہونے میں کیا کلام ہے جو صحیح سے

آواز ارپ مراد رکھے وہ ناقص ہے اور خام ہے کیا عربی کا شعر عربی کے خط سے لکھا ہوا کسی کو نظر پڑا کہ ناظر سے سن کر تمہارا ذہن وقا و نقاد وہاں جا لڑا لغت کسی باطن کے اندھے کے ہاتھ سے لکھا جائے اور پھر عربی جیسا شاعر ویدہ دربار پر میں پکڑا جائے تمہارا عجوب بوہرہ و کنی شین منقوط مع التحتانی کے بیان میں شیعہ کو گھوڑے کے ہنہانے کی فارسی بتاتا ہے عربی میں گھوڑے کے ہنہانے کو ضیل بوزن دلیل کہتے ہیں صحیح بوزن بیضہ عموماً یہ معنی ہر صدائے ہولناک و عیب آتا ہے کیونکہ فرہنگ نگاروں کے اور ان کے مددگاروں کے قیاس کو وحی سمجھ لوں اور کیونکہ کاتبوں کے املا کو مصحف مجید کی طرح سر پر دھریں یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ میں اپنے کو جہاد اور نبات فرض کروں جرم و خطائے بلوغ برگردن بندگان جناب است میں آپ کو مخاطب بالفتح ٹھہرا کر یہی فقرہ پڑھ کر چپ رہتا ہوں بعد اس کے تبیل جیم تحتانی کو مسموع کہتا ہوں یعقوب کو یہ تغیر لہجہ انگریزی زبان جا کو ب کہتے ہیں کہاں مبدل منہ کہاں تغیر لہجہ حضرت آپ جو کہتے ہیں خوب کہتے ہیں کو دو ترجمہ طفل نہیں مانتے اور پھر خاتمہ میں ریدگان بصیغہ جمع لکھواتے ہو واقعی یوں ہے کہ جو کچھ لکھواتے ہو یہ بزدے بھر نہیں بلکہ از روئے سمع لکھواتے ہو خطام ہوا اب مستغیث کی عرضی کی ہو لیکن سماعت از روئے انصاف بالائے طاعت ہو۔ عرضی گزارنے سے پہلے مستغیث پوچھتا ہے کہ آپ کے محکمہ عالیہ کا سررشتہ و اردبانت کار ہے یا نہیں سخن فہم و ہوشیار ہے یا نہیں۔ میں تو گمان کرتا ہوں کہ امین نہ ہو دیل سن لیجئے اگر یقین نہ ہو (صحیحہ بمعنی آواز اسپ زہار نیست) اس کے ماقبل اور بھی عبارت ہے سنانے والے نے نہ پڑھی ہو کتنا بعید ہے کس واسطے کہ اس عبارت کے مفہوم کو ملحوظ رکھنا اور محض اکرام پنجابی کا شعر تو قابل التفات نہیں مگر مولانا جلال الدین عربی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر بہ تتبع کاتب غلط لکھوا دینا تم سے بسیار بعید ہے انشائیں ناخوں کی تعریف کو مانتے ہو املا میں کاتبوں کی غلطی کے کیوں نہ قائل ہو انشاء املا و لفظ و معنی میں تقلید چھوڑ کر تحقیق کے کیوں نہ

مائل ہو تقصیر معاف یہ نہ استناد بہ کلام عرفی عالی مراتب ہے بلکہ پیروی خامہ کج رفتار
 کاتب ہے کہ چکا ہوں کہ نہ مجھ کو مناظرہ کا دماغ نہ ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی
 سے فراغ آگے جو ہمت نہیں ہاری تھی اور غیب سے توقع مدد گاری تھی تو اپنا یہ شعر
 اردو میرے درد زبان اور ہنجر سے میں زم زم سے نفعاں رہتا تھا شعر
 رات دن گردش میں ہیں سات آسمان ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرا میں کیا
 اب جو اصلاح حال و حصول مطلب سے دل مایوس ہے تو طبیعت اسی غزل کی اس بیت
 کے ترنم سے مایوس ہے شعر
 عمر بھر دیکھا کئے سرنے کی راہ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا
 کوئی یہ نہ سمجھے کہ بڑا دروازہ ق کا ہے جب معاش مقرر ہو تو پھر غم کیا ہے نہ صاحب
 یہ باتیں جانوروں کی ہیں کہ کچھ کھا لیا پانی پی لیا اور چین سے سو رہے آدمی عموماً
 اور صاحبان ننگ و ناموس خصوصاً باوجود فراغ معاش ایسی جگہ از بلاؤں میں
 مبتلا ہیں کہ کوئی کیا ہے یہ حال تو یا صاحب واقعہ جانے یا نہ اجاں دوسرے سے
 یہ کار افتادہ کیوں کہے اور بغیر کہے دوسرے جانے مناظرہ کا تو ہرگز ارادہ نہیں اگر
 مردہ دل نہ ہوتا تو باتیں کہتا زیادہ نہیں وہ بھی اندر روئے بحث و تکرار نہ باندار
 استفسار اظہار سے مقصود نفس اظہار یہ جو آپ نے مولوی امام بخش کو امام
 المحققین خطاب دیا ہے کتنے محققین نے آپ کو اپنا امام مان لیا ہے جب تک اجتماع
 محققین کا ہو گا۔ یہ خطاب باجماع اہل عقل ناجائز و ناروا ہو گا۔ وہ فرماں روا
 محمد شاہنشاہ کلاٹے گا کئی بادشاہ جس کے فرمان پذیر ہو جائیں گے ایک
 سید نے اپنے لڑکے کا نام میر شہنشاہ رکھ لیا یہ شہنشاہ صاحب کیونکر شاہجہان
 جنانگیر ہو جائیں گے اگر حضرت بفتح قاف ثانی بصیفہ تشبیہ امام المحققین کہتے
 تو ایک ماموم آپ نہوتے اور زائن داس تنہولی دوسرا ہوتا۔ ساطع برہان کے
 تیرھویں صفحہ کی نوں سطر میں آپ لکھتے ہیں (محققین پر افراط و تفریط تو ضعیف را
 کار بند نشہ اند کہ ہاں حرف گیری تو اند کرد) تو اند تو استن کے مضامین کی بحث

میں سے صیغہ واحد غائب ہے فاعل چاہتا ہے خواہی معرفہ جیسے احمد محمود خواہی نکرہ
 جیسے بہمان کسے یا شخصہ مردے یا زنے اور اگر فاعل مذکور نہ ہو تو اس صورت میں
 تو ان کو درج چاہئے کہ تو ان مالم بسم فاعلہ ہے کرامت ہو تو مجھے حاصل نہیں۔ ہاں از رو
 حُسن عقیدت کہتا ہوں کہ یا آپ نے یوں لکھا ہے کہ د کسے ہاں حروف گیری تو اند
 کرد یا تو اند کی جگہ تو ان رقم فرمایا ہے۔ دیکھئے آپ نے بیل کے جوئے کا بوجھ میری
 گردن پر رکھ دیا۔ اور میں نے ایک بیل کا بوجھ پشت مبارک سے اٹھا لیا۔ اور اسد
 واد خواہ جلد آ اور اپنی عرضی لا حضرت آیا اور عرضی لایا۔ پہلے پانچ کاغذوں کی نقلیں
 علی الترتیب پڑھی جاویں پھر سررشتہ دار صاحب کمال امانت و دیانت عرضی سنایں
 نقل عبارت برہان قاطع۔ آب دہ دست بکسر وال بجو و ہائے ہنوز اشارہ
 بحضرت رسول صلوات اللہ علیہ است خصوصاً و شخصے رانیز گوین کہ بزرگ مجلس
 بود و آرائش صدر و زینت ازو باشد عموماً نقل عبارت قاطع برہان از خامی
 عبارت چشم مے پوشم و مے خروشم کہ آب دہ دست مرکب از آب ددہ کہ صیغہ امر ست
 از دادن و درست کہ با وجود معانی دیگر مسند رانیز گوینہ معنی ترکیبی رونق دہندہ منہ
 ہر آئینہ تاسنہ را بطرف نبوت یا رسالت یا ہدایت مضاف نکر داند بمقام لغت فرو
 نیارند بلکہ در مدح اکابر و صدور نیز بے اضافہ لفظ امارت و شوکت و امثال انہیانہ
 نگارند کہ تنہا آب دہ درست افادہ بمعنی شویانندہ درست میکند و آن خود امانتی ست
 قیج بیچارہ در نظم و نثر لغت آب دہ دست رسالت دیدہ است و نیمہ مضمون را لغت
 اندیشیدہ است نقل عبارت ساطع برہان۔ آب دہ دست خدا نکر کہ اس
 اعتراض از جانب مرزا ئے من باشد کہ سوائے ہمو من گفتہ باش۔ بخاطر داشت
 آن درج کتاب کرد ورنہ اس کنایہ قابل اعتراض نیست چہ آب دہ دست جملہ ترکیبی ست
 درست کہ در عربی و فارسی بمعنی مسند ست مضاف و مضاف الیہ کو معنی مخدوف باید
 دانست بلکہ کلامی ست مستقل بتراوٹ بالا درست مضاف و مضاف الیہ کہ معنی صدور
 و مسند بزرگ قوم باشد صاحب مؤید الفضل اور لغت فارسی ایک لغت را بہ سند کتاب

که آداب و قتیبه باشد بهمین صورت و صحت بهمین معنی نگاشت و در ماز نیز و صاحب شمس
آورده که آب ده دست بمعنی بزرگ مجلس و معنی ترکیبی آن رونق ده صادر و رسد قولی
در نظم و نشر لغت آب ده دست رسالت دیده و نیمه مضمون را لغت اندیشیده است
انتها - قول جامع این کنایه را در نظم و نشر بے اضافه رسالت دیده است و همچنان در رشته
تحریر کشیده است خاقانی گوید شعر

دست آب ده مجاورانش از زن ده برج کو ترانش
تبصره - پس گرواں جناب اگر فراموش نکند در شرح کنایه مای چشمه حضرت در باب المیم
جویند که میگویند که آب ده دست استعاره برائے آنحضرت از خاقانی از رکاکت نیست
بائے برین عقیدت که اورا به پیغمبر برداشتند و باز به نسبت رکاکت سرنگون انداختند
نقل عبارت برهان قاطع ماهوچی شمه خضر کنایه از زبان و دہان معشوق است
قاطع برهان ماهوچی شمه خضر که ام لغت ست من در کتاب منطبعه بدین صورت
دیده ام - مصرعه

قلندر هر گوید دیده گوید

در ضمیر میگرد که مای چشمه خضر خواهد بود و آن خود مضمونی است بطریق استعاره بالکنایه
که سخنور بسا خون جگر خورده باشد تا در نظم و شرح خویش آورده باشد - سپس هر که این را
در گفتار خویش آورد سر قد خواهد بود و از لغات مستقله و کنایه های مشهوره نیست که بکار
و بیان روزگار آید شیر خدا که ترجمه اسد الله است گویای یکے از نامهای جناب
ولایت پناه است صد هزار کس در کلام خویش آورده باشد و سر قد نیست دکنی در بحث
شین مع الیار شیرزه غاب اسم حضرت امیر علیه السلام نوشته و آن مضمونی است که
خاقانی در تصبیه و تمثیل بهر ساند شیر شریزه خود وصفی است عام که بر هر مرد شجاع و جنگ
جنگ جو طلاق توان کرد و غاب بمعنی بیشه نیستان است هر آینه این صفت نه مزاور
شان اسد اللهی باشد خاقانی خود بطریق تنزیل گفته است این چنین صفت اسم
کسیکه بعد از خدا و رسول اورا به بزرگی توان ستود چگونہ سزا تواند بود و همچنین آب ده

دست در باب الف ممدوہ اسم حضرت ختم المرسلین صلوات اللہ علیہ قرار دادہ است
وایں لفظی دست در غایت رکاکت صفت لفظ پس غالب منع کرتا ہے برہان دکنی کو کہ
لفظ رکیک آن حضرت کے حق میں صرف نکر چنانکہ ہمدراں فصل مفصل نوشتہ ایم مقصود
مایں دست کہ چنین مضامین لغت مستقل دکنیہ مقبول چرا قرار باید وجہ و ر شرح اشار
کہ حادی این کلمات باشد چرا نگارش پذیر و اخذ باشد من الشیطان الرحیم۔ آب
ترجمہ ماکانت۔ ی جس کی پانی اور بمعنی رونق و لطف بھی آتا ہے اور اسلحہ کی تیزی
اور جواہر کی صفائی کو بھی کہتے ہیں دست ترجمہ ید ہے جس کی ہندی ہاتھ اور بمعنی
قسم و نوع اور بمعنی منہ بھی مستقل ہے ہم کو اس مقام میں آب بمعنی اور دست ہاتھ اور
اس کی ترکیب یعنی آب دست اور اس کی مقلوب یعنی دست آب کے باب میں کلام
ہے۔ آب دست بحرکت و سکون موجدہ عموماً ترجمہ غسالہ ید ہے اور خصوصاً وضو
کو کہتے ہیں تعیم کی سند استاد کا شعر شعر

بے تکلف رو بستی کن اگر دل خستہ کابرت او شفا بخش ہمہ بیمار ہاست

تخصیص کی سند نام حق کی بیت بدیت

آب دست و نماید باید کرد دل مقام گداز باید کرد

عرف میں آب دست کس عضو کے غسالے کو کہتے ہیں۔ ہم تو اتنا پوچھ کر چپ ہو رہتے
ہیں۔ پس آب وہ دست اور دست آب وہ کے معنی وضو کرنے والا اور ہاتھ دھونے
والا آب بمعنی رونق اور دست بمعنی سند کا یہاں ادخال محض جبل اور صرف
اہمال یہ تو میرا قول ہے کہ آب وہ دست رسالت رسول کو کہہ سکتے ہیں۔ ایک
بے ادب فقط آب وہ دست کہتا ہے اور ہم منہ تکتے ہیں منشی سعادت علی کو نہ علم
نہ فہم اس نے قباحت کو نہ جانا مرزا رحیم بیگ صاحب افسوس کی بات ہے تم نے
اس بیان خاص میں قاطع برہان دئے گئے قول کو کیونکر مانا ہے سر اسرے پردہ
اشراف الانبیاء علیہ والہ السلام کی تذلیل اور تو ہے اور جو پیمبر کو ایسا کہے وہ مجموع
اہل اسلام کے نزدیک مرتد اور مردود ہے دین ہے۔ بلکہ مخالفین بھی جو مسلمان ہیں

پیمبر کو برا کہے اُس کو بڑا جانیں گے یقین ہے پس پیمبر کا آب وہ دست نام رکھنے
والا امور ولعت اثر و ملائکہ والناس اجمعین ہے خاقانی کے شعر کے لکھنے سے
آپ کی کیا مراد ہے یہ شعر قطعہ بند اور اس کا پہلا شعر مجھ کو یاد ہے پہلے پوچھتا ہوں
کہ دستِ آبدہ کا فاعل اور شین کا مرجع تم نے کس کو ٹھہرایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا نشان اس میں بطریق مذکور یا مقدار کہاں پایا۔ جب اس مصرع کی رو سے
مصرعہ دست آب وہ پیمبر کا نام قرار پایا تو دوسرے مصرع کے مطابق مصرعہ

دست آب وہ مجاورانش

دست آب وہ پیمبر کا نام قرار پایا تو دوسرے مصرع کے مطابق مصرعہ
ارزن وہ برج کو ترانش

ارزن وہ کا خطاب بھی حضرت پر صادق آیا سبحان اللہ جہاں مصطفیٰ اور محبتی
رحمۃ اللعالمین و خاتم المرسلین آپ کے القاب ہیں وہاں آب وہ دست بھی آپ
کا لقب ٹھہرایا مرزا جی میں ترک جاہل ہوں جا بجا ہے اگر مجھ کو گالیاں از روئے
تحتاب دو گے خدا کے واسطے پیمبر کو کیا جواب دو گے بندہ پرور خاقانی کا شعر
قطعہ بند ہے اور اس شعر کا پہلا شعر یہ ہے اشعار

روح از پے آبروئے خود را خلد از پے رنگ بولے خود را

دست آب وہ مجاورانش ارزن وہ برج کو ترانش

اوپر کے دونوں مصرعوں میں را کا لفظ زاید پہلا مصرع تیسرے مصرع سے
اور دوسرا مصرع چوتھے مصرع سے متعلق نثر اس کی فارسی میں یوں ہوتی ہے
روح از پے آبروئے خود دستاب وہ مجاورانش اور دست و خلد از پے رنگ بولے
خود ارزن و کبوترانش (یہ دونوں شعر کعبہ معظمہ کی تشریف میں ہیں اور دونوں
شبیوں کی ضمیر بطرف کعبہ راجع اس اظہار کی تصدیق تحفۃ العراقتین سے کیجئے
اور ہندی کی چندی غالب سے سن لیجئے روح اپنی افزائش آبرو کے واسطے
وضو کا پانی دیتی ہے کعبہ کے مجاوروں کو اور خلد از پے رنگ بولے کے واسطے دانہ
کھلاتا ہے کعبہ کے کبوتروں کو وضو کا پانی دینا اور کبوتروں کو دانہ کھلانا انسانی

ہے خدا کے واسطے مجزوم کونین کو خادم کننا صحیح ہے یا ندامت ہے یا ندامت ہے
 معہذا خاقانی کے اس مصرع سے درست آب دو پیمبر کو سمجھنا بے اعتنائی اور غفلت
 ہے خاقانی کے روح کو آبدست وہ کا فاعل مانا تم نے پیمبر کو معاً اس فعل کا فاعل
 اور ایک فعل کا دو فاعل سے متعلق ہونا کیونکر جائز جانا۔ قافلہ مث۔ یعنی قافلہ رفت
 یعنی قافلہ سالار رفت۔ یعنی رسول مقبول رحلت کر دیا قاف مع الالف میں کلام
 اسی مستثنیٰ رسول کا ہے دست آب کی وہ کی شرح میں تحقیق اور قافلہ مث۔ میں استنزا
 ہے برہان قاطع والا اگر یہ قباحاتیں نہیں سمجھا ہے تو احمق ہے اور سمجھ کر لکھتا ہے
 تو کافر مطلق ہے اب میرے خونناہ زخم دل کی روانی اور قلم کی خونناہ نشانی دیکھیے
 تبصرہ منذرجہ حاشیہ سا طبع برہان کے حق میں کیا فرماتے ہو اور اس فقرہ اخیر کو
 (بازورنشیب رکاکت سرانداختن) کس کا لکھا ہوا بتاتے ہو سنو فخر الفضلا و ختم
 العلما امیر الدولہ مولوی محمد فضل حق رحمۃ نے رد عقاید وہابیہ میں بزبان فارسی
 ایک رسالہ لکھا ہے اور اس عہد کے علما کی اس پر مہرین ہیں اس رسالہ میں جناب
 مولوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت کو قوت جماعت بہت تھی
 حالانکہ یہ امر واقعی ہے یا یہ کہے کہ آپ کی روانی تھی اگرچہ اس وقت میں ہو لیکن چونکہ
 ایک گونہ سوادب اور امانت ہے حاکم اہل اسلام کو چاہیے کہ اس قول کے قائل کو
 سزا دے اور اگر حاکم سزا نہ دے تو اہل شہر پر عزل حاکم واجب ہے اور اگر اہل شہر
 ایسا نہ کریں تو وہ شہر دار الحرب ہے۔ پس بموجب فتوائے علمائے اسلام فقرہ
 مذکور کا لکھنے والا کفر میں شرا دے اشد اور کذب میں مسیئہ کذاب سے سوا
 ہے۔ خیر۔ عقبنی میں وہ خالق کا مقہور اور دنیا میں خلق کا مطعون ہو گا۔ مجھ کو کیا
 مجھے تم پر ہنسی آتی ہے بعضی بات سمجھی نہیں جاتی ہے خاقانی روح کو آبدست وہ
 مجاورانِ حرم کہتا ہے تم کہتے ہو کہ خاقانی درست اب وہ اسم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
 کہتا ہے مولوی امام بخش نے تم کو بہت کچھ پڑھایا مگر طریقہ استنباط معنی نہ بتایا
 میرے حق میں جو کہتے ہو خود بھی نہیں سمجھتے کہ کیا کہتے ہو میں نے اس کے سوا (کہ

خاقانی بطریق تنزل گفتہ است) اور کیا کہا ہے جو مجھے بڑا کہتے ہو وہ بھی ذکر شیرزہ
غائب اُس نے جناب امیر المومنین کے واسطے ایک لفظ سہل سرسری لکھائیں نے
قبول نہ کیا۔ اور اُس کے قول کا تنزل ظاہر کر دیا۔ آنحضرت کو اُس نے آبدہ دست
یا دستیاب وہ کہاں لکھا اور کیوں لکھنا احمق تھانہ بے ادب جب اُس نے نہیں
توئیں اُس سے کیوں اُچھوں اور کب اُچھا نہ کچ فہم ہوں۔ نہ مغلوب الغضب آبدہ دست
کے پر دے کھل گئے بے اضافہ آخر دست بمعنی مسدئ آئے گا آبدہ دست ہاتھ دھلا
والا کھلائے گا ہاں ایک طور ہے تم نے اُس کو اور سے لکھا ہے۔ میں بطریق ابلغ و
احسن لکھتا ہوں یعنی تخت اور رنگ سلاطین کے جلوس کے واسطے اور دسادہ و
مسد امر کے جلوس کے واسطے موضوع ہے نظر اس اصل پر سلطان کو زیب افزا
اور رنگ بے اضافہ لفظ سلطنت اور امیر زینت بخش مسد بے افزائش لفظ امارت
لکھو انبیا خصوصاً سید الانبیا مسد پر کب بیٹھتے تھے ان کے غلاموں کو امارت رنگ
ہے اور زمزمہ الفقر فخری بلند آہنگ ہے میرے خداوند کا فرش حصیر غلامِ کیم
روائے صحابہ سطح خاک میں مومن مجرم اپنے اُس خداوند کو جس کی شان میں یہ مصرع
اگرچہ ملحج ہے محض صرغہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن قول فیصل ہے آبدہ دست و زینت بخش مسد کیونکہ سمجھوں بلکہ مجموع اہل اسلام
بشرط فہم صحیح و طبع سلیم گوارا نہ کریں گے کہ وہ صفت عام جو دنیا داروں کے واسطے
ہے قبلہ دین و دنیا پر صادق آئے و کنی اور اُس کے فضلہ خوار قابل خطاب نہیں۔
ایہا اللہ المکرم فضلہ خوار جواب ہے پس گردان جناب کا یہ کلمہ مستوجب عتاب نہیں
یقین کہ آپ نے اب تو از روئے دلالت لفظ و معنی جان لیا ہو گا اور اس فقیر حقیر کو نظر
بہ قومیت ترک و پیشہ آبائی سپاہ گری غرض المحققین خطاب دیا ہو گا۔ چنانچہ اس امر
کا کہ آبدہ دست میں اگر آب سے پانی اور دست سے ہاتھ مراد لیں تو اس کو اسمِ ہمیر
سمجھنا کتنی بے ادبی ہے اور اگر آب کو بمعنی رونق اور دست کو بمعنی مسد مانیں تو بے الحاق

لفظ نبوت و ہدایت حضرت کو اس ترکیب کا مشارالیه سمجھنا کیسی بوالعجبی ہے آبرہ
 دست رونق بخش مسند صفت ہے عموماً منعان مالدار کی یہاں تک کہ اس اصلاح سے
 تعریف کر سکتے ہیں صرافان و ساہوکاران بلاد و امصار کی میں اب قطع کلام کرتا ہوں
 اور آپ کو بکمال تعظیم سلام کرتا ہوں پیمبر کی تحقیر کو مسلم رکھتے ہو تم جانو اور سید ابراہیم
 خاقانی پر بہتان کرتے ہو تم جانو اور وہ میران معنی کا شہسوار مجھ کو جس قدر تم نے
 لکھا ہے یا کوئی اور لکھ رہا ہے اگرچہ وہ سب لغو اور جھوٹ ہے معقول اور راست
 نہیں لیکن واٹ۔ مجھ کو عرصہ محشر میں اُس کی بازخواست نہیں شعر
 زمین عشق بکونین صلح کل کریم تو خصم باش و زنا دوستی تماشا کن

(۱۳۱) مولیٰ عبدالرزاق شاکر کے نام

مخدوم مکرم منظر لطیف و کرم جناب مولوی صاحب اشرف الوکلا درویش گوشتہ
 نشین غالب حوزین کا سلام آپ کے عنایت نامہ کے درود سے میں آپ کا احسان مند
 ہوا اور دل سے آپ کو دعائیں دیں کیوں حضرت آپ حیران ہوئے ہوں گے کہ
 کہ یہ شخص اتنا فضول اور لغو کیوں ہے خط کے پہنچنے سے اظہار منت پذیری اگر
 گزان نہیں کیا ہے اب اس خوشی اور دعائیں دینے کی وجہ سنیئے یعنی آپ کے
 سبب میں نے اپنے والا برادر ازہان عزیز تبدیل نزدیک وازدیدہ دور نامہ پان
 بخود مغرور میر قاسم علی خان کا رقعہ اپنے نام کا پایا اللہ اللہ اگر آپ باعث نہوتے
 تو بھائی صاحب کا ہے کو مجھ کو خط لکھتے انہیں سے پوچھئے کہ کبھی تم نے اسد کو
 خط لکھا ہے پس بعد از توضیح کے آپ کی تحریر کا جواب لکھتا ہوں۔ آپ کا واسطہ
 اصلاح کلام کے رجوع کرنا میری طرف موجب نازش کا میرا طریق اس فن خاص
 میں یہ ہے کہ جو شعر بے عیب ہوتا ہے اُس کو بدستور رہنے دیتا ہوں۔ اور جہاں
 لفظ کے بدلے لفظ لکھتا ہوں اُس کی وجہ خاطر نشان کر سکتا ہوں۔ تاکہ آئندہ متا
 کلام اُس قسم کے کلام میں خود اپنے کلام کو مصلح ہے مطلع کا یہ مصرعہ

سر خوش و سرشار و ستم ملی

لسان فارسی میں سرشار صفت ہے پیلے کی معنی لفظی اس کے لبریز پس شارب کو لبریز کیونکر کہیں گے اور یہ جو اردو مست و سرشار مترادف المعنی استعمال میں آتے ہیں امر جدا گانہ ہے فارسی میں نتیجہ اردو کا ناجائز رند عالم سوز شعرائے عجم میں بمعنی رند بے نام و رنگ آیا ہے جیسا کہ اُستاد کہتا ہے مصرعہ

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

حُسنِ مطلع سُست تھا۔ میر سر پر بادہ الخ بر شیشہ یہاں انسب ہے از حد چون خاک کو جستن سے کیا علاقہ (نقد جاں را مہر بستم ملی) تعہید معنوی ہے طالبِ عہد الستم طالبِ عہدِ الست یعنی عہدِ الست کس سے مانگتا ہے ہاں سر خوش عہدِ الست محل و بموقع ۱۲ متوقع ہوں کہ میرا یہ رقعہ جو آپ کے نام کا ہے جناب میر قاسم علی خاں صاحب کو پڑھا دیجئے گا۔ اور اب جو آپ مجھے خط لکھیں۔ تو یہ بھی لکھیے گا۔ کہ مہنوز وہ صدر امین ہیں یا ترقی کی اور صدر الصدور ہو گئے اور اگر ترقی نہیں کی کیا وجہ ۱۲

(۱۳۲)

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد عبد الرزاق صاحب شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالی شان مولوی مفتی اسرار اللہ خاں بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچائیے میں آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ مجھ کو باوجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے چھاپے کے اجزا اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جس کے دو شعر

قطع بنا ہیں قطعہ

ارزندہ گوہرے چمن اندر زمانہ نیست و خود را بنجاک رہگذر حیدر افکنم
منصور فرقتہ علی اللہیاں منم و آوازہ انا اسرار اللہ در افکنم
خدا کرے حضرت کو بھی یہ واقعہ یاد ہوا اتحاد اسمی دلیل مودت روحانی ہے انجی مکر می
میر قاسم علی خاں کو سلام پہنچے سال گذشتہ کی طرح دلی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلے جائیگا

مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام

پھر حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہے۔ اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں۔ یہ رتبہ میری ارزق کے فوق ہے کہ میں آپ کے کلام میں دخل و تصرف کروں بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متردک ہے میرا نہ سری و ضعف کے صد قول سے محنت پڑو ہی و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارت غریزی تو رواں ہے۔ اور یہ حال سے شعر

مفصل ہو گئے قوی غالب وہ عناصر میں اعتدال کساں

کچھ آپ تخصیص ہی نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیا زنا مے لکھا کرتا ہوں۔ جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط و مکاتیب لکھے اور بھیجے تھے اُن میں جو صاحب الی الآن ذی حیات موجود ہیں اُن سے بھی عند الضرورت ہی زبان مروج میں مکاتیب و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے پارسی مکتوبوں و رسالوں و نسخوں و کتابوں کے مجموعہ شیرازہ بستہ و چھاپا ہو کر اطراف واقصائے عجم میں پھیل گئے۔ حال کی نشریں کو کون فراہم کرنے جانے جان کنی کے خیالات نے مجھ کو اُن کی تحریر و تعلق و بار سے دست بردار آزاد و سبکدوش کر دیا۔ جو نشرین کہ مجموعہ و یکجا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آئندہ ہوں انہیں کو جناب احدیت جلدت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طابع ارباب فن فرمائے اور میں اب انتہائے عمر ناپائدار کو پہنچ کر آفتاب لب بام اور سجوم راض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ درگور ہوں کچھ یاد خدا بھی چاہیے نظم و نشر کی قلم و کاغذ نظام ایزد و نادانانہ کی غنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم رہیگا۔ پس اُمید وار ہوں کہ آپ انہیں نذر و تحفہ یعنی تحریرات روزمرہ اردو سے سادہ و سرسری کو تا امرکان غنیمت جانکر قبول فرماتے رہیں اور درویش دلریش فرماندہ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگیں اللہ بس ماسوئے ہوس ۳ تعقیبی معنوی کہ حضور خود جاتے ہوئے اس کی توضیح تفصیل میں تحصیل حاصل و سطویل لا طائل کی صورت نظر آتی ہے لہذا خامہ فرسائی بروئے کلمہ

نہیں آئی ۱۲

(۱۳۳)
حضرت تین دوستوں نے مولف محرق پر جس کا نام صاحب تپ محرق رکھا گیا ہے۔ جتنی پیزا رکھی ہے ایک رسالہ جو موجود تھا۔ بھیجا جاتا ہے وہ دو نسخے بھی اگر ہم پہنچ گئے تو بھیجو اور نگاہ غزل بعد اصلاح کے جاتی ہے طرز فقیر مبارک ہو۔

(۱۳۴)

حضرت مطالب علمی و شرعی کا لکھنا موقوف سوال پر ہے جب حضور کی طرف سے کوئی سوال آئے گا بقدر اپنے معلوم کے جواب لکھا جائیگا۔ شعر
ہیں اپنے گنہ مزیل امید ایماں کہاں ہے ایک ڈر ہے
اس شعر میں قصداً اچھا ہے مگر بیان ناقص ہے مطلب تو یہ ہے کہ صرف خوف اصل یا
نہیں رجا کا بھی شمول چاہیئے۔ اور یہ بات اس تقریر میں سے نکلتی نہیں۔

(۱۳۵)

پیرو مرشد مصرع

ایک شمع ہے دلیل سحر و خمش ہے

یہ خبر ہے پہلا مصرع مصرع

ظلمت کرے میں میرے شب غم کا جوش ہے
یہ بیت ہے شب غم کا جوش یعنی اندھیرا اندھیرا ظلمت غلیظ سحرنا پیدا کو یا خلق ہی نہیں
ہوئی ہاں دلیل صبح کی بد پر ہے یعنی بجھی ہوئی شمع اس راہ سے کہ شمع و چراغ صبح
کو بجھ جایا کرتے ہیں۔ لطف اس مضمون کا یہ ہے کہ جس شے کو دلیل صبح ٹھہرایا وہ خود
ایک جگہ سے پنچا اسباب تاریکی کے پس دیکھا چاہیئے جس سحر میں علامت صبح مومن ظلمت
ہوگی۔ وہ گھر کتنا تاریک ہوگا شعر

رُک گیا دیکھ روائی میری

مقابل ہے مقابل میرا

تقابل و تضاد کو کون نہ جانیگا۔ نور و ظلمت شادی و غم و راحت و سرخ و وجود و عدم

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

لفظ مقابل اس مصرع میں بمعنی مرجع ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستقل ہے۔ مفہوم شعریہ کہ ہم اور دوست از روئے خوئے وعادت ضد ہمارے ہیں وہ میری طبع کی روانی دیکھ کر رک گیا۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے آپ اپنی طرف سے اس کو استصلاح سمجھتے ہیں۔ اور میں اس کو اپنی جانب سے استفادہ جانتا ہوں والسلام ۱۲

(۱۳۶)

فقیر اسد اللہ نے اس کاغذ کے لفافے پر مرسلہ محمد عبدالرزاق جعفری الحیدری اور ٹکٹ پر شاگرد دیکھ کر دیر تک غور کی کہ یہ دو صاحب ہیں بعد تامل یاد آیا کہ مولوی عبدالرزاق صاحب اسم شریف اور شاگرد تخلص ہے غور کیجئے کہ نسیان کا کیا عالم ہے واللہ اگر مجھ کو یاد ہو کہ سابق میں کوئی غزل آپ کی آئی ہو۔ یہ لفافہ لکھا ہوا یکم اگست سال حال کا کل میں نے ڈاک سے پایا۔ آج غزل کو دیکھا کل یہ لفافہ روانہ کروں گا۔ شعر

کوئی آتا نہیں آگے ترے ہمتا ہو کر آئینہ جب نظر آیا ہے تو اندھا ہو کر یہ مطلع دل نشین ہے مگر اتنا تامل ہے کہ آئینہ کو اندھا کہا چاہیے یا نہیں شعر

مردم چشم سے جب نظر آتا ہے ترا بیٹھ جاتا ہے مے دل میں سویا ہو کر مردم آنکھ کی پتلی نہ کر نہیں۔ معشوق کی قید کیا ضرور دعویٰ حسن پرستی رہے۔ عموماً یہ خوب ہے۔ شعر

نظر آتی ہے جہاں مرد میک چشم سیاہ بیٹھ جاتی ہے مے دل میں سویا ہو کر شعر۔ حرمت نے کیلئے پر مغال کہا ہے یہ حکم ریش قاضی کی رہے پنبہ مینا ہو کر یہ شعر بے لطف ہو گیا کس واسطے کہ جب قاضی کی ریش کمی تو وہ ایہام ریش قاضی کہا رہا ۱۳ کار گاہ ہستی میں انخدا داغ سامان مثل انجم وہ شخص کہ داغ جس کا سرمایہ و سامان ہو موجودیت لالہ کی منحصر نمائش داغ پر ہے ورنہ رنگ بو اور پھولوں کا بھی لال ہوتا ہے ۱۲ بعد اس کے یہ مجھے عجیب لکھنے کے درخت یا غلہ جو کچھ بویا جاتا ہے۔ دہقان کو جو تنہا پانی دینے میں مشقت کرنی پڑتی ہے اور ریا حضرت میں لہو گرم ہو جاتا ہے مقصود شاعر کا یہ ہے کہ وجود محض رنج و غما ہے و مزاج کا وہ لہو جو شکت و کار

مولوی عبدالرزاق شاگرد کے نام

میں گرم ہوا ہے وہی لالہ کی راحت کے خرمن کا برق ہے حاصل موجودیت داغ اور داغ
مخالفت راحت اور صورت بنج غنچہ تا الزام کلی جب نئی نکلے بصورت قلب صنوبری نظر آئے
اور جب تک پھول بنے برگ عافیت معلوم یہاں معلوم بمعنی معدوم ہے اور برگ عافیت
یعنی بایہ آرام مصرع

برگ عیشی بگور خویش فہرست

برگ اور سرور برگ بمعنی ساز و سامان ہے خواب گل شخصیت گل باعتبار خموشی و برجا
ماندگی پریشانی ظاہر ہے یعنی شگفتگی وہی پھول کی پنکھڑیوں کا بکھرا ہوا ہونا غنچہ بصورت
دل جمع ہے باوصف جمعیت دل گل کو خواب پریشان نصیب ہے ہم سے رنج انہ
پشت دست صورت عجز اور خس بدندان و گاہ بدندان اگر فتن بھی اظہار عجز ہے پس
جس عالم میں کہ داغ نے پشت دست زمین پر رکھ دی ہو اور شملہ نے ترکہا دانتوں میں
لیا ہو ہم سے رنج واضطراب کا تحمل کس طرح ہو قیدہ ابتدائے فکر سخن میں بیدل و اسیر
رشوکت کے طرز پر ریختہ لکھتا تھا۔ چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا اسد اللہ خاں قیامت ہے

۱۵ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس میں بڑا دیوان
جمع ہو گیا۔ آخر جب تمیز آئی تو اس دیوان کو دور کیا اور اوراق یک قلم چاک کئے۔ دس
پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوان حال میں رہنے ویسے ۱۲ بندہ پچھورا اصلح مٹری
کی ضرورت نہیں آپ کی انشائیہ یہ روش خاص دلچسپ اور بے عیب ہے اس وضع
کو نہ چھوڑو اور جو میرا متبع اور مجھ پر توجہ منظور ہو تو ہرچہ آہنگ وغیرہ میری مصنفات
کو بامعان نظر و صرف ہمت ملاحظہ فرمائیے اور شقی بڑھائیے چشم بد دور طبیعت
حضور کی نہایت عالی اور مناسب اس فن کے ہے۔ میں آپ کی رسائی ذہن اور
قوت قلم سے امید قوی رکھتا ہوں کہ عنقریب بہت خوب لکھئے گا۔ میرے اور
تمام دوستوں کے فخر اور دشمنوں کے رشک ہو جائیگا۔ ان ہذا من برگۃ العلم یا
مولانا و بالفضل والکمال اولانا ۱۲ +

(۱۳۷)

قبلہ دیکھتے ہیں پادری کا بچہ سہ شنبہ چار شنبہ ان دونوں دونوں میں سے ایک
 دین عازم رامپور ہو چکا۔ تقریب وہاں کے جانے کی ریٹیں مرحوم کی تعزیت اور ریٹیں
 حال کی تنہیت دو چار مہینے وہاں رہنا ہو گا۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجیں۔ مکان
 کا پتہ لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے تمہیں بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے
 حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور خط میں اٹھاتا ہوں حسن اتفاق سے اصلاح
 خمسہ کے وقت دورت غمگسار یار وفا شعار علامہ روزگار ختم العلماء المتبحرین مولوی
 مفتی صدر الدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزر دہ دام
 بقاہ و زاد علامہ کہ مجھ سے ملنے کو غمخا نے پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے
 خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا حضور کی بلاغت کی تحسین کی عربی مصرعوں کے میرے
 ساتھ شریک غالب ہو کر لے لوٹے اور آپ کی شرمینی گفتار کے وصف میں
 تادیر عذب البیان اور طب اللسان ہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم و بیان
 کے آپ کی صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خوش ہوا ہوا ہوا
 ہونا دیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بہ تمنائے ملاقات عجز و نیاز لکھنے کو ارشاد
 کر گئے ہیں لہذا میں لکھتا ہوں قبول فرمایا گیا ۱۲ *

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

(۱۳۸)

قبلہ پہلے معنی ابیات بے معنی سنئے نقش فریادی الخ ایران میں رسم ہے کہ داؤد
 کا غز کے کپڑے پہن کر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلا نایا خون آلود
 کپڑا بانس لٹکا کر لیجا بانس شاعر خیال کرتا ہے کہ نقش کس کی شوخی تحریر کا فریادی
 ہے کہ جو صورت تصویر ہے اس کا پیرہن کاغذی ہے یعنی ہستی اگرچہ مثل تصاویر
 اعتبار محض ہو موجب رنج و ملال و آزار ہے شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنی مخالف
 یعنی شوق سرو سامان کا دشمن ہے دلیل یہ ہے کہ قیس جو زندگی میں ننگا پڑا پھرتا
 تھا۔ تصویر کے پرے میں بھی ننگا ہی رہا لطف یہ ہے کہ مجنوں کی تصویر باتن

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

عریان ہی کھینچتی ہے جہاں کھینچتی ہے زخم بے داد انہیہ ایک بات میں نے اپنی طبیعت سے نئی نکالی ہے جیسا کہ اس شعر میں شعر

نہیں ذریعہ راحت جراحیت پیکان وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دلکشائیے
یعنی زخم تیر کی تو ہیں بسبب ایک رخنہ ہونے کے اور تلوار کے زخم کی ٹخیں بسبب
ایک طاق سا کھل جانے کے زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یعنی زائل کیا تنگی کو پریشان
بمعنی بیتاب اور یہ لفظ تیر کے مناسب حال معنی یہ کہ تیر تنگی دل وا کیا دیتا وہ تو خود
حقیق مقام سے گھبرا کر پڑفتاں اور سر اسیمہ کھل گیا نامہ غالب کا مکتوب علیہ رحم بیگ
نامی میرٹھ کا رہنے والا ہے دس برس سے اندھا ہو گیا ہے کتاب پڑھ نہیں سکتا
سُن لیتا ہے عبارت لکھ نہیں سکتا لکھوا دیتا ہے بلکہ اُس کے ہوموطن ایسا کہتے ہیں
کہ وہ قوت علی بھی نہیں رکھتا اوروں سے مار لیتا ہے اہل دہلی کہتے ہیں کہ مولوی
امام بخش صہبانی سے اس کو تلمذ نہیں ہے اپنا اعتبار بڑھانے کو اپنے کو اُن کا شاگرد
بتاتا ہے میں کہتا ہوں کہ وائے اُس بیچ دلوچ پر جسکو صہبانی کا تلمذ موجب عز و وقار
ہو ورنہ اُس کا راطع برہان دلی ہنچکر ڈھونڈو ننگا اگر مل گیا تو خدمت میں پہنچے
گا جناب مستطاب میر قاسم علی خاں صاحب صادق القول ہیں میرے گھر آئے ہونگے
دروازہ بن پایا ہوگا۔ مگر ایک خدشہ ہے کہ حضرت میں اور میرے بھائی مرزا علی بخش
خاں میں بہت ربط و اتحاد تھا اور وہ مرحوم خدائیش بیامرزا و کذبے گزاف میں
ضرب المثل تھا اس تصور سے اگر میں اس جملے کے سچ جاننے میں تامل کروں تو میرا
تامل بیجا نہ ہوگا۔ بہر حال اُن کو میرا سلام کیئے گا ۱۲ سیلاب چین ایک لفظ ہے۔
ہندیاں فارسی کا اصل لغت چلمی اور یہ لغت ترکی ہے معزز احباب آسمان جب تک کہ
آسمان کو بحر یا دریا کہیں جناب آسمان نہ مقبول نہ مسموع ہے اگر فتح الف کا شاعر
جائز ہو ورنہ دنات پروری کی جگہ ادنیٰ پروری بہتر ہے بلکہ دنات یا دنات بہر
حال صفت ہے پروس موصوف کی چاہیئے نہ صفت کی والسلام

(۱۳۹)

قبلہ آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ رجنوری جنوری کو فقیر دلی پنچا تھا کماندہ
خستہ رنجور سنوزا فاقہ کلی نہیں پائی آج صبح ہم ہوا بند ہے دھوپ تیز ہے پشت
بآفتاب تکیہ کے سہارے سے بیٹھا ہوا یہ سطرین لکھ رہا ہوں غزل پہنچتی ہے۔
گو ندیں لتھڑ کر ایک ٹکڑ کا غذا کا الگ ہو گیا ہے حضرت با احتیاط اس کو لفافے
سے نکالیں بدیت

ہے تمہارا آفتاب آفتاب آسمان دیکھ لو اپنی علمی میں حباب آسمان
اگر پسند آئے تو اس مطلع کو یوں رہنے دیجئے مولوی نظام الدین گنجوی علیہ الرحمۃ
کا ایک شعر طالب علموں کے ہاتھ پڑا انہوں نے از روئے قواعد نحو اس میں کلام
کرنا شروع کیا مولوی کے پاس جب وہ کلمات پہنچے تو فرمایا کہ یاران شعر مرا بدر سے
کہ برد جو صاحب یہ فرماتے ہیں کہ مجموع پہلا مصرع مبتدا نہیں ہو سکتا ان سے
پوچھا چاہیے کہ کیا آپ اُسی پہلے مصرع سے (ظلمت کدہ میں میرے) اس کو مبتدا
اور (دش غم کا جوش ہے) اس کو خبر ٹھہراتے ہیں پس اگر یوں ہے تو یہی مدعا حاصل
ہے دوسرا مصرع دوسری خبر یہی آخر یہ بھی تو مسلمات فن نحو میں سے ہے۔ کہ
ایک مبتدا کی دو بلکہ زیادہ خبر ہو سکتی ہیں۔ ہاں ایک قاعدہ اور ہے یعنی جملہ فعلیہ
کے ماقبل جو عبارت ہوتی ہے اس کو مبتدا نہیں کہتے اس مطلع کا مصرعہ ثانی
جملہ اسمیہ ہے اپنے ماقبل مبتدا کو قبول کرتا ہے اگر ہم نے نظر اس دستور پر
مصرع اول کو مبتدا کہا تو بھی قیامت لازم نہیں آتی بہر حال جو وہ صاحب اسی
پہلے مصرع کو قرار دیں وہ مجھے قبول ہے۔ مگر شعر میر ہل نہیں زیادہ اس سے
کیا لکھوں بھائی میر قاسم علی خاں صاحب کو بندگی ۱۲ *

(۱۴۰) مخدوم مکرم قاضی عبد الجلیل کے نام

مخدوم مکرم و معظّم جناب مولوی عبد الجلیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلغ

مولوی عبد الزاق شاکر کے نام

سلام سنون الاسلام کے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہے دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اس طرح کی پھینکی کہ حروف اچھی طرح پڑھنے نہیں جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن با اینہما اس کے پڑھنے میں بہت تکلیف کرنی پڑتی ہے۔ علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط بچاڑ کر پھینک دیا ہو گا۔ اور معذامیرا اندیشہ آپ کو بھی ہو جائے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دیجائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجے اس میں اس میں بین الافراد و بین مصرعہا فاصلہ زیادہ چھوڑے اب کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم آپ کی خاطر سے بچ کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں کے بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسودہ تو آپ کے پاس ہو گا۔ اس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کہاں اصلاح ہوئی اور کونسی بیت موقوف ہوئی۔ مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر غزل خوانی کر لیتے ہیں وہاں کے مصرعہ بطرحی کو کیا کیجئے گا اور اس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو دوام کہاں کیا معلوم ہے ابھی نہ ہوا اب کی ہو تو آئندہ نہ ہو والسلام مع الاکرام

(۱۲۱)

قبل آپ کو خط بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے ہر روز دو چار خط اطراف و جوار سے آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی اور ڈاک کے ہر کارے بھی میرا گھر جانتے ہیں پوٹا سٹر میرا آشنا ہے مجھ کو جو درست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجھ کو بلی ماروں میں خط پہنچتا رہا یہ اب کے اپنے حکیم کالے کا نام

میرا نام
میرا نام
میرا نام

کیسا لکھا ہے اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جو آپ نے بھیجا وہ مجھے کو پہنچا بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوں کا جواب کہاں تک لکھوں میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مہار رکھا ہے جب مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگ آفرینش کی دج میں لکھی ہے اس کا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچے کا دوسوہ سو اس کا جواب لکھ چکا تیسرا امر جناب مولوی امتیاز خاں صاحب کا میرے یہاں آنا اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا دانش مجھ کو بڑا رنج ہوا اگر آپ سے ملیں تو میرا سلام کیسے گا اور میرا ملال ان سے بیان کیجئے گا صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں ظاہر مولوی صاحب اول روز آئے ہونگے۔ جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب بیٹھے حقہ پیتے اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہرہ چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں ۱۲ +

(۱۴۲)

آداب بجالاتا ہوں۔ آپ کا نوازشنامہ پہنچا غزلیں دیکھی گئیں فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اسقام و اعلاط دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں۔ اور اگر مقم سے خالی پاتا ہوں تو تعریف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں ۱۲ +

(۱۴۳)

سُبحان اللہ سر آغاز فضل میں ایسے ٹھہرائے بیش رس کا بھیجنا نوید ہزار گوشتِ میمنت اور شادمانی ہے۔ یہ ثمر رب النوع اٹھا رہے اس کی تعریف کیا کروں کلام اس بات میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور اہدا کا آپ کو خیال آیا پروردگار آپ کو باہنِ ہمہ رواں پروری و کرم گستری و یاد آوری سلامت رکھے جمعہ کے دن جوں دوپہر کے وقت کہا۔ پہنچا انہی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکے دیکر روانہ ہو گیا

خود کرم قاضی عبدالحق کے نام

قاضی عبدالحق کے نام

یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے ۱۲

(۱۴۴)

حضرت کیا ارشاد ہوتا ہے آگے اس سے جو آپ کے اشعار آئے تھے۔ وہ وہ دونوں کے بعد اصلاح دیکر بھیج دیئے خط ڈاک میں تلف ہو جائے تو میر کیا گناہ آج آپ کا یہ خط صبح کو آیا میں نے آج ہی دوپہر کو دیکھ کر لفافہ لکھ کر ڈاک میں بھیج دیا۔ اب پنچے یا نہ پنچے دو باتیں سنئے طرح بسکون رائے قرشت بمعنی قریب ہے۔ لیکن اردو میں یہ لفظ مستعمل نہیں وہ دوسرا لفظ ہے طرح بحرکت رائے قرشت بروزن قرح اسکو بسکون رائے مہمل بولنا عوام کا منطق ہے ہاں غزل طرح کی زمین طرح کی یہ بسکون اور بمعنی روش و طرز و طرح ہے بفتحتین جناب مولوی احمد حسن صاحب کو میر اسلام پنچے ۱۲

قاضی عبدالرحیم کے نام

(۱۴۵)

صاحب وہ خط جس میں اشعار سید مظلوم کے تھے مجھ کو پنچا اور میں نے اس خط کا جواب تم کو بھیجا اور ذکر اشعار قلم انداز کیا فارسی کیا لکھوں یہاں ترکی تمام ہے اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخ ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں آپ غمزدہ اور آپ غمگسار ہوں اس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں مرنا میر پر کھڑا ہے پابریکاب ہوں طرح بالفتہ بمعنی نمونہ اور بمعنی قریب ہے لیکن طرح بفتحتین اور چیز ہے غیاث الدین رامپور میں ایک ملائے ملتی تھی۔ لا اعاقل جس کا ماخذ اور مستند علیہ قاتل کا کلام ہوگا۔ اس کا فن لغت میں کیا فرجام ہوگا مصرع

کیستم من کہ تا ابد بزمیم

لا اهل ولا قوۃ یہ مصرع میرا نہیں تا ابد بزمیم یہ فارسی لالہ قاتل کی ہے۔ میرا قطعہ یہ ہے

کیستم من کہ جاوداں باشم چون نظیری نماند و طالب مرد
وہ بگویند در کد این سال مرد غالب بگو کہ غالب مرد

قاضی عبدالرحیم کے نام

یہ مادہ تاریخ از روئے نجوم نہیں بلکہ از روئے کشف ہے اناتہ وانا الیہ راجعون ۱۲

(۱۲۶)

پیر و مرث فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری میں حاضر اور غیر حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے اس کو بجالاتا ہوں مگر معدوم کو موجود کرنا میری وسیع قدرت سے باہر ہے اس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ درود لکھا ہے جس نے کبھی غزل نہیں لکھی خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اس زمین کا شعر لیکر میرا کلام گمان کیا ہے ہر چہ میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں ہے اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کر اس کو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی سینے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں چنانچہ انہیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجئے مصرع
اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں

میں نے کہا لا حول ولا قوۃ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا شعر

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی مے شیر شایاں رحمت خدا کی
میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اس کے حجت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا
میری طرز گفتار نہیں ہے بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے۔
وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا واندوہ شعر خدنگ زنگ کے قافیہ کا میرا نہیں ۱۲

(۱۲۷)

حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا سال گذشتہ ان دنوں میں رامپور
تھا پانچ سالہ عین یہاں آگیا ہوں اب یہیں ہوں اور یہیں میں نے آپ کا خط
پایا ہے آپ نے سزنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا حق تعالیٰ والی رامپور کو صدوی
سال سلامت رکھے ان کا عطیہ ماہ ماہ مجھ کو پہنچتا ہے کرم گسری و استاد پروری

کر رہے ہیں میرے بچ سفر اٹھانے کی اور رامپور جانے کی حاجت نہیں خلیفہ حسین علی صاحب رامپور میں مجھ سے ملے ہو گئے مگر وائٹ راجکو یا د نہیں نسیان کا مرض لاحق ہے حافظ کو نذر کرو شامہ ضعیف سامعہ باطل باصرہ میں نقصان نہیں البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے مصرع

پیری و صر عیب چنین گفتہ اند

بہر حال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئے ہیں تو البتہ وہ آپ کے پیام جو ان کی زبان کے محل تھے بدستور ان کی تحویل میں رہے اور مجھ تک نہ پہنچے یہ شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ امکنہ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا۔ اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائیگا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ مصرع

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت

ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب والوزارت کچھ میرا کلام موجود ہے اس سے یہ عنوان لکھوا کر بھیج دوں گا ۱۲ *

(۱۴۸)

جناب قاضی صاحب کو بندگی پھونچنے عنایت نامہ کے ورود نے شادمان کیا مگر بہرہ جو نگارش پذیر تھے انہوں نے حیران کیا ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا اہدا کو دوام کیا ضرور ہے خصوصاً جبکہ بذات خود حادث ہو حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک اور بے مزہ ہے آم کہاں سے ہونہ ہماوٹ نہ برسات دیر پا پایاب ہو گئے کنوئیں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں سے ہو جناب اس کا خیال نہ فرما دیں اپنے کشف کو غلط کر دوں گا پر شگال آئندہ تک جیونگا اب کے مون بھی آم کھاؤں گا *

قاضی صاحب کی خدمت میں

(۱۴۹)

جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہنچے میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ
 آٹھ پر پڑا رہتا ہوں اصل صاحب فراموش میں ہوں بیس دن سے پانوں پر دم
 ہو گیا ہے کف و پاپشت پا سے ذبت گزر کر پینٹلی تک آنا ہے جو تے میں پاؤں
 ساتا نہیں لول و براز کے واسطے اٹھنا دشواریہ سب بایتیں ایک طرف درو محل
 روح ہے ۱۲ اھ میں میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا مگر اس نیت
 برس میں ہر روز مرگ نو کا مزہ چکھتا رہا ہوں حیران ہوں کہ کوئی صورت زیت
 کی نہیں پھر میں کیوں جیتا رہوں روح میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے
 جس طرح طائر قفس میں کوئی شغل کوئی اختلاط کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں
 کتاب سے نفرت شعر سے نفرت جسم سے نفرت روح سے نفرت یہ جو کچھ لکھا ہے
 بے مبالغہ اور بیان واقع بنے مصرع

خرم آن روز گزین منزل ویران بروم

(۱۵۰)

قبلہ مجھے کیوں شرمندہ کیا میں اس ثنا اور دعا کے قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ
 ہے بڑوں کو اچھا کہنا اس مدح گسٹری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں ۱۲

(۱۵۱)

جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے مگر می مولوی غلام غوث خاں
 صاحب بہادر میرنشی کا قول سچ ہے اب میں تندرست ہوں پھوڑہ پھنسی
 کہیں نہیں مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ ضعف کیونکر نہ ہو برس
 دن صاحب فراموش رہا ہوں ستر برس کی عمر میں جتنا خون بدن میں تھا
 بے مبالغہ آدھا اُس میں سے پیپ ہو کر بکھل گیا سن کہاں جواب پھر تو لیدم
 صلح ہو بہر حال زندہ ہوں اور ناتواں اور آپ کی پرستہائے دوستانہ کا
 ممنون احسان والسلام مع الکرام ۱۲

قاضی عبدالجلیل کے نام

قاضی عبدالجلیل کے نام

قاضی عبدالجلیل کے نام

(۱۵۲)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگان کی تفقد نامہ مرقوم ۲۱ ستمبر میں نے پایا حضرت کے
سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا کوئی محکمہ تخفیف میں آئے کوئی گانوں مثلاً لٹ جائے
آپ کا عہدہ آپ کو مبارک آپ کا دولت خانہ سلامت ہاں وہ جو آپ نے ابن الخال کا اس
محکمہ میں وکیل ہونے کا آپ کو کھٹکا ہے البتہ بجا ہے جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اس
کا اندیشہ کیا ہے حاکم سمجھے گا وہ کیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے محکمہ صدر امین
وسشن ج میں کام کریں گے میں نہ تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ بارستور ہوں
دیکھئے کب بڑھتے ہیں۔ اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں۔ والسلام
بالوف الاحترام ۱۲۔

قاضی عبدالجلیل کے نام

(۱۵۳)

جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی اگر مجھے قوت ناطقہ پر تصرف
باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی روح میں ایک قصیدہ
لکھتا ہوں یہ ہے کہ جو آئین شائستہ روح میں ہے اب رنجور نہیں تندرست ہوں۔ مگر
بڑھا ہوں۔ جو طاقبت باقی تھی۔ وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم
بے روح متحرک ہوں۔ مصرع

یکے مردہ شخصم بمرودی رواں

اس جیسے یعنی رجب سنہ ۱۲۷۷ سے ستر دہاں برس شروع اور اس مقام و آلام کا آغاز
ہے لاموجود الا ان لا وجود لا ان لا ۱۲۔

(۱۵۴)

قبلہ ایک سو بیس آم پنچے خدا حضرت کو سلامت رکھے دس قلمیں اور چھٹانک
بھرسا ہی کہا رکے حوالہ کردی ہے خدا رکے بحفاظت آپ کے پاس پنچے میں
مریض نہیں ہوں بڑھا ہوں اور نا تو ایل گویا نیم جان رہ گیا ہوں ایک کم تر برس
دنیا میں رہا کوئی کام دنیا کا نہیں کیا افسوس ہزار افسوس ۱۲۔

قاضی عبدالجلیل کے نام

پاس بھیجتا ہوں خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے پورٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو
 ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ قاضی عبد الجلیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے۔
 آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو آپ ان سے میرا سلام نیاز کیئے اور
 خط کے پہنچنے کی ان کو خبر پہنچائیئے۔

مفتی سید محمد عباس کے نام

(۱۵۸)

قبیلہ حضرت کا نوازشناہ آیا میں نے اُس کو حرز بازو بنایا آپ کی تحسین میرے
 واسطے سرمایہ عز و افتخار ہے فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی نہ سرسری بلکہ سرسری
 دیکھا جائے نہ پیش نظر و سرار ہے بلکہ اکثر دیکھا جاوے میں نے جو نسخہ وہاں بھیجایا
 ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ و صرم ہوں نہ مجھے اپنی بات کا کچھ ہے دیباچہ
 و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہوں طرز
 عبارت کی داد جدا چاہتا ہوں نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی گذارش لطافت سے
 خالی نہ ہوگی علم ہنر سے عاری ہوں لیکن بچپن برس سے محو سخن گذاری ہوں
 مبدیہ فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے فارسی
 کے ساتھ ایک مناسبت انہی و سرمدی لایا ہوں مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی
 مزہ ابدی لایا ہوں مناسبت خداداد تربیت اُستاد حسن و قبیح ترکیب پہچاننے لگا
 فارسی کے خوا مض جاننے لگا بعد اپنی تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔
 قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے گویا باسی کڑھی میں اُبال آیا لکھنا کیا تھا کہ سهام ملکات
 کا ہٹ ہوا ہے یہ تنگ مایہ معارض اکابر سلف ہوا ایک صاحب فرماتے ہیں
 کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع و قاطع
 برہان ایک نط ہے برہان قاطع نے کیا لٹھا، نینو، نینن، سکھہ قطع کیا ہے۔ جو
 آپ نے اُس کو قاطع لقب دیا ہے برہان جب تک خیر کی کسی برہان کو قطع نہ کریگی

کیونکہ برہان قاطع نام پائے گی برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجئے گا۔ وہ قاطع برہان کی صحت کے ثبوت کے کام آئیگی قطعہ تلخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اس کا کہنا ہے جناب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندہ فرمان بردار ہوں بعد عرض سلام شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہوں آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے ۛ

(۱۵۹) خواجہ غلام غوث خان بہادر بخیر کے نام

قبل آپ کا خط پہلا آیا اور میں اُس کا جواب لکھنا بھول گیا کل دوسرا خط آیا اگر شام کو اُسی وقت پڑھ لیا آدمی کے حوالہ کیا اُس نے آج صبح مجھ کو دیا میں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتام تحریر معنوں کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا والی رامپور کو خدا سلامت رکھے اپریل میں ان دونوں مہینوں کا روپیہ موافق دستور آیا جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے آج جمعہ ۷ جولائی ہے معمول یہ ہے کہ سوئیں بارھویں کو رئیس کا خط مع ہنڈ دی آیا کرتا ہے میں نے قصیدہ تہنیت جلوس بھیجا اُس کا جواب آگیا اب میں نظم و نشر کا مسودہ نہیں رکھتا بل اس فن سے نفور ہے دو ایک دوستوں کے پاس اُس کی نقل ہے ان کو اس وقت کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا کل اور اگر کل آیا پرسوں بھیج دوں گا بھائی امین الدین خاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے علاء الدین خاں نے اُس کی نقل ان کو بھیج دی میں دیوان پر نہیں چڑھاتا مسودہ بھیجتا ہوں تقییم و تاخیر ہندسوں کے مطابق ملحوظ ہے گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں معذرا امراض و آلام روحانی ۛ

قصیدہ

تجلی کہ زموسی ربود ہوش بطور بہ شکل کلب علی خاں دگر نمود ظہور
نخستہ سرور سلطان شکوہ را لازم کہ رشک برکاش وارد افسر مغفور

ہوائے لطف نمی از جان خور بر دسوزش
 دم نگارش وصف کلام شیرینش
 فضائے رزمش شاہراہ قہر غضب
 بخوان شرع ہمیں ہم نوالہ اشبلی
 نہ روئے رابطہ حسن باہتاب جمال
 بحکم مرتبہ او حاکم و فلک محکم
 جواب یل روانے کہ ایستہ بفک
 زہے وزیر و خنہ شہر یار دانا دل
 بنائے منظر جاہ ترا حل معمار
 شاگرد تو سکندر بہ بار جائے جلال
 برائے بزم نشاط تو شمع چوں ریزند
 ز فیض نسبت خلق تو غنبر سارا
 بدین خرام و بدین قامت ہمیں رفتار
 جہان جانی و جان جہاں عجب نبود
 ہمیشگاہ تو زانوہے زندان صفات
 در انتقام کشتہ شیوہ کرم گذار
 توئی افضل خزانہ عروج علوم
 صریح خامہ من بین کہ میر باید دل
 سواد صفحہ من بین و تابش معنی
 امیر زندہ دل آن والی ولایت نظم
 غروب مہر طلوع مہر دوم ہفتہ بود
 جواد بزمیز زمین رفت آن ولایت یافت
 باخمن نرسیدم زنا تو انانی

نگاہ قہر سے از روئے مہر باید نور
 جو خیل مہر و ویر ورق خرون سطور
 بساط بزمکش کار گاہ سور و سرور
 بہ بزم عشق ہمیں ہم پیا لہ منصو
 بحسب ضابطہ جاہ آفتاب ظہور
 ز راہ قاعدہ شرع آمرست او مامور
 بود ہمیشہ بہ فغان دی شراب ظہور
 تو شاہ کشور حسن خرد ترا دستور
 ثوابت کہ چرخ ہشمتی مزدور
 قفا خور تو ارسطور بار رس گاہ شعور
 بہ پیہ گاہ بکار اور نہ دنی کا فور
 بجائے موم بر آید خانہ زنبور
 ز بہر فاتحہ آئی اگر بسوئے قبور
 کہ از در و تو ہر مردہ رقص اندر گور
 کہ اے برجم و کرم در جہانیاں مشہور
 بر آر کام دل بد سگال از ساطور
 توئی بعلم کشائیدہ عقود و صدور
 چنان کہ از لب داؤد استماع زبور
 عیاں چو شمع فرد زندہ در شب و بچور
 بہ گنج خانہ گنج نظامیش گنجور
 رسیدن تو بدین اوج بعد آں مغفور
 تو باش والی روئے زمین قرون و ہور
 مے بفرض شاد و غایم معذور

بجاک پاسے تو گردستہ گاہ داشتی بنودے بغم دوری در تو صبور
 من آن گسَم که ز افراط و رزقِ خلاص بغیبت ست مرادِ خوبی دوامِ حصول
 تویی رحیم دل و من سقیم دوی به مباد رنج شوی از نظارہ رنج
 کنی بدستِ تھی پر ز کیسہ دلاک دے بہ نسیہ بسے تنگتر زدہ مہور
 کی زما و گرم از شما بلا تشبیه ز کردگار بود روز و شب زین قصور
 نظرِ خستگی و پیری و تمہیدیستی قبول کردن تسلیم من خوش است از درد
 شعرا غالب آزاد خبر دعا نبود کہ باد سعی دعا گوئے درو عامشکور
 بد ہر تابو د آئیں کہ در نوا آرند رباب و بربط و قانوں دنی بحفل سور
 بہ بزم عیش تو ناہید باد ز من مریخ نسیمِ عطر فردش از شمیم طرہ جور
 محب ز لطف تو بالندہ چوں نوا از ساز
 عدو ز بیم تو نالندہ چوں خر طنبور

غزل

ہم انا اللہ خواں و رختی را بگفتار آورد ہم انا الحق گوئی مروی را سہوار آورد
 ایک پنداری کہ ناچار ست گردوں روش نیست ناچار آن کہ گردوں برفتار آورد
 نکتہ داریم و بایا راں نمیکویم فاش طالب دیدار باید تاب دیدار آورد
 آن کن قطع بیاباں این شگفتا مغز کوه عشق ہر یک را بطرز خاص در کار آورد
 جذب شوقش ہیں کہ در ہنگام برکشتن زویر در قفائے خویش تنبت را برفتار آورد
 دامنہا چوں ریزد آئہ تسبیح تاری پیش نیست این مشعبد و ہر گاہ از سبجہ ز نار آورد
 آہ مارا ہیں کہ ناز و اندل سختش خبر باد را نازم کہ ابر از سوئے کسار آورد
 نزد ما حیف است کو نزد زینجا میل باش جذبہ کہ چاہ یوسف را بسازار آورد
 ہرانا سے را کہ افشاریم از مے خوں چکد ہر نہاے را کہ بشتائیم دل بار آورد
 نیست چوں منطقش جز ذکر شایع و صوٹ شاہدی باید کہ غالب را بگفتار آورد

(۱۶۰)

قبل آپ بے بیشک دلی صاحب کرامت ہیں کم و بیش ایک ہفتہ گزرا ہو گا کہ ایک
 امر جدید مقتضی اس کا ہوا کہ آپ کو اس کی اطلاع دوں خانہ کاہلی خراب آج لکھوں۔
 کل لکھوں اب کون لکھے کل صبح کو لکھوں گا صبح ہوئی غالب اس وقت نہ لکھ سہ پر کو لکھیو
 آج دو شنبہ ۲۳ جولائی کی بارہ پر دو بجے ہر کارہ نے آپ کا خط دیا پلنگ پر پڑے
 پڑے خط پڑھا اور اسی طرح جواب لکھا اگرچہ ڈاک کا وقت نہ رہا تھا۔ مگر بھیجا دیا کل رات
 ہو رہی گا آپ کو معلوم رہے کہ منشی حبیب اللہ ذکا اور نواب مصطفیٰ خاں حسرتی کو
 کبھی اردو خط نہیں لکھا ہاں ذکا کو غزل اصلاحی کے ہر شعر کے تحت میں منشاء اصلاح
 سے آگے دیتی ہے نواب صاحب کو یوں لکھا جاتا ہے کہ آریا خط لایا ام پہنچے کچھ
 ہائے کچھ کھائے بچوں کو دعا بچوں کی بندگی مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام
 یہ تحریر اس ہفتے میں گئی ہے غرض کہ عامیانہ لکھنا اختیار کیا ہے اب عبارت جو تم
 کو لکھ رہا ہوں یہ لائق شمول مجموعہ نشر اردو کہناں ہے یقین جانتا ہوں کہ ایسی غزل
 کو آپ خود نہ درج کریں گے کتاب کے باب میں سرمد کی رباعی کا شعر اخیر لکھ دینا کافی ہے
 شعر۔ عالم ہم مرآت جمال انلی ست
 می باید دید و دم نمی باید زد
 بوستان خیال کا ترجمہ موسوم بحداثۃ الانظار معرض طبع میں ہے اگر آپ یا آپ کا کوئی
 دوست خریدار ہو تو جتنی جلد فرمائیے اس قدر بھیجا دوں چھ روپے مع محصول اک قیمت
 ہے اسی مطبع میں جس میں حدائق الانظار کا انطباع ہوا ہے اخبار بھی چھپا جاتا ہے
 اب کے ہفتہ کے دو ورقہ بھیج دوں گا بشرط پسند آپ تو قیغ خریداری لکھ بھیجے گا۔
 خباب کہیں صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط جھکو آیا
 کچھ اردو زبان کے ظہور کا حال پوچھا تھا اس کا جواب لکھ بھیجا نظم و نشر اردو طلب
 کی تھی مجموعہ نظم بھیج دیا نشر کے باب میں تمہارا نام نہیں لکھا مگر یہ لکھا کہ مطبع الہ آباد
 میں وہ مجموعہ چھپا جاتا ہے بعد انطباع و حصول اطلاع وہاں سے منگا کر بھیج دوں گا
 زیادہ حد ادب نامہ جواب طلب ہے۔

خباب غلام غوث بے خبر سکرام

(۱۶۱)

بندہ گناہگار شرمسار عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اٹھا ہوا گیارہ بجے
اپنے گھر پر مثل بلائے ناگمانی نازل ہوا ہوں شعر

باید کہ کنم ہزار نفر میں برخیزش اما بزماں حبادہ راہ وطن
خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب قرابت آپ کو اور باندازہ مہر و محبت مجھ کو
وہ مغفور میرا قدر دان اور مجھ پر مہربان تھا۔ حق تعالیٰ اس کو اعلیٰ علین میں سبیل دوم
قیام والے رامپور ہی میں تھا کہ اودہ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فیروز ہوئی کیا کہنا
ہے ابداع اس کو کہتے ہیں جنت طراز اس کا نام ہے جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران
کے خیال میں نگہ انداختا وہ تم بروئے کار لائے خدا تم کو سلامت رکھے اور میرے اور
دکھنی جامع برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انصاف
عطا کرے ثواب اس خط کا جواب جلد بھیجی تاکہ یہ طریقہ مسلسل ہو جائے ۱۲ *

غزل

چشم کہ باز شد ز خواب فتنہ از دیو پیا رسوست
رفت خود بآب رفت عارض شرمگین کہ شست
جامہ کہ کرد زیب تن صبح درید پیرین
غازہ رخ کہ بر کشید رنگ بروئے گل شکست
دست کہ در خاک رفت لالہ تر بخوں نشست
جام صبو جی کہ زد شیشہ بسی رہی سرود
چہرہ ز نے کہ بفرخست نشاء شوق شد بلند
تیغ نگہ کہ آب داو گشتہ فگار سینہا
غنیہ زخہ لب بلب رنگ بستم کہ دید
طرف کلمہ کہ بر شکست شیشہ بول شکستہ شد

پردہ ز رخ کہ بر کشاد مہر ز شرم زود و دست
غرقہ آب حیرت است آئینہ با کہ رو بروست
بند قبا کہ بستہ است نکمت گل بہ بند اوست
ابرو کیست و سمت تاب گردن خلق تیغ جوست
چشم کہ مست سرمہ گشت ناطقہ سرمہ در گلوست
مے ز لب کہ کام یافت جوش نشاط در بوست
زلف کہ بوئے فشانہ موج نسیم مشکبوست
نوک مژہ کہ تیز کرد دامن زخم بے رفوست
در گہر آبرو نہاند لعل کہ گرم گفتگوست
قامت خود کہ راست کرد دخل مراد و درخوست

غزل غلام غوث بخش نام

موتے مکر کہ تاب داد رشتہ جاں زہم گسخت دامن ناز را کہ ہشت خاک زمیں با بر دست
بر سر زمیں کہ بر شست رفتہ زلف غنان صبر سچے چمن کہ میر و باد صبا برفت و روست
بخت کجاست بخیر تا بر کباب او دوم بر سر رہنشتہ ام نیم نگاہم آرزو دست

(۱۶۲)

قبلہ پیری و صریح ساتویں دھا کے کے مینے گن رہا ہوں تو بچ آگے دوری
تھا اب دائمی ہو گیا ہے مینہ بھر میں پانچ سات بار فضول مجتہد دفع ہو جاتے ہیں اور
یہی منشاء حیات ہے غذا کم ہوتے ہوتے اگر مفقود نہ کہو پھر گرمی نے مار ڈالا ایک
حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں جس کی شدت سے بھنا جاتا ہوں اگرچہ جرعہ جرعتیا
ہوں مگر صبح سے سوتے وقت نہیں جانتا ہوں کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں ۱۲ میرے
ایک رشتہ دار کے بھتیجے نے بوستان خیال کا اردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اس کا
ویباچہ لکھا ہے ایک دو ورقہ اس کا نہ بصورت پارسل بلکہ ہیئت خط بھیجتا ہوں
آپ کا مقصود ویباچہ ہے سو نقل کر لیجئے میرا دعا اس دو ورقہ کے ارسال سے
یہ ہے کہ آپ کے پسند آئے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت اور
محصول ذمہ خریدار ہے ۔

(۱۶۳)

اس خط کا جواب جو مکتوب الیہ نے لکھا وہ بھی میرے ہاتھ آ گیا تھا ناظرین کے
خط کے لئے یہاں لکھے دیتا ہوں حضرت آج علی الصباح میں گورکھپور کے میاں
میں خیمہ کے اندر اکیلا بیٹھا تھا چلیں جو چاروں طرف کے دروازوں کی ٹھٹی تھیں
صاف قفس کی صورت تھیں ہر سمت کو دیکھتا تھا اور تنہائی سے گھبرا کر یہ مصرع
پڑھتا تھا۔ مصرعہ

ہائے تنہائی اور کینچ قفس

دفعہ ہٹو بڑھو کاغل ہوا حیرت میں آیا کس کی سواری آتی ہے دیکھا تو دیکھا کہ شوق
اور تمنا اور محبت ان سارے حشم و خدم کا آگے آگے اہتمام ہے اور تیچھے ان کے

خادم غلام خاں بہادر بے خجہ کے نام

خادم غلام خاں بیکھر کے نام

حضرت توس ہمت کو کڑا تے پھناتے چلے آتے ہیں پھر تاب کسے تھی بے اختیار دوڑا
 خیمہ سے باہر آیا جھک کر آداب بجا لایا رکاب تھام کر گھوڑے سے اتارا قدم لئے
 خیمے میں لے گیا مسند پر بٹھایا صدقے میں اپنے کو اتارا دونوں زانو اب سے سامنے
 بیٹھا ہاتھ باندھ کر مزاج مقدس پوچھا جواب میں علالت کی کیفیت ضعیف کی شرکت
 سنی جی کرٹھا نصیب دشمنان کمکر دعا دی کہ پروردگار ہمیشہ صحیح و سلامت رکھے
 حضرت کی عمر اتنی بڑھائے کہ خضر کو رشک آئے ادھر ادھر کا مذکور رہا ارشاد ہوا
 کہ میں نے دہلی پہنچ کر تجھے ایک خط بھیجا تھا عرض کیا کہ اس کے درود سے مشرف
 ہوا تھا۔ جواب لکھنے میں رامپور والے عریضہ کی رسید کی راہ دیکھتا تھا اس میں اس
 سوال کا ذکر آیا جو اس عریضہ میں ایک شعر کی نسبت لکھا تھا حضرت نے فرمایا اُنھی کو
 دیکھ رہا تھا کہ خاص تراش آگیا اور خارج ہوا یہ سن کر میں نے منہ بنا کر کہا اس وقت
 میں نہواؤں نہ حجام کی خوب حجامت کرنا کہ اس نے میرا حج کیا حضرت نے ہنسنے سے
 فرمایا اُس بیچارے پر کیوں دق ہوتے ہو میں اب جانا ہوں اور تیرے عریضہ کو
 دیکھ کر سوال کا جواب لکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت تشریف لے گئے جب تک سواری نظر
 آیا کی میں دروازہ پر کھڑا حسرت کی نگاہوں سے دیکھا کیا پھر غمگین خیمے میں آکر بیٹھا
 اور یہ اشعار کسی کے بر محل یاد آ گئے انہیں کو پڑھ رہا ہوں اشعار

ایں نیست کہ از راہ وفا آمدہ رفتی شہ راہ غلط ورنہ چرا آمدہ رفتی
 چنداں نشستی کہ شود غنچہ دل دا چوں بوے گل و باد صبا آمدہ رفتی
 چوں عمر کہ ہرگز بسر آید بر دوز و خود بر سر این بے سرو پا آمدہ رفتی

(۱۶۴)

خریدار ہے ۱۲ *

(۱۶۵)

مولانا بندگی آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار نہریل نہ ڈاک توس
 ہمت پر سوار چل دیا ہوں جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤ مگر یہ نہیں جانتا کہ کہاں پہنچو مگر

اور کب پہنچا لگا اتنا بخود ہوں کہ جب تک تم اطلاع نہ دو گے میں نہ جانوں گا۔ کہ کہاں پہنچا
 اور کب پہنچا آپ کا پہلا خط رامپور سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط رامپور پہنچا
 میں وہاں بھی نہ تھا خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا
 اُس حال میں بیمار تھا معہذا جاڑے کی شدت مھاوٹ کا مینہ دھوپ کا پتہ نہیں پڑے
 چھٹے ہوئے نیشن تار یک آج نیز اعظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوں خط
 لکھ رہا ہوں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اس خط کے مضامین اندوہ فزانی دل کو مضحل
 کر دیا جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمہارے ماموں ہیں مگر اُن کے اور تمہارے حالات
 مہر و دلا جیسے کہ تمہاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دلنشین نہ تھے ایسے
 محب کافراق اور پھر بقیہ دوام کیونکر جاں گزارا نہ ہو حق تعالیٰ اُن کو بخشے اور تم کو صبر
 دے حضرت میں اب چراغ بھری ہوں رجب ۱۲۸۲ھ حال کی آٹھویں تاریخ
 سے اکھترواں سال شروع ہو گیا۔ طاقت سلب حواس مفقود امراض مستولی
 بقول نظامی مصرعہ

یکے مردہ شخص بمردی رواں

آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر میرا خاص تراش آگیا مینہ بھر سے حجامت نہیں بنوائی
 خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں *

(۱۷۶) مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

قبلہ اُس عنایت نامے کا جو اپریل گذشتہ میں پایا ہے آج یکم اپریل کو جواب لکھتا
 ہوں گویا نامزد صبح قضا پڑھتا ہوں جناب مولوی غلام غوث خان بہادر میر منشی
 لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کا کیا کہنا ہے حسن سیرت وہ جو بے ریاضت شاقہ
 اور بعد تحصیل فضائل اربعہ ملکہ عدالت و حکمت حاصل ہوتا ہے اس دانا دل بیدار
 مغز کو فطرت و حیا ہے حسن صورت وہ کہ جو دیکھے پہلی نظر میں حسن خلق لطف
 طبع اُس کو نظر آئے فقیر ہمیشہ مورد اعتراضات رہا ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ

بعد دو چار دن کے معترض صاحب کا خط آیا ہے لغت و ترکیب معترض فیہ کی سند کے اشعار حضرت نے اس خط میں درج کئے ہیں اللہ ان شاء جو کلکتہ میں شور نشور اٹھا

تھا میرا شعر شعر

جزوے از عالم و از ہمہ عالم بشیم ہم چو مولے کہ بتاں راز میاں بر خیزد
خستہ چراختہ اے اعتراض ہوا ہے منشاء اعتراض یہ کہ عالم مفرد ہے اس کا ربط ہمہ کے ساتھ بحسب اجتہاد قلیل ممنوع ہے قصار اس زمانہ میں شاید زادہ کا مران و رانی کا سفیر گورنمنٹ میں آیا تھا۔ کفایت خاں اس کا نام تھا۔ اس تک یہ قصہ پہنچا اس نے اساتذہ کے اشعار پانچ سات ایسے پڑھے جس میں ہمہ عالم ہمہ روز و ہمہ جامر قوم تھا اور وہ اشعار قاطع برہان میں مندرج ہیں ہاں صاحب قاطع برہان میں اور مطالب پڑھائے اور ایک دیباچہ دوسرا لکھا ہے اور درفش کاویانی اس کا نام رکھا اور اس کو چھپوایا ایک جلد اس کا آج اس خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجتا ہوں بعد پہنچنے کے اس کو دیکھئے گا اور اکثر وقت فرصت پیش نظر رکھئے گا اور جس دن پہنچے اسی دن یا اس کے دوسرے دن رسید لکھئے گا اور اگر اور صاحب اس کے طالب اور خریدار ہوں تو مجھ کو لکھئے گا دس پانچ دو چار جلد بھی دنگا یہ نسخہ میری طرف سے ان کی نذر غزل پھر بھیجوں گا ۱۲۰۰

(۱۶۷) خاتمہ رزاحاتم علی تہر کی مثنوی کی تفہیم

اللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ امور دینی میں کسی امر کا شہود اور مصالح و منیوی میں سے کسی مصلحت کا وجود بلکہ اگر مثل اسم اعظم فرض کیجئے تو اس کی بھی منہ و جب تک اس لطیفہ غیبی کا شمول نہ ہو عالم امکان میں ممکن نہیں مسائل حکیمانہ کی ہستی ترہات ندیمانہ کی ہستی درود و دعا کے درجہ کا اظہار افسانہ و افسون کے مقاصد کا افسار شکر و شکایت کا عنوان نفیرین و آفرین کا بیان رو و قبول کی حکایت فتح و شکست کی روایت صرف و سخن کی راز و انی نثر و نظم

کی گفتگونی جو کچھ اگلوں نے کہا ہے جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے جو کچھ آگے کہیں گے
 اور قیامت تک کہتے رہیں گے جو کچھ منقلب نیک و بد و بدو دھن سے ہے وابستہ
 نطق دشمن سے ہے اب سمجھئے کہ سخن از روئے مثل کیا ہے چشمہ ہے ندی ہے سیل
 ہے دریا ہے کیسی روانی کس نور کا پانی اس کا چڑھاؤ اس کی رفتار اس پر کس کا زور
 کس کا اختیار جدھر منہ کیا ادھر ایک نالہ بہا دیا دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے
 کہ کسی کے ہاتھ میں ہو یا اہل خرد کو اٹھا لینا چاہیئے جو لطف جس بات میں ہو یہ
 مثنوی کہ مجموعہ دانش و آگہی ہے لکھ چھ اُس کو سفینہ کہہ سکتے ہیں لیکن فی الحقیقت
 ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر کو بھی ہے سخن ایک معشوقہ پری پیکر ہے تقطیع
 شعرا کا لباس اور مضامین اُس کا زیور ہے دیدہ وروں نے شاہد سخن کو اس
 لباس اور اس زیور میں روکش ماہ تمام پایا ہے اسی رو سے اس مثنوی نے شعاع
 مہر نام پایا ہے کہیں یہ نہ سمجھنا کہ یہاں مہر سے مراد آفتاب ہے یہ شعاع اُس مہر
 کی ہے کہ جو ذرہ خاک راہ بو تراب ہے سچ تو یوں ہے کہ سخنور روشن ضمیر مہر چہر
 مرزا حاتم علی مہر کو سخن طرازی میں یدِ بیضا ہے اور از روئے انصاف اس طرح سے
 کہ نہ ادھر سے لاف نہ ادھر سے کراف سچ سچ صاف صاف یہ مہر اپنے ہم نام
 مہر سپہر کا ہچشم اور ہمتا ہے سب جانتے ہیں کہ غالب کا شیوہ و رویہ و آواز و روی
 ہے مہر کے حسن گفتار اور میرے صدق اطہار پر برہان قاطع یہ مثنوی ہے
 میں فن تاریخ معما سے بیگانہ ہوں صرف حسن خدا داد معنی کا دیوانہ ہوں مثنوی کی
 طرز تحریر لپیڑ ہوئی اس سے یہ تقریظ دلپذیر تحریر ہوئی چاہیئے یوں کہ کوئی کاتب
 کسی وقت میں اس تقریظ کو مثنوی سے جدا نہ کرے ہاں گنجائش اس کی ہے کہ
 کسی زمانہ میں سمو و غفلت سے یہ امر واقع ہو یاں ہم کہتے ہیں کہ خدا نہ کرے ۱۲

(۱۷۸) گلزارِ سمو و تصنیف مرزا حبیب علی بیگ سمو کی تقریظ

سبحان اللہ خدا کی کیا نظرفروز صنعتیں ہیں تعالیٰ اللہ کیا حیرت اور قدرتیں ہیں

جو حلیقۃ العشاق کا فارسی زبان سے اردو عبارت میں نگارش پاتا ہے بعینہ ارم
 کا زمین دینا سے اٹھکر بہارستان قدس کا ایک باغ بن جاتا ہے وہاں حضرت رضوی
 نخلین روآبیار ہوئے یہاں مرزا جب علی بیگ سرور حلیقۃ العشاق کے صحیفہ
 نگار ہوئے کس سے کہوں کہ اس بزرگوار کا اردو کی نشر میں کیا پایہ ہے۔ اور اس
 سحر بیان کا کلام شاہد معنی کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے نظم
 رزم کی داستان گرسنے ہے زبان ایک شیخ جو ہر دار
 رزم کا التزام گر کیجے ہے قلم ایک ابرگر ہر بار
 مجھ کو دعویٰ تھا کہ انداز بیان کی خوبی میں افسانہ عجائب بے نظیر ہے جس نے میر
 دعویٰ کو اور افسانہ عجائب کی عجائب یکتائی کو مٹا یا وہ یہ تحریر ہے کیا ہو کہ ایک
 طرح اور قماش کے ہیں یہ دونوں دلفریب نقش ایک ہی نقاش کے ہیں مانا کہ ایک
 دوسرے کا ثانی ہے یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے مانی نقاش بے معنی
 صورتیں بنا کر دعویٰ پیمبری کا کرے کیا عقل کی کمی ہے یہ بندہ خدا معنی کی تصویر
 کھینچ کر دعویٰ خدا نہ کرے کس جو صلہ کا آدمی ہے سچ تو یوں ہے کہ جناب ہمارا جہ
 صاحب والا مناقب عالی شان ہمارا جہ الشری پر شاد نارائیں سنگھ بہادر جس
 باغ کی آرائش کے کار فرما ہوں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ چشم یاد دور مرزا سرور چمن
 آراہوں کیئے وہ باغ کیسا ہوگا۔ بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ کوئی نہ کہے کہ یہ درویش
 گوشہ نشین فضول وہ سب کرکوں ہے بے دیکھے بھالے حضور کا ثنا گستر کیوں
 ہے صاحبو حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ اس کی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں
 رستم سے کہاں شکر ت کھائی ہے جو اس کی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں معہذا
 جناب بابو صاحب جمیل المناقب عیم الاحسان بابو پرسدہ نرائیں بہادر کا مورد
 عنایت رہا ہوں جن دنوں وہ دلی تشریف لائے ہیں اکثر شریک صحبت رہا ہوں
 جب ناشناسائی و بیگانگی درمیان نہ ہو ان کا نیاز مند کیوں ثنا خواں نہ بنیں نہیں
 میرا کیا منہ ہے ثنا خوانی کا میں تو عاشق ہوں ان کی شاعر پروری و سخندانہ کا دینی

حضور نے قدر وانی کی ہے سرور نے گہر نشانی کی ہے حضور کا اقبال سرور کا کمال حضور کی عالی ہمتی سرور کی خوش قسمتی یقین ہے کہ یہ نقش صفحہ روزگار پر یادگار رہے گا۔ مصنف کا شہرہ رنگین بیانی میں ہمارا جہ کا نام فیض رسانی میں تار و شمار رہیگا ۱۲۰۰

(۱۶۹) حیات النظار تالیف خواجہ بدر الدین خاں کا دیباچہ

بُحَّانِ اَشْدُّ شَاہِدِ زِیَاہِ سَخْنِ کَا حَسَنِ بے مثال شاہدہ اُس کا نور افراٹے
 نگاہ تصور اُس کا انجمن افرو ز خیال آرزو سے لفظ اہل معنی کی نظر میں آئندہ عارض
 جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال اگر نفس ناطقہ
 کو حق نے بصورت انسان پیدا کیا ہو تو ہم اُس صورت میں یہ کیونکر کہیں کہ کیا ہوتا
 اِس لعبت و لغریب کی نظارگی سے بے بادہ مست ہو جلتے اور یہ پیکر ہوش ربا
 دیکھ کر اہل معنی کی قلم صورت پرست ہو جاتے نظم میں اور ہی روپ نشیں اور ہی صنگ
 فارسی میں اور ہی زمرہ اردو میں اور ہی آہنگ سیر و تواریخ میں دیکھو جو تم سے
 سیکڑوں برس پہلے واقع ہوا ہوا فسانہ و داستان میں وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے
 نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو ہر چند خرد مند بیدار مغز تواریخ کی طرف باطبع مائل ہونگے لیکن
 قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل میں قائل ہونگے کیا تواریخ میں محتج
 الوقوع حکایات نہیں نا انصافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہیں سام اپنے فرزند کو بہار
 پر پھکوائے سیرغ اُس کو اپنے کھونسے میں اٹھالائے پرورش کر کے پہلوان بنائے
 آداب حرب و ضرب سکھائے پھر جب رستم اسفندیار کی لڑائی سے ٹھہرائے
 زال اِس اسم با سہمی کو بلائے سیرغ گردان کبوتر کی طرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا
 آئے اور اپنی بیٹ کے لب سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کر کے ایک
 تیر و شاخہ دیکر تشریف لیجائے رستم دس برس کی عمر میں مست ہستی کو ہلاک کر کے
 جب چشم بدور جوان ہو دیو سفید کو تہ خاک کر کے فرعون کا دعویٰ خدائی مشہور
 ہے شداد غرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی تذکرہ ہے اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست

حمزہ دیو کش رستم جی سا قرار دیں اور ایک زمرہ شاہ گمراہ و دعویٰ خانی کرنے والے لالہ
 نمرود گر طھ لیں گویا ایک ڈھکوسلا بنایا ہے مگر اچھا بنایا ہے انہیں روایات کا چربا
 اٹھایا ہے مو عظمت و پنہنیں ترہات نہی مانہ ہے سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ
 ہے داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لئے اچھا
 فن ہے عمرو کی عیاریاں دیکھو حمزہ کی میدان داریاں دیکھو جامع ان حکایات کا
 کوئی سخنور ایران کا ہے مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم موتمن الدولہ اسحق خاں کا ہے
 گویا باغ ارم کو ہندوستان میں اٹھا لایا اس نے بوستان خیال میں کچھ اور تماشا دکھاتا
 اور قصص میں سے ایک جلد ہے معزز نامہ واہ ری بزم و رزم و سحر و طلسم اور
 حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ معزز الدین کے طلسم کشائیاں اگر سٹین امیر حمزہ کی یہ صورت
 ہو کہ اپنی صاحب قرانی کو ڈھونڈتے پھریں اور کہیں پتا نہ پائیں ابو الحسن کی عیاریوں
 کے جوہر اگر دیکھیں خواجہ عمرو کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں
 دیں و لامیرا پر اور زادہ سعادت تو اماں خواجہ بدر الدین خاں عرف خواجہ اماں کو وہ
 ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کی تحصیل میں سختی کش و سخت
 کوشش ہے ستار کا جو خیال ہوا ایسا بچایا کہ میاں تان سین کو انکلیوں پر سچا یا مصوبی
 کی طرف جو طبیعت آئی وہ تصویر کھینچی کہ اس کو دیکھ کر مانی و بہزاد کو حیرت آئی اس
 اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا معزز نامہ کی فارسی شکر کے اردو کرنے پر آمادہ ہوا معزز الدین
 فیروز بخت کی کشور کشائیاں ابو الحسن جوہر کی نیزنگ نمایاں عجائبات حکیم قسطاس
 کی حیرت فزائیاں ملکہ نو بہار کی رنگین ادائیاں جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں
 صار منکوس منحوس کی بیجیاں مسلمین اور کفار کی لڑائیاں مسلمانوں کی بھلائیاں
 کافروں کی بُرائیاں فارسی سے اردو میں لے آیا ہوں تصور کرو کہ قلم و اردو میں
 ایک قصر و کشایا ایک خانہ باغ روح افزا مسرتا مریبا عبارت آرائی کو ترک کیا
 ہے گویا تفریکو پیرا یہ تحریر دیا ہے بعد اختتام نگارش غالب فلک زدہ سے
 دیباچہ لکھنے کی آرزو کی میں نے ہر چند بحر آمیز معذرت انگیز گفتگو کی پیدا کر

نے ایک بات نہ سنی اور ایک عذر نہ مانا بھلا اس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا بھتیجا اور پیارا بھتیجا ناچار بجز خامہ فرسائی کچھ بن نہ آئی اس دیباچہ کے انجام کا بجز اس کے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سیرھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے ایک شعر مانگ لایا اُسی شعر شعری شعار کو خاتمہ میں لکھ دیتا ہوں بہت تنگ آگیا ہوں اب دم لیتا ہوں شعر

شکر کہ این نامہ بعنوان رسید بیشتر از عمر پیا یاں رسید
ومن اللہ التوفیق و ہو خیر الرفیق *

(۱۷۰) رسالہ قواعد تذکیر و تائید مولوی فرزند احمد کا دیباچہ

سیدی سندی نور بصیر و نخت جگر قرۃ العین اس مولوی فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقایائے اقبال کی دعا مانگتا ہوں جن کو مبدیہ فیاض سے اس رسالہ کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے سبحان اللہ تائید و تائید کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہے ہر چند اس راہ سے کہ سید صاحب دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہیں قواعد تذکیر و تائید کے مضبوط نہ ہونے کے خود معترف ہیں لیکن قوت علم و حسن فہم و لطف طبع سے وہ مضبوط ضوابط ہم پہنچائے ہیں کہ اور صاحبوں کے دل کی دوسرے کو کیا خبر مگر مجھے تو دل سے پسند آئے ہیں دعا یہ ہے اور یقین بھی یہ ہے کہ یہ رسالہ صفحہ دہر پر یادگار اور ہمیشہ منظور نظر اولوالابصار رہے گا۔ جو صاحب اس کو مطالعہ فرمائیں گے نفع بھی پائیں گے اور لطف بھی اٹھائیں گے مؤلف صاحب جو کامیاب اپنے دہن رسا سے ہیں رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا اور حضرت فلک رفعت مولوی سید صاحب عالم صاحب ہنرمند کے نواسے ہیں سید واسطی بلگرامی ہیں جہاں کے سادات علم و فضل میں نامی اور قدر و منزلت میں گرامی ہیں ان حضرات کا ماحوج گویا اپنا شناخاں ہے جیسا کہ مولوی معنوی رونی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے شعر

ماہِ خورشیدِ مداح خود ست کہ مراد و چشمِ مرنا مرد ست

مرزا کلب حسین خان بہادر نادر کے مجموعہ قصائد کا دیباچہ

سُبْحان اللہ شاہِ سخن کمالِ حُسن میں لاثانی ہے سچ تو یوں ہے کہ یوسف کنعان
معانی ہے کنعان ہو کنواں ہو کارواں ہو کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو زلف
وِسیسی ہی مُعْذِر عارض بدستور تا بدار لب کی جانِ بخشی کا وہی عالمِ چشم اُسی طرح بیمار
معہذا جو سلطنتِ مہر کے زمانے کا خیالِ تصور میں لائیگا وہ آفتابِ تاباں کو حضرت
یوسف کا ادنیٰ اذرہ پایگا وہم ابھی تلم و سخن سے آئے ہیں اور حُسن پرستانِ سخن کے
واسطے نویدِ سرا سرائی لائے ہیں۔ سُنی سُنائی نہیں کہتے نہ دیکھ آئے ہوتے تو
چپ ہو رہتے امی۔ یہ کہ دانستن آدمی باور کریں اور دیدہ ور لوگ نظر کریں کہ
یوسف سخن کنعان و چاہ و کاروان و بازار و زندان سے نکل کر تختِ فرماں روائی
مصر پر جلوہ افروز ہوا ہے زلیخائے عشق کے گھر عید ہوئی ہے اور یوسف حُسن
کی سرکار میں نوروز ہوا ہے غالب آشفقہ تو اسن اس ورق کے ناظر میں جب تک
زمزمہ نہ جانیں گے تیری بات کبھی نہ مانیں گے کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب
عالی جناب والا دودمانِ مرزا کلب حسین خان ڈپٹی کلکٹر بہادر کو کیا اچھی طبیعت
بخشی ہے جو انہوں نے ان اوراق کو اپنے اشعار سے رونق اور اشعار کو نعت
و منقبت سے زینت بخشی ہے دیا چہ نگار نے اس مجموعہ نظم کو مصرفِ ض کیا اور
شاہدِ معنی کو یوسف قرار دیا ہے جس کتاب میں ائمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی مدح کے تنوِ قصید سے زینت اوراق ہوں سوادانِ اوراق کا کیوں نہ سرمہ
چشمِ اہل دین ہو اور وہ اوراق کیوں نہ حرزِ بازوئے مومنین آفاق ہوں اپنے
علو رتبہ پر ناز کرتا ہوں کہ ائمہ اطہار کے مداح کا ستائشگر ہوں اور بذریعہ
اس ستائش کے غالب پر غالب یعنی آپ سے بہتر ہوں *

(۱۷۱) منشی غلام بسم اللہ صاحب کے نام

منشی صاحب شفیق کرم مظہر لطیف و کرم منشی غلام بسم اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مفتوح باد صاحب یہ نیا ڈھنگ ہے شکایت کا اگر تمہارے کلام میں اصلاح کم ہو تو وہ کلام کی خوبی ہے اس کو استاد کی سہل انگاری کیوں سمجھوں آپ کے منصف صاحب کی بھی غزل میں اصلاح کم ہوئی ہے پس ان کو چاہیئے کہ خوش ہوں نہ کہ مجھ سے گل کریں سنے حضرت خط میں تداخل برائے اگر یہاں کی ڈاک میں کبھی خط کھل گیا تو مجھ سے پچاس روپے لئے جائیں گے یا قید کا حکم ہوگا۔ آئندہ آپ خط جداگانہ بھیجیائے اس باب میں تاکید جانئے کوئی حید جواز کا آپ طرف سے مسموع نہ ہوگا ۱۲۔

تقریباً از فکر سر آمد روزگار خلاصہ دوار سرمایہ بلاغت و پیرایہ فصاحت

موفق و یاقین اوق حکیم غلام مولانا المتخاص قلب ساکن بھر ٹھوڑا م فوضہ

رباعی - تا کے بخیال خویش باشی و ربند فرعون ز خودی نشاہ موسی مانند
 ایں نکتہ قلب ز مردم چشم آموخت خور امپست دیگران را پسند
 شتاق بے تاب جستجو کہ مرده تاب فرسا اور منتظران چشم در راہ کو صلائے شکیب
 ربایاں معاشرہ کو پیغام صبحی اور بحوران نیم جان کو نوید روحی دل کو ہوش جان
 کو نوش چشم کو جلا گوش کو نو احساس کو درستی ہوش کو چستی عقل کو افزائش فہم کو
 گنجائش مستوں کو ترانہ نایبوں کو فسانہ ناتواؤں کو توانائی ناشکیب کو فکلبانی
 شوق کو انتہا ذوق کو ابتلا بے خبر کو خبر تلاش کو اثر مہیا یعنی ملفوظات اقدس اور
 معروضات مقدس رقصات مرقعات موقوف سر جوش فیلسوفی و زندگی المومنون
 خود ہندی نہایت اہتمام بالبتہ اور انتظام شائستہ سے مطبع مجتبائی میں یہ کتاب

چھی اور حضرت جاسع کی جانب سے عبارت خاتمہ کے لئے بعد اختتام اس ناتمامی

سراخجام سے فرمایش ہوئی رہا غی

کیا نامہ نامی ہے متیائے ظہور ہے چشمک ہر نقطہ کہ چشم بد دور

اندر کی کیفیت لفظ : معنی وہ آنکھ میں ہے نور تو یہ دل میں

سبحان اللہ سبحان صل علیٰ صل علیٰ جی چاہتا ہے طاقت گفتار اس طلسم و گمش کی
تعریف کیا کیجئے مگر فراوانی اقبال قبول اور طغیانی ایصال وصول گرم نگاہ تحصیل
حاصل بہتر کہ پُرچ کی نہ لیجئے مصرعہ

حاجت مشاطہ نیت روی دلا رام را

گو میں بھی یک زبان صبر بیان طریقہ ستایش سلیقہ نو آئین لونا خاطر پس پید و دل
دردمند جگر خراش آما جان خروش نوا ذوق خشک ریز شوق قباح خیر ادا
ہوش رہا انداز نواب فرسانک گداز شیرینی حلاوت پرواز تکیہ رکھتا ہوں
اور ایک عمر دلی کے روڑوں میں سنگسار رہا ہوں بلکہ دہاں کی مٹی ہوا ہوں
اُن کا نقش پا ہوں شمع

گر سخن در آوردم عشق سخن ہر گرا از برد ووش سر وہی گریہ لائے لائے را

مگر تم ہی کہو کہ ایسا شخص جس کے سایہ پر شمع طور پرواہ اور اُن کی وارستگی پرفیلو
دیوانہ فطرت سے فطرت ناز بردار لیاقت سے لیاقت شرمسار شوخی سادگی
شعار چابکی سے چابکی خود رفتگی شعار طبیعت سے ملکیت بہرہ من ملکیت سے
بشریت ارجمند طریقہ سے طریقہ خضر آشنا سلیقہ سے سلیقہ برگزیدگی رہا انداز
سے انداز ادب آموز او اسے او ابھرہ اندوز شیوہ بیانی سے شیوہ بیانی
منت کش سحر زبانی اعجاز و شمرکز ناز و نیاز مدار سوز و ساز طالب مطلوب
مطلوب طالب اغنی اسد اللہ خال غالب و دوام دوامہ اقام مقام کس
زبان سے سرا ہا جاوے اور کیا منہ ہے جواش کی بات لب تک آئے فی الواقع
اُس کی ستایش ناستودگی خود ستائی اور اُس کی نمائش بہبود کی خونائی ذرہ کو بار باری

در خورشید و شوار اور قطرہ کو تہ نشینی دریا ناہموار سبزہ بیگانہ اور بہار افروز
گلستان سنگ ریزہ ویرانہ اور ارزش اندوز کان بہر کیف وضع ادب خم آموز گردن
ابرام اور پاس نگاہ حدیدہ دوز مقام الزام نشوئی

لکھے کیا کوئی اور ح فکر غالب تو ایمان سب کا ہو غالب کو آئین اگر روشن بینی وہ دکھائے قم عیسیٰ صریح خامہ اس کی جو زہر خندہ اس کے لب پہ چایا تو دریا تک سے عاقطر کی ہو سخن کا مجملہ ہو اس کے کیا ذکر فلک کو داد اور مجھ سے زبان لے	بیان سے دور حرف ذکر غالب عجب انداز نکتہ پروری ہے تو محرومہ کو نظروں سے گرائے طبیعت کا جو پائے اس کے انداز تو نیش درویش جان بن جائے نہیں اس کا سخن میں کوئی ہاروش ہر اک نقطہ ہے جس کا محشر فکر	سخن رانی اگر ہو مے کوئی دین کہ ہر نقطہ کتاب دلبری ہے سوا و قدس شکل نامہ اس کی نزاکت کو کیا کیا نام پر ناز اگر یہ خود سہی کا مدعی ہو کہ اک حرف اس کا معنی حدیث کھلے جب مرتبہ رتبہ کا اس کے
--	---	---

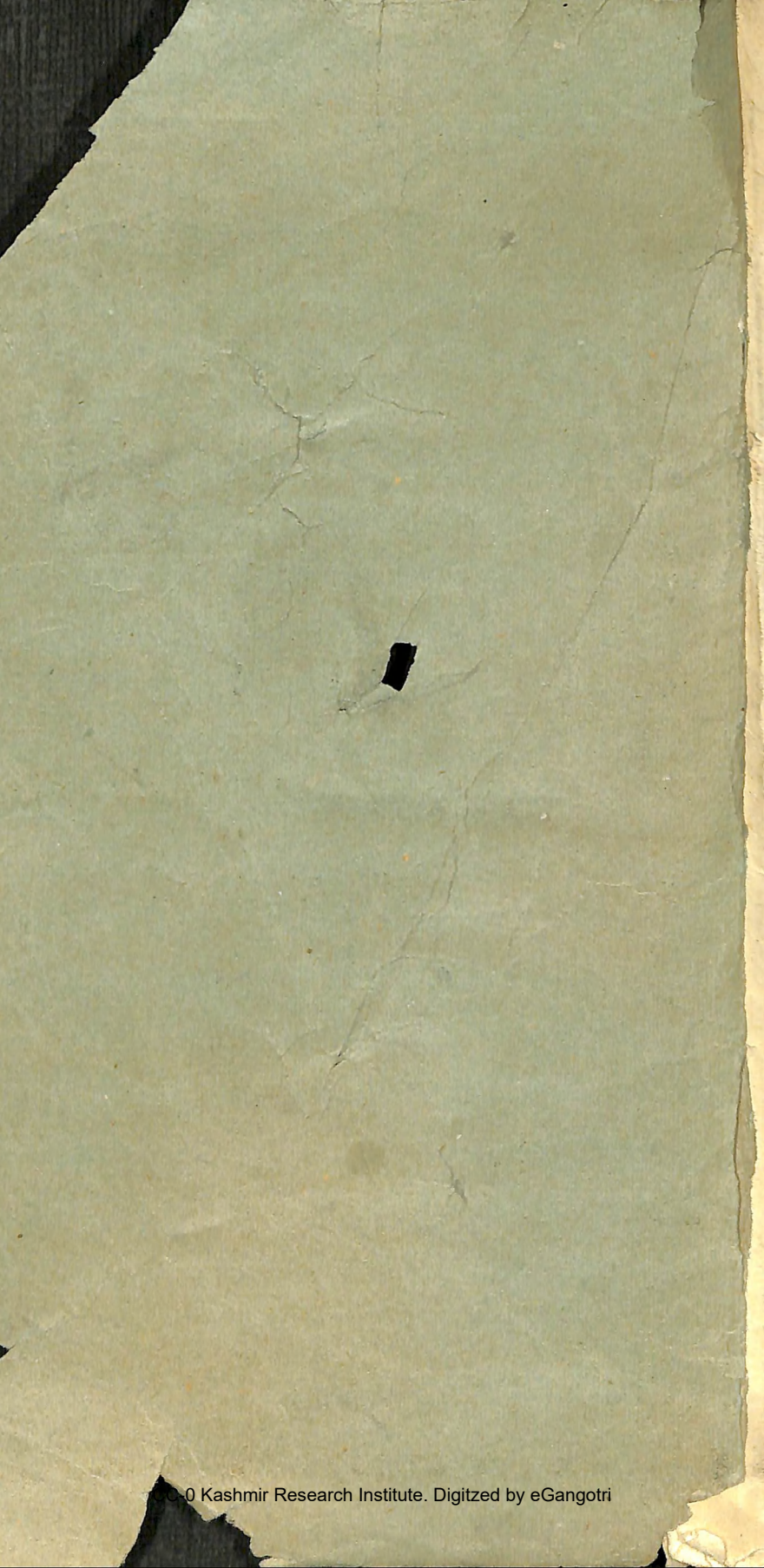
لیکن شایان تعریف اور سزاوار تو صیف مفتنم زماں دبیر
نکتہ روان داد دل وانش نور نگاہ بینش شان شکوہ مندی شکوہ شوکت پس بی کند
آسمان یکین سپن چشم خردہ بین تمغائے خالوادہ شرافت طغرائے امضائے نجابت
سرد فتر سخن آریاں منشی مجہ ممتاز علی خاں صاحب خاص روسائے میر طحہ دام اند
اجمالہ وزید افضلہ ہے کہ حضرت کی نیابت قدر و جلالت امتیاز ہر وقت خطوط
بے ربط سے شکل تقلیدس پر داز رہتی ہے خس و خاشاک صحن باغ ان کی تربت
خاص سے دوش صبا پر سوار اور ذرہ ہائے گوشہ راغ ان کی انجلا آموزی محض
سے محشر خورشید زار بے استفادہ درستی حال تحریک رشک سنگ فریاد
شکست شیشہ اور بے استصلاح فساد امتیاز قوت نامیہ نبات مہتم شاخچہ بندی
دستہ تیشہ یکے قوت تمیزہ حجت گریہ بے اختیاری شمع میں مکافات کینش زنبور
سے اثر افروز اور دلیل بیداری زگس میں رسوائی غفلت انگور سے پر سبز آموز
خاک تیرہ سامان جو ہر صفا طلب گار اور ہوائے شکستہ عنان کو خریک نقاب

آموزگارِ نشوئی

نہے کار سازیِ حسن تمیز	عزیز جہاں ہے یہ خوش عزیز	یہ روشن کرے چاہے چمکا کلام
کہ حسنِ نظام اس کا ماہ تمام	کرے جس کا آراستہ یہ سخن	قدیم اُسکے اے اُٹ کے رنگِ چین
ہو گا میاںِ ایں سے سب کا کلام	نظامی ہے بہرِ نظام کلام	یہ جس حرف کو دیوے رنگِ ادا
ارم اس پہ ہو بے سلسلِ مآدا	جو خط جبین کو یہ ترتیب دے	تو روشن ہوادی قدمِ چوم لے

آل ہرزہ درانی و آشفتمانی قلق نا فحیدرہ بیان کج مع زبان کا یہ کہ اس ستودہ
 کیش قدر اندیش نے کس عمدہ عنوان سے فضلہ طبیعت میرزا غالب یعنی خطِ طہا
 پریشان اُردو زبان کو روح روان اور مغز جان بنا دیا اور کس عبارت بے سرو پا
 سے کیسا باغستان معنی کھلا دیا حق یہ ہے کہ ایسی سعی مشکور و محنت دراز و دور
 کون کسی کے لئے کرتا ہے ہر ایک اپنی جیب و گریبان کو گلہائے مقصود سے بھرتا
 ہے یہ آپ ہی کا کام ہے اس کا نام رابطہ خاص اور اخلاق عام جب طالبانِ بان
 اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیں گے تو دلی کار و زمرہ اُردو اور محاورہ گفتگو گھر بیٹھے
 سیکھ جائیں گے بارک اللہ کیا بیساختہ عبارت ہے کہ نشر میں نظم کا مزہ آتا ہے
 اور ہر جملہ فقرہ معشوق کو شرماتا ہے مگر افسوس اہل مشرق کی جگت بندی نے بگاڑا
 کہ دلی سے زیادہ اُس کی زبان کو اجاڑا اب کس کس کو سمجھائے کافی دل و دماغ
 کہاں سوائے ازیں اُن کو فہم ہم کو فراغ کہاں شعر
 ہائے دہلی کو ہے دشوار بیاں دہلی لٹ گئی ساتھ ہی دہلی کے زبانِ دہلی
 اللہ بس مابقا ہوس

تمت بالخیر



غالب

۶

۸

ولیوان غالب شرح سہا

۷

حسرت " "

۸

طباطبائی " "

۸

آسی " "

۷

بیخود دہلوی " "

۷

ولیوان غالب مطبوعہ جرمن

۷

مرتبہ سرعبد القادر " "

۷

نسخہ حمید یہ " "

۷

ولیوان غالب مرقع چغتائی

۷

اردو معنی غالب

۷

الطش
شیخ مبارک علی تاجر کتب و نوارید و ازہ للہو